# اِنشائے مومن



مرتبہ ومترجمہ
ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی

غالب اکیڈمی

اشاعت اوّل — مارچ ۱۹۷۷ء

تعداد — گیارہ سو

ناشر — غالب اکیڈمی، نظام الدین۔ نئی دہلی ۱۳

قیمت — ۲۵ پچیس روپے

مطبوعہ — جمال پریس۔ دہلی ۶

# اِنتسابُ

حضرت قبلہ و کعبہ

پروفیسر ضیاء احمد صاحب بدایونی مرحوم کے نام

اے فضل و علا را بہ چنیں عز و کرامت
صد ناز و تفاخر رسد از نسبت نامت

# فہرستِ مضامین

| | | فارسی | اردو |
|---|---|---|---|
| ۶۹ | نامعلوم | ۱۴۲ | ۳۶۴ |
| ۷۰ | 〃 | 〃 | ۳۶۵ |
| ۷۱ | 〃 | ۱۴۳ | ۳۶۶ |
| ۷۲ | 〃 | ۱۴۴ | ۳۶۷ |
| ۷۳ | 〃 | ۱۴۵ | ۳۶۸ |
| ۷۴ | 〃 | ۱۴۶ | ۳۷۰ |
| ۷۵ | 〃 | ۱۴۷ | ۳۷۱ |
| ۷۶ | 〃 | ۱۴۸ | ۳۷۲ |
| ۷۷ | 〃 | 〃 | 〃 |
| ۷۸ | 〃 | ۱۵۰ | ۳۷۴ |
| ۷۹ | 〃 | 〃 | ۳۷۵ |
| ۸۰ | 〃 | 〃 | ۳۷۶ |
| ۸۱ | 〃 | ۱۵۱ | 〃 |
| ۸۲ | 〃 | 〃 | ۳۷۷ |
| ۸۳ | 〃 | ۱۵۲ | ۳۷۸ |
| ۸۴ | 〃 | ۱۵۳ | ۳۷۹ |
| ۸۵ | 〃 | 〃 | 〃 |
| ۸۶ | 〃 | ۱۵۴ | ۳۸۱ |
| ۸۷ | 〃 | ۱۵۵ | 〃 |
| ۸۸ | 〃 | 〃 | ۳۸۲ |
| ۸۹ | 〃 | ۱۵۶ | ۳۸۳ |
| ۹۰ | 〃 | 〃 | ۳۸۴ |

| | | فارسی | اردو |
|---|---|---|---|
| ۹۱ | نامعلوم | ۱۵۷ | ۳۸۵ |
| ۹۲ | 〃 | 〃 | 〃 |
| ۹۳ | 〃 | ۱۵۸ | ۳۸۶ |
| ۹۴ | 〃 | ۱۵۸ | 〃 |
| ۹۵ | 〃 | ۱۵۹ | ۳۸۷ |
| ۹۶ | 〃 | 〃 | 〃 |
| ۹۷ | 〃 | ۱۶۰ | ۳۸۸ |
| ۹۸ | 〃 | 〃 | ۳۸۹ |
| ۹۹ | 〃 | ۱۶۱ | 〃 |
| ۱۰۰ | 〃 | 〃 | ۳۹۰ |
| ۱۰۱ | 〃 | ۱۶۲ | 〃 |
| ۱۰۲ | 〃 | 〃 | ۳۹۱ |
| ۱۰۳ | 〃 | ۱۶۳ | 〃 |
| ۱۰۴ | 〃 | 〃 | ۳۹۲ |
| ۱۰۵ | 〃 | ۱۶۴ | 〃 |
| ۱۰۶ | 〃 | 〃 | ۳۹۳ |
| ۱۰۷ | 〃 | 〃 | 〃 |
| ۱۰۸ | 〃 | ۱۶۵ | ۳۹۴ |
| ۱۰۹ | 〃 | 〃 | 〃 |
| ۱۱۰ | 〃 | 〃 | ۳۹۵ |
| ۱۱۱ | 〃 | ۱۶۶ | 〃 |
| ۱۱۲ | 〃 | 〃 | ۳۹۶ |

| | | فارسی | اردو |
|---|---|---|---|
| ۳۰ | تفضّل حسین خاں | ۹۳ | ۲۹۹ |
| ۳۱ | 〃 〃 〃 | ۹۵ | ۳۰۳ |
| ۳۲ | سید منشی امیر علی | ۹۷ | ۳۰۶ |
| ۳۳ | غلام حسین خاں | ۱۰۰ | ۳۱۰ |
| ۳۴ | ایک محترم خاتون کی طرف سے مومن کے سالے کے نام | ۱۰۲ | ۳۱۲ |
| ۳۵ | ایک مطربہ کے نام | ۱۰۳ | ۳۱۴ |
| ۳۶ | فقیر خردمند کے نام | ۱۰۹ | ۳۲۲ |
| ۳۷ | ایک عزیز کی فرمائش پر کسی دوست کے نام | 〃 | ۳۲۳ |
| ۳۸ | نامعلوم | ۱۱۰ | ۳۲۴ |
| ۳۹ | 〃 | ۱۱۲ | ۳۲۷ |
| ۴۰ | 〃 | ۱۱۵ | ۳۳۰ |
| ۴۱ | 〃 | 〃 | ۳۳۱ |
| ۴۲ | 〃 | ۱۱۶ | ۳۳۲ |
| ۴۳ | 〃 | ۱۱۷ | ۳۳۳ |
| ۴۴ | 〃 | 〃 | ۳۳۴ |
| ۴۵ | 〃 | ۱۱۹ | ۳۳۶ |
| ۴۶ | 〃 | ۱۲۰ | ۳۳۸ |
| ۴۷ | 〃 | ۱۲۲ | ۳۴۰ |
| ۴۸ | 〃 | ۱۲۳ | ۳۴۲ |

## حصّہ دوم

| | | فارسی | اردو |
|---|---|---|---|
| ۴۹ | ایک مطربہ کی بھاوج کے نام | ۱۲۶ | ۳۴۳ |
| ۵۰ | نامعلوم | ۱۲۸ | ۳۴۶ |
| ۵۱ | 〃 | ۱۳۰ | ۳۴۹ |
| ۵۲ | 〃 | ۱۳۱ | ۳۵۱ |
| ۵۳ | 〃 | ۱۳۳ | ۳۵۳ |
| ۵۴ | 〃 | ۱۳۴ | ۳۵۴ |
| ۵۵ | 〃 | ۱۳۵ | ۳۵۵ |
| ۵۶ | 〃 | ۱۳۵ | ۳۵۶ |
| ۵۷ | 〃 | ۱۳۶ | 〃 |
| ۵۸ | 〃 | 〃 | ۳۵۷ |
| ۵۹ | 〃 | 〃 | 〃 |
| ۶۰ | 〃 | ۱۳۷ | ۳۵۸ |
| ۶۱ | 〃 | 〃 | ۳۵۹ |
| ۶۲ | 〃 | ۱۳۸ | ۳۶۰ |
| ۶۳ | 〃 | ۱۳۹ | 〃 |
| ۶۴ | 〃 | 〃 | ۳۶۱ |
| ۶۵ | 〃 | ۱۴۰ | ۳۶۲ |
| ۶۶ | 〃 | 〃 | ۳۶۲ |
| ۶۷ | 〃 | ۱۴۱ | ۳۶۳ |
| ۶۸ | 〃 | 〃 | ۳۶۴ |

# دیباچہ

مومن کی دوسری اصناف پر ملک کے اکثر اہل ادب نے قلم اٹھایا مگران کی فارسی نثر بیشتر محروم توجہ رہی۔ راقم کا عقیدہ یہ ہے کہ فارسی انشاء پردازی کا جو دور ہندوستان میں ظہوری، فیضی، نعمت خاں عالی سے شروع ہوا تھا وہ غالب و مومن پر ختم ہوگیا۔ یہ درست ہے کہ مومن کی نثر سرتاپا رنگینی سے معمور اور تصنّع سے بھرپور ہے، لیکن اس میں بھی انھوں نے اپنی طباعی اور نکتہ سنجی سے وہ انفرادیت پیدا کی ہے کہ ہر اہل نظر کو ایمان لانا پڑتا ہے۔ علمی اصطلاحات، مشکل تلمیحات، نازک استعارات اور نادر تشبیہات نے اس کی نثر کو گنجینۂ معنی کا ایک طلسم بنادیا ہے۔ عجیب التزامات اور مقفّی عبارات کے باوجود عبارت میں جھول یا بندش میں سستی کا نام نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ طبیعت مطلق نہیں اُکتاتی۔ اسی کے ساتھ اس میں بلاارادہ مصنّف کی ذات اور ماحول کی نسبت کچھ ایسے اشارے آگئے ہیں جن سے ہمیں اس عہد کی معاشرت کا کچھ نہ کچھ اندازہ ہوتا ہے۔ انشائے مومن کے ترجمہ سے قطع نظر نفس ترجمہ کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ترجمہ ایک آرٹ بھی ہے اور طرز زندگی بھی۔ اسی طرح اردو ہندوستانی تہذیب کی روایات کے درمیان ایک پُل کی حیثیت رکھتی ہے جو مختلف ملکوں اور کلچروں کے خیالات کو ایک دوسرے میں منتقل کرتا ہے۔

انشائے مومن کی ادبیت اور افادیت کے انھی پہلوؤں کو مدّنظر رکھتے ہوئے میرا عرصہ سے خیال تھا کہ اگر اس کو اردو ترجمہ کے ساتھ شائع کردیا جائے تو یہ ایک مفید خدمت ہوگی۔ ایک طرف فارسی کا مذاق رکھنے والے ان کی قدرت تحریر کا اندازہ

| | | فارسی | اردو |
|---|---|---|---|
| ۱۱۳ | نامعلوم | ۱۶۷ | ۳۹۶ |
| ۱۱۴ | " | " | ۳۹۷ |
| ۱۱۵ | " | " | " |
| ۱۱۶ | " | ۱۶۸ | " |
| ۱۱۷ | " | " | ۳۹۸ |
| ۱۱۸ | " | " | " |
| ۱۱۹ | " | ۱۶۹ | ۳۹۹ |
| ۱۲۰ | " | " | " |
| ۱۲۱ | " | ۱۷۰ | ۴۰۰ |
| ۱۲۲ | " | " | " |
| ۱۲۳ | " | " | ۴۰۱ |
| ۱۲۴ | " | ۱۷۱ | " |
| ۱۲۵ | " | ۱۷۲ | ۴۰۲ |

| | | فارسی | اردو |
|---|---|---|---|
| ۱۲۶ | نامعلوم | ۱۷۲ | ۴۰۳ |
| ۱۲۷ | " | ۱۷۳ | ۴۰۴ |
| ۱۲۸ | " | ۱۷۴ | ۴۰۵ |
| ۱۲۹ | " | ۱۷۵ | ۴۰۶ |
| ۱۳۰ | " (منظوم) | ۱۷۶ | ۴۰۷ |
| | **باب سوم** | | |
| ۱۳۱ | تقویم | ۱۸۰ | |
| ۱۳۲ | تقویم | ۱۸۴ | |
| ۱۳۳ | دیباچہ تقویم | ۱۸۹ | |
| ۱۳۴ | " " | ۱۹۴ | |
| ۱۳۵ | " " | ۲۰۰ | |
| ۱۳۶ | تقریظ بر گلشن بے خار | ۲۰۸ | |

محض قیاس کے سہارے کرنا پڑا ہے۔ اس کے ساتھ یہ امر قابلِ لحاظ ہے کہ اس میں بعض خطوط جواباً لکھے گئے ہیں۔ جن میں کاتب نے محض اشارات سے کام لیا ہے مترجم کیلئے ان اشارات کا محل صحیح متعیّن کرنا غیر ممکن تھا۔ ہمیں اس کا بھی اعتراف ہے کہ مومن کے بعض مکتوب الیہم کی شخصیت کے متعلق کافی سعی کے باوجود معلومات فراہم نہ ہو سکیں۔

انشائے مومن کا تیسرا حصہ تقریظ اور تقویم کے دیباچوں پر مشتمل ہے۔ چوں کہ وہ عام دلچسپی کی چیز نہیں ہے۔ نیز تقویم کی اصطلاحوں سے ناواقفیت کا اعتراف ہے۔ اس لئے اس کا ترجمہ نہیں کیا گیا۔ البتہ اصل (متن) کو شامل کر دیا گیا ہے۔ بہرحال اس کتاب کی بازیافت میں جو کچھ ہو سکا وہ حاضر ہے۔ امید ہے کہ اہلِ ذوق بالعموم اور مومن کے قدرشناس بالخصوص اس خدمت کو تحسین کی نظر سے دیکھیں گے۔

آخر میں میرا خوشگوار فرض ہے کہ جن اصحاب سے اس ترجمہ کی ترتیب اور اشاعت میں مدد ملی تہہ دل سے ان کا شکریہ ادا کروں۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے میرا سرِ نیاز حضرت قبلہ و کعبہ پروفیسر ضیاء احمد صاحب مرحوم کی بارگاہ میں خم ہے (خدا ان کی تربت کو عنبریں کرے) جن کی رہنمائی نے زندگی کے ہر ہر قدم پر دست گیری کی ہے۔ یہ ان کے قدموں کی برکت ہے کہ آج اس کام کو پیش کر رہا ہوں۔

آہنگ صد ہزار دعائی رسد بگوش | تا از نیاز حلقۂ ایں در گرفتہ ایم
بر ہر دعا کہ با تو رود مژدۂ قبول | از پیش گاہِ خالقِ اکبر گرفتہ ایم

میں اپنے تین بزرگوں پروفیسر یوسف حسین خاں صاحب، محترم حکیم عبدالحمید خاں صاحب، اور مکرم مالک رام صاحب کا شکرگذار ہوں کہ ان کی دلچسپی نے اس کتاب کی اشاعت کی صورت پیدا کی۔ محب مکرم جناب رشید حسن خاں صاحب کا شکرگزار ہوں کہ ان کے مشوروں نے میرے کام کو ہمیشہ آسان بنایا ہے۔

کرسکیں گے اور دوسری طرف وہ حضرات جن کو اس زبان کا ذوق نہیں، ترجمے کی مدد سے اس کے مطالب سے آگاہی حاصل کریں گے۔ اس غرض کے لئے ہارڈنگ لائبریری دہلی کے مطبوعہ نسخۂ انشائے مومن کو کئی بار اوّل سے آخر تک پڑھا۔ یہ نسخہ مطبع سلطانی پریس ۱۲۷۱ھ میں حکیم احسن اللہ خاں کے اہتمام سے شائع ہوا تھا۔ حکیم صاحب نہ صرف اس عہد کے دہلی کے ایک نامور اور ذی علم فرد ہیں بلکہ مومن کے پھوپی زاد بھائی اور ان کے اکثر خطوط کے مکتوب الیہ بھی ہیں۔ آسانی اور زیادہ باربطی کے خیال سے ان خطوط کی وہ ترتیب بدل دی ہے جو حکیم احسن اللہ خاں نے قائم کی تھی۔

ترجمہ کے دوران جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ان کا اظہار ضروری ہے۔ ترجمہ مذکور لفظی اور مفہومی کے بین بین ہے۔ اگر بالکل لفظی ہوتا تو بعض جگہ عبارت مضحکہ خیز ہو جاتی اور اگر صرف مفہوم پر اکتفا کی جاتی تو زبان و بیان کی خوبیوں کا اظہار ممکن نہ تھا۔ محض یہ دیکھنا کافی نہ تھا کہ اس لفظ یا فقرے کی مقدار استعمال کیا ہے بلکہ یہ بھی دیکھنا تھا کہ اس لفظ کے پیچھے جو تصور اصل زبان میں ہے اس کو ترجمہ کی زبان قبول اور جذب کرنے کی صلاحیت بھی رکھتی ہے یا نہیں! اس امر کی بھی کوشش کی گئی ہے کہ مفہوم بھی واضح ہو جائے اور عبارت کی روانی میں بھی فرق نہ آئے۔

بعض مقامات ایسے بھی ہیں جہاں عبارت کے الجھاؤ یا اپنی نارسائی کے باعث ادائے مطلب میں شاید قاصر رہا ہوں۔ اس سلسلہ میں اہلِ نظر کا مشورہ شکریہ کے ساتھ قبول کیا جائے گا۔

اصل میں جہاں صنائع کی زیادتی یا اصطلاحات نجوم وطب کی کثرت ہے اس کو ترجمے میں پورے طور پر رکھانا دشوار تھا تاہم اپنی سی کوشش کی گئی ہے۔ اور بعض اصطلاحوں کو حواشی میں واضح کر دیا گیا ہے۔

مترادفات کو بعض جگہ مختصر کر دیا گیا ہے اور بعض جگہ بدستور رہنے دیا گیا ہے۔ خطوط کے عنوانات کے اندراجات مترجم نے کئے ہیں۔ مگر بعض جگہ مخاطب کا تعین

# مُقَدَّمہ

کسی فلسفی کا قول ہے کہ جب میں زمین پر پاؤں مارتا ہوں تو اس کے دھماکے سے پیدا ہونے والے ارتعاشات زائل نہیں ہو جاتے بلکہ کسی نہ کسی شکل میں فضا کو متاثر کرتے رہتے ہیں۔ غرض کوئی حرکت یا عمل رایگاں نہیں جاتی۔ یہ کلیہ صرف انسانی زندگی تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ شعر و ادب بھی اس کے حدود سے خارج نہیں ہیں۔

فارسی نثر نے ہر دور میں جو تغیرات قبول کئے ہیں وہ یقیناً ملک کے سماجی اور سیاسی عوامل کا نتیجہ تھے یہ ضرور ہے کہ کبھی کوئی نابغہ (جینئس) نمودار ہوا اور اس نے اپنی غیر معمولی قوّت سے حالات کے دھارے کا رُخ موڑ دیا۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ غیر معمولی دل و دماغ کم و بیش بیرونی اثرات سے متاثر ہوتے تھے۔ جب ہم فارسی نثر پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ جب تک زبان[۱] اور اہل زبان سادگی کی طرف مائل رہے تمدّن میں تکلّف نے دخل نہ پایا اور [illegible] کے جذبات ملک پر چھائے رہے اس وقت تک اسالیب ادب میں بھی سادگی اور بے ساختگی برقرار رہی۔ لیکن جب تمدن نے ترقی کی، رہن سہن میں تکلف اور تعیش کا دخل ہوا اور ملک "جادۂ ترقی" پر گام زن ہوا تو ادب میں بھی تکلّف اور تصنّع کی گرم بازاری ہو گئی[۲]۔

---

[۱] زبان سے ہماری مراد موجودہ فارسی ہے جو اسلام کے بعد ظہور میں آئی۔

[۲] آج جب کہ ظاہری تمدّن کی ترقی کے باوجود ایران اور دوسرے ممالک میں ادب سادگی

اسی کے ساتھ میں محترم بہار صاحب انچارج اردو فارسی سیکشن ہارڈنگ لائبریری دہلی کا شکر گذار ہوں کہ جن کے کرم نے مجھے اُس وقت انشائے مومن سے استفادہ کا موقع دیا جب میں اس کو حاصل کرنے سے مایوس ہو گیا تھا۔ میں مرتضیٰ حسین بلگرامی صاحب کا ممنون ہوں کہ اس نایاب نسخہ کو ٹائپ کر کے میرے لئے دستیاب کر دیا۔ میں اپنے دوست ذہین نقوی صاحب کا شکر گذار ہوں کہ اس کتاب کی اشاعت میں از اوّل تا آخر دلچسپی لی۔ ان تمام حضرات کا کرم ہے کہ آج اپنی اس حقیر کوشش کو اہل ادب کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔

نیاز آگیں
ظہیر احمد صدیقی
شعبہ اردو ــ دہلی یونی ورسٹی ــ دہلی

دہلی ۲۰ مارچ ۱۹۷۷ء

---

نوٹ: مطبوعہ نسخہ کے آخر میں یہ ترقیمہ ہے "الحمد للہ والمنۃ کہ انشائے مومن خاں در ماہ رمضان المبارک ۱۲۷۱ ہجری در مطبع سلطانی واقع ارک خاقانی پیرایہ طبع پوشید۔ تمت بالخیر کتبہ العبد المذنب محمد بخش غفر الہ"

اور رباعی معراجِ کمال کو پہنچ گئی۔ اور دوسری طرف نثر میں چند ایسی کتابیں لکھی گئیں جن کو فارسی ادب کا شاہ کار کہنا ایک بدیہی حقیقت ہے۔ سلجوقیوں کے زمانے میں تمدن میں نفاست اور تکلف آگیا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انوری اور خاقانی جیسے مشکل گو قصیدہ نگار منظرِ عام پر آئے۔ نثر میں بھی شائد ایسا ہی ہوتا، لیکن خدا بھلا کرے چند ادباء اور خصوصاً صوفی حضرات کا جنہوں نے کامیابی کے ساتھ ہوا کے رُخ کے خلاف اپنی کشتی چلائی۔ یہی وجہ ہے کہ اس زمانے کی تصانیف بھی سادگی سے متصف، تکلفات سے عاری، حشو و زوائد اور صنائع و بدائع سے پاک ہیں۔ اس سلسلہ میں دولت سلجوقی کی بلند پایہ تصانیف تاریخ بیہقی تذکرۃ الاولیاء، کشف المحجوب، کیمیائے سعادت۔ کلیلہ و دمنہ، سیاست نامہ، چہار مقالہ، قابوس نامہ، اور حدائق السحر کے نام قابل ذکر ہیں[۱]

حالات کے اس سکون میں وسط ایشیا سے منگولوں کے فتنہ نے سر اٹھایا۔ اس ہولناک سیلاب میں سلطنتیں، قومیں، تہذیب و تمدن، امن و راحت سب کے سب غرق فنا ہو گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد جب یہ سیلاب گذر گیا تو لوگ اس زمین پر پھر متوجہ ہو گئے۔ ادبی سرگرمیاں بھی ایک خاص انداز سے جاری ہو گئیں۔ کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس عہد کے نثر نگار سادہ اور بے تکلف اسلوب سے اُکتا گئے تھے ان کی ندرت پسند طبیعت نئی راہوں کی متلاشی تھی۔ چنانچہ تشبیہ کی بجائے استعارہ اور استعارہ کی جگہ استعارہ در استعارہ کو قبول عام ملا۔ مقفٰی عبارت، صنائع و بدائع کی کثرت، عربی جملے اور مقولے کتابوں میں جگہ پانے لگے۔ اس زمانے میں تاریخ، جغرافیہ، سیرت، اخلاق، فلسفہ اور تصوف پر بہت کچھ لکھا جانے لگا۔ چنانچہ طبقات ناصری، تاریخ جہاں گشا، جامع التواریخ، تاریخ وصاف، تاریخ گزیدہ

---

[۱] راحت الصدور، مقامات حمیدی اور مرزبان نامہ عہد سلجوقیہ میں لکھی گئیں۔ مگر تینوں لفاظی اور عبارت آرائی کے نمونے ہیں۔ تاریخ ادبیات ایران صد ۲۰۷۔

فارسی نثر کا پہلا اہم دور سامانی عہد ہے۔ اس وقت تک ملکی تمدن میں سادگی کارفرما تھی اور تکلف کو مطلق دخل نہ تھا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ جو نثر کی کتابیں اس زمانے میں لکھی گئیں ان میں سادگی اور روانی پائی جاتی ہے۔ چھوٹے، سادہ اور سلیس جملے استعمال کئے گئے ہیں، پیچیدہ انداز بیان سے پرہیز کیا گیا ہے۔ فارسی نثر کی سب سے پہلی کتاب " ترجمہ تاریخ طبری " اس عہد کی یادگار ہے۔ اس کے علاوہ ترجمہ تفسیر طبری اور شاہنامہ نثر نیز ایک طب کی کتاب عہد سامانی کی تصنیفات میں بتائی جاتی ہے[1]۔ جی چاہتا تھا مختصر تبصرے کے ساتھ عہد بعہد نثری نمونے بھی پیش کئے جائیں، لیکن اندیشہ ہے کہ ہم اپنے حدود سے دور نہ ہٹ جائیں۔

غزنوی دور نثر کے معاملہ میں زیادہ متمول نہیں۔ صرف دانش نامۂ علائی اور دو ایک دوسری کتابیں ضرور تصنیف ہوئیں مگر زیادہ تر نظم کی گرم بازاری رہی ــــــ دانش نامۂ علائی جو مشہور حکیم اور فیلسوف اسلام شیخ بوعلی سینا کا نتیجۂ فکر ہے سادگی اور بے ساختگی، ندرت اور متانت میں اپنی مثال آپ ہے۔ مصنف مذکور کو زبان پر کامل عبور ہے اور وہ بے تکلف عربی اصطلاحات کو فارسی میں منتقل کرتا چلا جاتا ہے۔ یہ اصطلاحات ہلکی پھلکی اور دل پسند ہیں۔ کاش بعد والے اہل قلم ان کو رواج دیتے اور زبان میں سہولت پیدا کرتے۔

غزنویوں کے بعد سلجوقیوں کا عہد آتا ہے۔ یہ خاندان کئی اعتبار سے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ ایک وسیع سلطنت اور عظیم تمدن کے مالک ہونے کے ساتھ اس کو یہ شرف حاصل ہے کہ نصاریٰ کی صلیبی جنگوں کے مقابلے میں سب سے پہلا اسلامی لشکر اسی کی قیادت میں روانہ ہوا تھا۔ ہمارے نقطۂ نظر سے اس کو ادب میں بھی ایک بلند مقام حاصل ہے۔ کیونکہ اس خاندان کے عہد میں ایک طرف قصیدہ

---

ص اور سلاست کی راہ پر گامزن ہے اس کلیے سے مستثنیٰ کہا جا سکتا ہے۔

[1] " تاریخ ادبیات ایران، از ڈاکٹر شفق۔

سلاست کو نصب العین بنانا شروع کر دیا اور زمانہ بھی اس کا مقتضی تھا۔ یہ ذکر تو دورِ جدید کا ہے۔ وہ دور جو ہمارا موضوعِ بحث ہے اس میں وہی طوالت اور تصنّع مقبول تھا۔ یہ ضرور ہے کہ اس طرزِ نگارش میں بہت سے نقائص تھے۔ خود تصنّع اور آورد ہی کیا کم نقص تھے۔ لیکن ؎ عیب مے جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو۔

اس طرز کے محاسن کے سلسلہ میں چند باتیں عرض کرتا ہوں:

۱۔ اس طرزِ تحریر کی اساس جمالیاتی حس پر ہے۔ قدرتاً پڑھنے والے کی طبیعت کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہے۔

۲۔ الفاظ اور تراکیب کی رنگینی سے عبارت سپاٹ نہیں ہونے پاتی۔

۳۔ لطیف تشبیہات اور استعارات موضوع کو روشن اور واضح کر دیتے ہیں۔

۴۔ جملوں میں قافیہ کا ہونا موسیقیت کا ضامن ہے۔ اگر قافیہ بندی سلیقہ سے ہوئی ہو تو جملے کے جملے ضرب المثل بن جاتے ہیں۔

سب جانتے ہیں کہ مومن کے زمانے تک عموماً فارسی نثر کا چرچا تھا۔ اور پڑھے لکھے لوگ اُردو میں تصنیف یا مراسلت کرنا کم علمی کی دلیل خیال کرتے۔ یہی اسباب ہیں جو انشائے مومن کے وجود میں آنے کا سبب ہوئے۔

انشائے مذکور چند خطوط اور تقریظات کا مجموعہ ہے جو انھوں نے خود یا دوسروں کی فرمائش سے لکھے ہیں۔ یہ مجموعہ تین قسم کی تحریروں پر مشتمل ہے۔

۱۔ وہ مکتوبات جو مومن نے بعض عزیزوں اور دوستوں کے نام لکھے اور جن میں پورے طور پر انشاء پردازی کا زور صرف کیا ہے۔

۲۔ وہ خطوط جو مخاطب کی نافہمی کی رعایت سے سیدھے سادے انداز میں لکھے گئے۔

۳۔ تقریظات اور خطبات

قسم اول کے خطوط ۴۶ ، قسم دوم کے خطوط ۸۴

ہمارے دعوے کی شاہد ہیں۔ البتہ لباب الالباب، اخلاق ناصری اور گلستاں اس عام کلیہ سے مستثنیٰ ہیں۔

تیموریوں کے عہد کی نثر کا اسلوب اس سے زیادہ مختلف نہیں ہے۔ اس عہد کی مشہور نثری تصانیف روضۃ الصفا، تذکرۃ الشعراء دولت شاہ، اخلاق جلالی، اور اخلاق محسنی وغیرہ ہیں۔ لیکن انوار سہیلی کو مقفیٰ اور رنگین اسلوب کی بنا پر خاص شہرت حاصل ہے۔

مغلوں کی روایات تیموریہ ایران میں اور تیموریہ ایران سے تیموریہ ہند میں منتقل ہوئیں۔ سلاطین مغلیہ کے عہد میں اگرچہ ایسی کتابیں بھی وجود میں آئیں جن کی طرز نگارش پر خود زبان کو فخر ہے۔ مثال کے طور پر شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تصانیف حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات، منتخب التواریخ (ملا عبدالقادر بدایونی) تزک جہاں گیری، رقعات عالم گیری وغیرہ۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہاں مدتوں سہ نثر ظہوری انشائے ابوالفضل، بہار دانش، پنج رقعہ اور وقائع نعمت خاں عالی کا سکہ رائج الوقت رہا۔ جس کسی اہل قلم نے قلم اٹھایا اس نے طول کلام، تصنع، رنگینی، صنائع بدائع، فضیلت فروشی اور عبارت آرائی کو اپنا مطمح نظر بنایا۔ عربوں کا قول کہ بہتر وہ کلام ہے جو مختصر ہونے کے ساتھ معنی خیز ہو۔ مگر یہاں یہ حال تھا کہ صرف اتنی عبارت کہ خط آیا اور مسرت ہوئی، ستر سطروں میں پھیلی ہوئی ہے[1] آیات و احادیث و اقوال علماء کی کثرت اور علمی و فنی اصطلاحوں کی بھرمار اس قدر ہے کہ جو شخص عربی زبان اور علوم مختلفہ سے واقف نہیں اور ان پر اگر اس کی دسترس نہیں تو لطف اٹھانا تو درکنار ایک لفظ سمجھنا اس کا مشکل ہے[2]

یہ مشکلات پیش نظر تھیں کہ اہل قلم نے سبک قدیم کی طرف بازگشت کرنا اور

---

[1] رقعات ابوالفضل۔ [2] جس کی مثالیں ایران میں تاریخ نادری۔ درہ نادرہ۔ اور ہندوستان میں سہ نثر ظہوری اور وقائع نعمت خاں ہیں۔

" کاغذ زر بوسیلۂ مہربانی نامہ رسید محروم وصال سیمیں براں را شگون دل فریب گردید بہ خزینہ دارکش گنج فرستادہ آمد۔ گویند سر تسلیم جنباینده و بخندۂ دنداں نما آشنا گردیده در بار سخن شد کہ عذرے جز تہیدستی ندارم وبا ایں بے زر بہا حرف زر دادن چوں بزباں آرم کہ سقف خزینہ اگرچہ از بام فلک عالی تراست امّا پہنائے آں از جوف خالی تر۔ سیم اشک رواں کہ بے سامانیم روائی دارد اگر فرمایند نثار قدم نمایم واگر منظور بود بسر خدمتے نقد دل از ضرب غم افلاس سکّہ زده پیش آیم والا جہلتے تواں داد تا بگدیہ گری و بے نوائی دریوزہ روز بشور " چیزے بده " از ہر دوکاں فراہم آرم وبمانند دینار ہائے داغ کہ فلک سینہ سوز از گردش مہر ومہ بدلم سپرده یک یک بہ مصرف خدام شما سپارم۔ اگرچہ نقد را بامید نسیہ گزاشتن خویشتن را بشمار ابلہاں آوردن است۔ امّا چہ تواں کرد کہ ایں سیم رواں در فراق سیمیں عذاراں زیادہ از وو دارم چار ونا چار ده روز دیگر بہ وعدۂ دل فریب تر از پیمان یاقوت لباں می گذارم "

عبارت بالا میں " خامہ اشک بار " اور " نامہ جوہر نثار " کے مقفیٰ ٹکڑے اور ان کا باہمی تقابل۔ اسی طرح " گوہر گراں بہائے مضامین دل پسند " اور " یاقوت خوش رنگ معانی رنگین ارجمند " وغیرہ کے فقرے کان کو بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ اپنے مضامین کا نادر اور اچھوتا ہونا کس خوبی سے بیان کیا ہے۔

" نہ دانی کہ مروارید ناسفتہ ام از گدیہ عمان است وگماں نبری کہ لولوے درخشانم از خوان کرم نیساں " [1]

مخاطب کے حق میں جو دعا کی ہے وہ قابل توجہ ہے :

" تا نہ راز کان برآید از مسند عقدہ کشائی در نیاید وتا سیم سادہ سیمیں

---

[1] اپنے ایک قصیدہ میں بھی اسی مضمون کو ادا کیا ہے۔
میرے گوہر تمام ناسفتہ    میرے یاقوت سب بدخشانی

دیباچے و تقریظات ۵ ۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا اس وقت ملک میں سہ نثر ظہوری، مینا بازار اور پنج رقعہ وغیرہ کو فارسی نثر میں مثالی مقام حاصل تھا۔ مومن کے یہاں بھی یہی رنگ شروع سے آخر تک نمایاں ہے۔ یہ کہنا تو درست نہیں کہ ان کی نثر نثر ظہوری کے ہم پایہ ہے۔ البتہ مقفٰی عبارات، لفظی مناسبات، رنگینیٔ تحریر، ندرت استعارات طوالت اور مبالغہ کے لحاظ سے اس کے لگ بھگ ضرور ہے اور جگہ جگہ آیاتِ قرآنی کی تضمین یا طب و نجوم کی اصطلاحات کا استعمال دیکھ کر ان کی قدرتِ کلام پر ایمان لانا پڑتا ہے ہم یہاں بعض اقتباسات پیش کریں گے اور ان پر اظہار خیال کریں گے۔ مثلاً وہ ایک خط میں حکیم احسن اللہ خاں سے اس طرح مخاطب ہیں :

"خامۂ اشک بار گوہر نایاب می بارد و نامۂ جو ہر نثار سر مہری مسندِ قیصر و خاقان فرو نمی آرد۔ گوئی بنام نامی گزیں برادر سراپا احسان می طرازم و گوہر گراں بہائے مضامین دل پسند یا قوت خوش رنگِ معانی رنگین ارجمند نثار فرق فرقداں سائے حکیم احسن اللہ خاں کہ وحید زمان است و فرید روزگار می سازم۔ ندانی کہ مروارید ناسفتہ ام از گہر یہ عمان است و گماں نبری کہ لولوئے درخشانم از خوان کرم نیساں۔ دعائے کہ از تہ دل جوشد از دست صدفِ بے زباں نیاید و ثنائے کہ تاثیر را بہ نرخ شہد و خزف فروشد از معدن دریدہ زیبا نماید۔ اجابت را نوید گنج شائگاں از خزینہ سینہ بردن و تاثیر را مژدہ طلائی دست افشار دعائے سرہ از لب و زبانم بکف آوردن۔ تا نہ رازکاں برایداز مسند عقدہ کشائی در نیاید و تا سیم سادہ سیمیں براں کار دل پسند عشاق بے سروساماں کشاید گرہے از رشتہ امید ہر کس و ناکس بے جنبش دست او نکشاید۔"

حکیم صاحب نے مومن کو کوئی ہنڈی روانہ کی تھی مگر اتفاق سے وہ بھن نہ سکی۔ اس مضمون کو کیسے ظرافت آمیز پیرائے میں بیان کرتے ہیں :

دار سیدہ ، اے معانی نزاکت جوہر، زباں تراوید نست نازک دماغے پُرسانِ حال از ورد سرش می ہراسم ، واے مضامین لطافت پرور ، ہنگام نزول بہ زباں رسیدن ۔ لطافت سرشتے چارہ جوئے ملال ۔ جزائے درشتی سخن می شناسم ، اے تیرگی شمم بکار مدادآ ۔ حرفے چند بہ ماہ رخسارے می نگارم ۔ واے ظلمت کوکبم ، تسوید کتاب نامہ سیاہے بنما ۔ شکوۂ شام فراق از مہر عذارے می دارم ، اے دیدۂ خوں بار پارہ پارہ جگرم ریز ۔ شنجرف لوح را حیرانم ، واے زردی رخسار بہ آب دیدہ ام در آمیز تدبیر افشاں زر ندانم ، اے دود جگر پیچ و خم سطرِ مکتوبم شو ، حسرت زلف خم بہ خم تاب فرساست ۔ واے شعلہ برق شرر بہ دست گیری برخیز ۔ ہنگام گرمی ہنگامۂ مضامین واویلا ۔"

مغربی طرز تحریر کے خوگر اور اختصار اور سادگی کے دلدادہ اس طویل اقتباس اور تکرار سے آزردہ ہوں گے ۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ہر چیز کو اس کے ماحول کی روشنی میں دیکھ کر ہی کوئی رائے قائم کی جا سکتی ہے ۔ آج اگر کوئی اہل قلم موجودہ مسائل کے اظہار کے لئے یہ پیرایہ اختیار کرے گا تو وہ یقیناً بے محل اور ناروا ہوگا ۔ لیکن وہ جس عہد اور ماحول کی پیداوار ہیں اس کے پس منظر میں دیکھنا ہوگا کہ یہ اسلوب (خواہ آج وہ کارآمد نہ ہو) اپنے زمانے کے مسلّمہ شرائط پر پورا اُترتا ہے یا نہیں ؟ اگر فردوسی سے مثنوی رومی کے معارف و حکم کی توقع رکھیں اور حافظ سے اقبال کے ملّی جذبات کا مطالبہ کریں یہ ایسا ہی ہوگا جیسے کسی دائرے میں چوکھونٹی چیز ۔

غرض مومن کی نثر اپنے اندر ORNATE PROSE کی تمام خوبیاں رکھتی ہے ۔ مثال کے طور پر " خامۂ تظلّم صریر " اور " نامۂ خونیں تحریر " میں نہ صرف آخری الفاظ ہم قافیہ ہیں بلکہ " خامہ " اور " نامہ " بھی ہم قافیہ ہیں ۔ یہی حال " بنال " اور " ببال " کا ہے ۔ اس کے علاوہ " خامہ " اور " نامہ " اور " بنال " " ببال " میں صنعتِ تجنیس بھی ہے ۔ آگے چل کر مومن نے ایہام تناسب سے کام لیا ہے اور " بلبل " کی رعایت

بہاں[1] کار دل پسند عشّاق بے سروساماں کشاید گرہے از رشتہ امید ہر کس وناکس بے جنبش دست او نکشاید"۔

دوسری عبارت میں "ہنڈی" "خزانچی کا جو ذکر آیا ہے اس سے اس زمانہ کی اقتصادی بدحالی کا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے، اسی کے ساتھ خزانچی کے ذکر میں جو طنز وظرافت کی چٹکیاں لی گئی ہیں وہ لطف سے خالی نہیں۔ صنائع لفظی و معنوی مثلاً زر، سیم بر، سیم اشک، اشک رواں، نقد دل، ضربِ غم، سکّہ، دینار داغ وغیرہ یہ لوازم اس دور کی فارسی نثر کا مزاج تھا۔ صرف فارسی پر کیا انحصار ہے، اس دور کے اردو لکھنے والے بھی اپنے آپ کو ان لوازمات سے آزاد نہ کرسکے تھے۔ چند تشبیہات بھی قابل غور ہیں۔ دعا کو "طلائے دست افشار" یا "گنج شائیگاں" سے "اشک رواں" کو "سیم" سے "داغ دل" کو "دینار" سے "خزانچی کے وعدے کو "پیمانِ یاقوت لباں" سے نسبت دینا ان کے تخیل بلند کی دلیل ہے۔

ذیل کا خط جس کا عنوان "نامۂ لبریز گلۂ ناز بے جا ـــ بنام مطربہ زہرہ نوا" ہے۔ کئی اعتبار سے نہایت دلچسپ ہے، اول یہ کہ وہ مومن کی حیات معاشقہ سے متعلق ہے اور ان کی جوانی کی رنگ رلیوں کے دور پر روشنی ڈالتا ہے۔ دوسرے اس میں انھوں نے ایک حسین ڈومنی کے ناز بے جا کی شکایت کی ہے اور مزے مزے کی چٹکیاں لی ہیں۔ تیسرے تحریر میں کافی رنگینی اور رعنائی ہے۔ اس کا اقتباس ملاحظہ ہو:

"اے خامۂ تظلم صریر، بلبل آسا بنال، گل گوش، غنچہ دہاں نے برصدائے تست، وائے نامۂ خونیں تحریر، چوں شقایق برخود ببال، بہ نگارین دست رنگیں ادائے جائے تو۔ اے شوق تقاضا فرما مدے تغافل سرشتے حالم بپرسیدہ۔ وائے دردجاں فرسا، ترحمے، عیسی لبے بچارۂ بیچارگی

---

[1] حسینوں کا جسم جو چاندی کی طرح چمکتا ہے۔

این قوم جفا بنیاد کہ کدورت سرمہ خانۂ سیاہ کن بہ آب دشنہ غمزۂ خوں خوار
می‌آلایند تا بنائے استیصال عاشق استحکام پذیرد ۔

الفاظ کی مناسبت سے قطع نظر معنوی لحاظ سے دیکھئے تو بھی عبارت کا حسن بیان سے باہر ہے۔ انشاء پرداز نے معشوق کی نگاہِ گرم سے آگ پیدا کی اور اب ضرورت تھی کہ وہ آگ بھڑکے اور شعلے دور تک بلند ہوں۔ اس لئے دامن کی جنبش درکار ہوئی لیکن اس آگ اور دامن کا کوئی جوڑ نہیں اس لئے مژگاں کا دامن بنایا اور اس کی جنبش کی ہوا سے آگ کو بھڑکایا۔ اسی طرح عاشق کی زندگی کی عمارت تباہ کرنے کے لئے ایک طرف دھوئیں کی ضرورت تھی جو خانۂ وجود کو سیاہ کردے، دوسری طرف پانی کی جو سب کچھ بہالے جائے۔ بالآخر چشم سیاہ کے سرمہ اور خنجر غمزہ کی آب نے یہ مشکل حل کردی۔ آخری ٹکڑے "تا بنائے استیصالِ عاشق استحکام پذیرد" میں بھی کافی جدت سے کام لیا گیا ہے۔ یعنی یہ کہنے کی بجائے کہ عاشق کی بنا استیصال قبول کرلے۔ یہ کہا گیا کہ عاشق کے استیصال کی بنا مستحکم ہوجائے۔

بعض مقامات پر آیات قرآنی کے اقتباسات کس خوبی سے لائے ہیں گویا نگینے جڑ دیئے ہیں۔

"آزاں کہ بہ مطلب مناع للخیر معتد اثیم رسیدہ ابد آل نشیندن
انداز احسن کما احسن اللہ الیک شنیدہ بہ فریب نگارش طمع . . . . .
. . . . . . و نیک نامی نمی گرایم و ازیں کہ یمنعون الماعون خواند و مصداقِ
کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف۔ می دانید لب نصائح
سعی و کوشش در انجاح مرام نمی کشایم "

اسی طرح بعض خطوط میں طب اور نجوم کی اصطلاحیں ایسی برمحل استعمال کی ہیں کہ وقائع نعمت خاں کا اسلوب نظروں میں پھر جاتا ہے۔ طوالت کے خوف سے اقتباس سے گریز کرتا ہوں۔ البتہ ۲ خطوط کا حوالہ ضرور ہے جس میں سے ایک میں مواد، تلیین مغز، فلوس، اخراج، سدّہ، احشاء، سقمونیا، خون، برص، درمان، انامل ،

سے "سر برگل گوش"، "غنچہ دہانے" اور "خونیں" کی رعایت سے "شقایق نگارے" اور "رنگین" کے الفاظ لائے ہیں۔ علیٰ ہذا "تقاضا" اور "تغافل"، نیز "دردِ عیسیٰ" اور "چارہ" میں صنعت تضاد کو استعمال کیا گیا ہے۔ اگر کوئی اس قسم کی رعایات اور مناسبات کی تلاش کرے تو سامان کی کمی نہیں ہے ان کے یہاں قافیہ کی رعایت کا اہتمام ہے اور ان کا کمال یہ ہے کہ ان میں بے ساختہ پن ہے جس کو آورد سے کوئی علاقہ نہیں۔ کہیں کہیں ہر پارہ میں چار چار فقرے آئے ہیں اور ہر فقرہ اپنے متقابل فقرے سے قافیہ میں ہم آہنگ ہے۔ چند ذیل کی مثالوں سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے:

"اے معانی نزاکت جوہر، زمانہ تراویدن است، نازک دماغ پرسان حال، از در دسرش می ہراسم، اے مضامین لطافت پرور، ہنگام ازدل بہ زباں رسیدن، لطافت سرشتے چارہ جوئے ملال، جز ائے درشتی سخن می شناسم۔"

اس سلسلہ میں ان کے نادرہ کار تخیل نے تشبیہات کے نئے نئے باغ کھلائے ہیں۔ مثلاً "تیرگیٔ شب" کو "دوات کی سیاہی" کے کام میں لاتے ہیں۔ وجہ کیا ہے یہ کہ ایک ماہ رخسار کو حال دل لکھنا ہے یا "ظلمت طالع" سے "تحریر نامہ" میں مدد چاہتے ہیں۔ سبب کیا ہے یہ کہ ایک آفتاب رخسار کو شام فراق کی روداد تحریر کرنا ہے۔ اس مقصد کے لئے "دیدۂ خوں بار"، "شنگرف لوح" کا اور "زردیٔ رخسار"، "افشاں زر" کا حکم رکھتی ہے۔ "دو دِ جگر"، "سطر مکتوب" بن کر "زلف پرُخم" کی حسرت کی روداد ہے اور "شعلہ برق" مدد کو پہنچ کر باعث "گرم بازاریٔ فریاد" ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بیان کی ندرت اور تشبیہوں کی جدت اور الفاظ کی مناسبت کے لحاظ سے مومن کی انشا، ظہوری کی طرز تحریر سے ملتی جلتی ہے۔ تخیل کی فراوانی خیال کی نزاکت دیکھنا ہو تو نمونہ کے طور پر صرف دو جملوں پر نظر ڈالئے:

"دادبے داد ازیں فرقہ ستم ایجاد کہ آتش نگاہ گرم بہ ہوائے جنبش مژگاں دامن دراز تیز جی نمایند تا شعلہ فتنہ بالا گیرد و گوناگوں فریاد از تطاول

تذکرے ہمیں بتاتے ہیں کہ ان کے علم و فضل اور شعر و ادب کی قدر ان کی زندگی میں ہو گئی تھی۔ تاہم وہ محسوس کرتے تھے کہ قدر بکمال کی سطح اوج کمال کی سطح سے ہنوز نیچی ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ ہر انصاف پسند ناقد مندرجہ بالا عبارت کو جو کہ بہ یک وقت دعوا بھی ہے اور دلیل بھی۔ پڑھ کر ان کی قدرت کلام پر ایمان لائے گا۔ یہاں یہ کہے بغیر نہیں رہا جاتا کہ اگرچہ دور حاضر کے ناقدین رفتہ رفتہ مومن کے اعتراف کمال کیطرف مائل ہو رہے ہیں۔ پھر بھی مذکورہ بالا پیش گوئی کے مطابق ان کی قدر جیسا کہ حق ہے ابھی تک نہیں ہو سکی۔

ان کے خطوط کے ذریعے بعض ایسے اشارے بھی مل جاتے ہیں جن سے ان کی زندگی کی تصویر بنانے میں مدد مل سکتی ہے۔ یہ بات پہلے کہی جا چکی ہے کہ ان کے "ایام جوانی" کا ایک حصہ "چناں کہ افتد و دانی" کے مشاغل میں بسر ہوا تھا۔ اس کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی وجہ سے انھوں نے اپنے سے کم درجہ کے دیہاتی گھرانے میں عقد کر لیا تھا۔ بعد کو کسی مصلحت کی بنا پر قطع تعلق کر لیا۔ اس موقع پر ان کے ایک شاگرد و دوست غلام ضامن المتخلص بہ کرم نے جو شاید درمیان میں پڑے تھے دبی زبان سے نصیحت کرتے ہوئے ان کو سسرال آنے کی دعوت دی ہے۔ مومن کا جواب سنیے، اگرچہ اقتباس طویل ہے مگر لطف سے خالی نہیں ہے:

"خدارا بجہنم افتادن مومن باعث شادی و سرور نبود و کسے بذلت و خواری بقریہ ودہ در دنیا مشہور نگردیدہ۔ دو سہ ماہ کہ بنادانی و سادہ دلی مرتکب جریمہ بہ نااہلاں ساختن گردیدم از ہیچ کس جز ملامت و نفریں نشنیدم اکنوں کہ فارغ البال و خوش حال ام خدا نہ کردہ بہ مصیبت خود دا گرفتار نمایم و بہ مجلس از عقل ہزار فرسخ دور افتگاں در آیم۔

ع "من جرب المجرب حلت بہ الندامہ"

آیہ مثنیٰ و ثلث و رباع خواندہ ام و معنی آں از اساتذہ بہ تحقیق رساندہ۔ اگر از حرام توبہ کردہ ام حلالے نگزاشتہ ام و اگر پائے از ہرزہ گردی برداشتہ ام

حرکت مذبوحی، جنبش شریانی جیسی اصطلاحات استعمال کی ہیں۔ دوسرے میں ستارہ پرست، اصطرلاب، ارتفاع شمسی، طالع اخترشناس، تسویدالبیوت، رصدبنداں، ثوابت، کرہ ارض جیسے الفاظ لائے ہیں۔ طب و نجوم کے بغیر جانے عبارت کے مفہوم کو سمجھنا محال ہے۔

ان کی زندگی کا ایک حصہ عاشقانہ سرگرمیوں اور آزادانہ مشغلوں میں گذرا۔ چنانچہ خطوط میں بھی وہی عاشقانہ نوک جھونک قدم قدم پر ملتی ہے۔ مثلاً:

"عاشق معشوقانہ مزاجم و باصد نیازمندیہا بے احتیاج۔ عاشق وفا شعارم اما غیرت مندو بندہ حق گذارم الا خریدار پسند۔ بلبلم در ہر گلشنے نغمہ نسرایدو طوطیم بر ہر شکر لبے منقار نکشاید۔ یوسفم غلام زلیخا نشود کہ بہ زنداں بلا بنشاند و فرہادم بہ عشق شیریں تلخی نہ کشد کہ لب شکریں وقف پرویز گرداند۔"

اس عبارت سے ان کی سیرت کے ایک خاص پہلو (غیرت مندی) پر روشنی پڑتی ہے۔ معاملات حسن و عشق میں یہ آواز بالکل نئی ہے اس لئے کہ اردو شعر و ادب میں عاشقانہ مزاج نیازمندی، انکساری، فروتنی اور نفی خودی پر منحصر ہے اور اس میں شاعر نہ صرف غیرت مندی کا اظہار کر رہا ہے بلکہ اپنی انا اور تعلّی کا اظہار کر رہا ہے۔ ان کو اپنی قدر و قیمت کا اندازہ تھا اور اسی کے ساتھ زمانہ کی ناقدری کا بھی شدّت سے احساس تھا۔

"از قدرناشناسی و سخن نافہمی ہیچکسم خریدار نیست وجواہر زواہرم را بہ شبرنگی نیز روز بازارنے۔ گرد کساد آں قدر نہ نشستہ کہ طوفان نوحؑ از متاع تختہ بند من تواند بردن و زنگار ناروائی آں چناں نہ بستہ کہ غبار صرصر عاد آئینہ ام را بجلا خواہد آوردن۔ یوسفم را بہ کلاہ پیرزال نمی خرند و از چاہ کنعانی بسیم قلب ہم نمی برند۔ با اعجاز ید بیضا تہی دستم و با دم عیسوی آزار پرست۔"

۱؎ خط بنام حکیم احسن اللہ خاں ۲؎ خط بنام حکیم احسن اللہ خاں

# مقدمہ

از: حکیم احسن اللہ خاں

انشائے محمدت سخن آفریں خالقی کہ نقوش گوناگوں بر صفحۂ ہستی نگاشتۂ قلم قدرت اوست تاب و توانائی نئے قلم نیست و تحریر ثنائے معنی طراز صانعے کہ نقاط انجم بر سطح فلک ریختۂ کلک صنعت اوست در نیروئے بیان و رقم نے، نطق اینجا مہر خموشی بردہان است و ناطقہ انت کما اثنیت علی نفسک بر زبان عجز۔ قدسیان از مضمون تسبیح پیدا است و بے زبانی گرو بیان از معنی تمجید ہویدا گر بیان سحر بجنوں نفس زدن دریدہ است و دست خورشید بجرات ـــــــــــ خطوط شعاعی بریدہ ـ قلم باین حرف آشنا نیست و لوح بااین حکایت نقش آرائی، عرش را آن پایہ کو کہ ازیں مبحث سخنے بر کرسی نشاند و کرسی را آن درجہ کجا کہ ازیں گفتگو حرفے بر زبان راند آن ظلوم و جہول کہ بار امانت بے تامل برداشت سر بار ایں گرانبار نیز بعذر ناتوانیہا در گزاشت ـ من کہ در نوع ہم ناجنس ترم و نادان از تمیز عرض و جوہر بہ سخن چہ درآیم و زبان چہ کشایم صد بار پیش بصید مضمون نعت پیغمبر امی لقب دام گستردہ ام و ہزار نوبت رنج تکاپو بطریق توصیف محمد عربی صلوٰۃ اللہ علیہ و علی آلہ و اصحابہ کہ تشریف و ما ینطق عن الہوی بر بالایش راست آمدہ بردہ ـ آخر خویشتن را اسیر دام واماندگی یافتہ ام و براہ عجز و انکسار شتافتہ آرے آنرا کہ خداوند ناطقہ ایجاد مدح سرا بود بندہ بے زبان را ستائش چہ سزا جوہر اول نیم کہ پایہ ختم المرسلین بشناسم و عقل کل نیستم کہ بجزی بیان محامد آن حضرت نہ رام من کجا و لاف حمد و نعت از کجا ـ دریں سخن نیست ایں مطلب حریف لب و

دست از ازدواج برنداشتہ ام وچوں از جہلائے نابکار رنجہا کشیدہ ام و برپیوستن دہاقین بداطوار مصیبت ہا دیدہ ام۔ سر آں دارم کہ با ہمچو عالی خاندانے فلک شکوہے وصلت نمایم و چشم تماشا طلب بدیدار خوش نسبی زہرہ گوہری کشایم ورنہ از دو سہ جا پیغام تناکح برزبان و مژدہ از وصال برخوردن درمیان اگر انصاف باشد ازیں نسبت کہ من دخترش را بعقد آوردہ ام تا روزِ جزا جز فخر و مباہات سخنے برزبان نیارد و ایں ہرزہ درائی و ژاژ خائی خود یک بارہ درگذارد۔ ہیہات، ہیہات۔ کہ بایں علو شاہی شاں با مشتی خاشاک نشی ساختم و بہ چندیں آسماں پائگی بکف خاکی پرداختم"[1]

[1] خط بنام غلام ضامن کرم۔

فراہم آوردم و بر متعلمین معنی طلب منتہا گزاشتم و خود ہم از برکت انفاس آن معجز کلامان فیض ہا برداشتم بدین تقریب زادۂ طبع خال زادہ خود را باگرانمایگان سنجیدم و گران تریافتم و تو ہم اگر انصاف را کار فرمائی و سگ آسا باستخوانی چند نگرائی زبان بتصدیق دعوئ صادقم برکشائی انصاف ہم از وست کہ خود میفرماید۔

از قصیدہ

منم کہ نیست قرانم بہیچ قرن و زمن

منم کہ نیست نظیرم بہیچ شہر و دیار

نبود و نیست عدیل من، امتحان اینک

ز زندگان لب و خامہ زمردگان اشعار

خواستم تا گہرہای پریشانش بیک رشتہ درکشم و چناں کہ یگانہ زمان و وحید دوران نواب مستغنی الالقاب محمد مصطفےٰ خان بہادر بدست آوردن اشعارش سعی ہا کردہ و بصد تردد و تلاش لختی فراہم آوردہ و صلائے عام بر چشم و گوش نکتہ سنجان دقیقہ یاب زدہ۔ من ہم ہر چہ از درہائی منثور رید ستم افتد بیک درج درکنم چون آن بزرگوار آزاد منش و لاابالی فطرت آمدہ باظہار ہنر ہا کمتر می پردازد و بی ضرورت کاری و تحریک دوستی حرفی از نوک قلم نمیریزد و آن ہم۔ بیت:

آن چنان زود کہ گر خامہ کند

دیر اندیشہ کند استعجال

تا بہ نقل برداشتن و بحر و بر در گزاشتن چہ رسد نیل تمنا صورت نہ بست و انجاح مرام نقش دلخواہ نگرفت لاجرم بدل پیمان بستم و عہد از دل گرفتم کہ ازین باز ہر نامہ کہ بنامم رقم زند یا بہ ابرامم کسان برطرازد بہمہ سعی در دست آرم و ازین خدمت بار منت بر گردن خود گزارم صحیفہ دل پسندی شیرازہ بندم و مجموعہ مضامین و معانی پراگندہ نہ پسندم۔ آخر نقش مراد

زبان من نیست۔ اندیشہ ام آسمان تاز است امّا جائیکہ اندیشۂ فلک نرسد چہ رسد۔ وخیالم بلند پرواز۔ اما بمقامیکہ بال وپر ملک فرساید چہ برآید فضیلت بشر بر سائر مخلوقات از نطق است وافضل کلام حمد خدا ونعت خیرالانام پس انسان را ازین ہر دو گزیری نیست واگر سوئے ادب بر زبان گزرد حجت نسبت کفر وزندقہ باشد وتا ستودہ را سزائے او ستائش نکنند ستائش نبود۔ درین صورت خموشی اولیٰ مگر بہمیں لاالٰہ الا اللہ محمدؐ رسول اللہ کہ ہم تعلیم فرمودۂ اوست۔ اکتفا رود ورنہ جواب یوم الحساب چیست وشافع روز باز پرس کیست۔

## نظم

تکلّم بود مایہ دار قبول ۔۔۔ زحمد خداوند ونعت رسولؐ

ولے کو زبان ستائش گری ۔۔۔ کہ فرش است صدجا سخن گستری

سخن گر رسانم بعرشش برین ۔۔۔ زبان کے توانم کشادن درین

چو از دل بلب این سخن در رسد ۔۔۔ زنہ چرخ آہم فراتر رسد

گزاف جنون خود سزاوار نیست ۔۔۔ خرد را درین بارگہ بار نیست

چہ خیزد ز اندیشۂ ہرزہ تاز ۔۔۔ زند جنگ چون صعوہ بر شاہباز

قلم کے تواند زبان بر کشاد ۔۔۔ بود سرمہ اش در گلو از مداد

سر لوح صد جا رقم دیدہ ام ۔۔۔ کہ تسبیح شائستہ کم دیدہ ام

حکایت پراگندہ تر می کنم ۔۔۔ دگر گفتگو مختصر می کنم

دعا ولب خاتم المرسلینؐ ۔۔۔ درود وخدای سخن آفرین

من واز تپ غم برافروختن
بحسرت نفس در گلو سوختن

امابعد! مضمونیکہ خامہ را بجنبش وطبع را در جوشش آوردہ فقیر نامہ سیاہ احسن اللہ الملتہم بہ طبیب عرضہ میدہم۔ این ہنگام کہ بیاضی از نثر قدما ومتاخرین

محیط فکر و خیالم بعالم معنی!

مہ سپہر کمالم ز خاطر وقاد
اگر بشہد برابر بود چہ خواہد کرد
بسر بلندی بیتم دکانچہ قناد
بنظم من ز شتر گربہ نیست ور باشد
چہ اشتر اشتر صالح چہ گربہ گربہ زیاد
فدای نامہ عطارد شود دم تحریر
برقص زہرہ در آید ز لذت انشاد

تا زبانِ انسان بنطق آشناست این نثر دلپسند ورد زبان نکتہ سنجان باد۔

دلخواه نشست وحصول آرزو صورت بست ۔ جزوی چند فراہم آمد اگرچہ بعضی ازان آن پایہ نداشت کہ بنام نامی او نسبت کنم و بدین سفینہ بنگارم چہ بضرورت نافہمی مخاطب الفاظ ہندی نژادان بکار بردہ از بلندیٔ معنی چہ سخن اما ہم ازان کہ کم پایگان نیز بی بہرہ نمانند وہم بتقاضای محبتی کہ از روز نخست من وآن یکتای زمان چون بادام دو مغز بیک پیرہن گنجیدہ ایم و مانند سرو سہی یکجا بالیدہ دل نداد کہ برباد دہم ۔ لاجرم این کتاب را سہ باب کردم ۔

باب اوّل ، نامہ ہائی کہ مشعر بر طرز تحریر آن منشیٔ بی نظیر است

باب دوم ، رطب ویابسی کہ نظر بنافہمیٔ مخاطب نگاشتہ ۔

باب سیوم ، تقاریظ وخطب و بعد ازین ہرچہ بدستم می افتد ہمدرین سہ فصل ثبت می نمایم واز عہدۂ کار خویشتن برمی آیم ودرین دیباچہ کہ خلاف رسم مستمرہ در محامد واوصاف و توصیف فنون و علومش غلو نکردہ ام و فضائل کمالاتش یکیک نشمردہ ازانست کہ صیت ہنرہایش اطراف گیتی را فراگرفتہ وشہرت دانش و خرد بانسوئے عالم رفتہ کدام کافر کیش است کہ از حال محمد مومن خاں گرامی برادرم آگاہ نیست وکدام بداندیش است کہ سر نہادۂ آن درگاہ نیست ہرکرا میدانم از من نکوتر میداند وہر کرا می بینم از من فزون تر می شناسد از خامہ فرسائی بیہدہ چہ حاصل واز ہرزہ درائی بیہودہ چہ فائدہ الا اگر این دو سہ بیت کہ ہم از قصیدۂ آنجناب فطنت مآب است نگاشتہ آید جا دارد از قصیدہ :

منم کہ فخر بود بو فراس واخطل را
گر از تلامذۂ خویشتن کنم تعداد

حدیث شاعری قیس در برابر من
بہ طعن زمزمۂ بلبل است شیون خاد

نہ امتی متنبیّ زبندگان بودی !
اگر شنیدی طرزی کہ کردہ ام ایجاد

کی تمیز سے ناواقف ہوں، کیا بول سکتا ہوں اور کیوں کر زبان کھول سکتا ہوں۔
سو بار پیغمبر امّی لقب کی نعت کے مضمون کو شکار کرنے کے لئے میں نے جال بچھایا اور ہزار دفعہ حضور کی تعریف کی راہ میں (جن کے قدِ مبارک پر خلعت "وما ینطق عن الھوٰی" لہ موزوں ہے) صعوبت اٹھائی۔ بالآخر اپنے آپ کو واماندگی کے دام میں اسیر پایا۔ اور عجز و انکسار کی راہ اختیار کرنا پڑی۔ یہ سچ ہے کہ جس کی خداوند ناطقہ ایجاد مدح فرمائے۔ بندۂ بے زبان اس کی تعریف کا حق کیوں کر بجالائے۔ میں جوہرِ اوّل (حضرت جبریلؑ) نہیں ہوں کہ ختم المرسلینؐ کا مرتبہ سمجھ سکوں اور عقلِ کل نہیں ہوں کہ آنحضرتؐ کے محامد کے بیان کی ہراس نہ کروں کہاں میں اور کہاں حمد و نعت کا دعوا دار۔ اس میں کیا شبہ کہ یہ مضمون میرے لب و زبان کے بس کا نہیں۔ بے شک میری قوتِ فکر آسماں رس ہے لیکن جہاں آسمان کے فکر کی رسائی نہ ہو وہاں یہ کیونکر پہونچے اور یقیناً میرا خیال بلند پرواز ہے لیکن جس مقام پر ملائکہ کے بال و پر جلیں، وہاں اس سے کیا بن پڑے۔ انسان کی فضیلت باقی مخلوقات پر گویائی کی بدولت ہے۔ اور بہترین کلام حمدِ خدا اور نعت خیر الانامؐ ہے۔ اسی لئے اس کے لئے یہ دونوں امور (حمد و نعت) ناگزیر ہیں۔ لیکن اگر کوئی لفظ خلافِ ادب زبان پر آئے تو کفر و بے دینی سے منسوب ہونے کی دلیل قرار پائے۔ اور اسی کے ساتھ جب تک ممدوح کی تعریف اس کے مرتبہ کے لائق نہ ہوگی، تعریف نہ کہلائے گی۔ اس صورت میں خاموشی ہی بہتر ہے۔ البتہ لاالٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ پر جو خدا ہی کا سکھایا ہوا ہے اکتفا کرتا

(بقیہ صر گذشتہ)

۵۳ تجمید: اس میں کلمہ تجمید کی طرف اشارہ ہے "اللہ پاک ہے سب تعریفیں اسی کے لئے ہیں۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ بزرگ و برتر کی مدد کے بغیر کسی میں توانائی و قوت نہیں۔"

لہ آنحضرتؐ اپنی خواہش سے نہیں بولتے۔ (قرآن)

# مقدمہ (ترجمہ)

## از حکیم احسن اللہ خاں

اس سخن آفریں خالق کی حمد رقم کرنا جس کے قلمِ قدرت نے صفحۂ ہستی پرگوناگوں نقوش کھینچے ہیں، نئے قلم کی طاقت نہیں اور معنی طراز صانع کی ثنا تحریر کرنا جس کے کلکِ صنعت نے سطحِ فلک پر نقاطِ انجم بکھیر دیئے ہیں، بیان ورقم کے امکان میں نہیں۔ اس موقع پر گویائی مہرِ خاموشی بردہاں ہے اور ناطقہ "انت کما اثنیت علے نفسک"[1]، سے رطب اللسان ہے۔ قدسیوں کا عجز تسبیح کے مضمون[2] سے ظاہر ہے۔ اور فرشتوں کی بے زبانی تمجید کے مفہوم سے آشکار ہے[3]۔ صبح کا گریبان نفس زنی کے جنون میں چاک ہوگیا اور آفتاب کا ہاتھ خطوطِ شعاعی رقم کرنے کی جرأت کے باعث قطع ہوگیا۔ قلم اس مضمون (حمد) سے آشنا نہیں اور لوح اس حکایت کے نقوش سے خالی ہے۔ عرش کا یہ پایہ کہاں کہ اس بحث میں سخن کو کرسی نشیں کرے اور کرسی کا یہ درجہ کہاں کہ اس مسئلہ میں کوئی حرف زبان پر لائے۔ وہ ظلوم وجہول (انسان) جس نے بارِ امانت بے تامّل اٹھالیا تھا۔ اس بوجھ کو ناتوانی کا عذر کرکے چھوڑ دیا۔ میں جو اپنی نوع میں سب سے بڑھ کر ناجنس اور عرض وجوہر

---

[1] تو ویسا ہی ہے جیسی تو نے خود اپنی ثنا فرمائی ہے۔ (قرآن)

[2] تسبیح کا مضمون! فرشتوں کی تسبیح یہ ہے "اے خدا تو پاک ہے ہمیں کچھ علم نہیں بجز اس کے جو تو نے ہم کو عطا کیا ہے۔"

[3] (حاشیہ اگلے صفحہ پر)

میں ہوں اور تپ غم سے ہمیشہ جلنا۔
اور حسرت سے نفس کا گلے میں رُک کر باہر نہ نکلنا۔

امّا بعد جو امر قلم کی جنبش اور طبیعت کی جوشش کا باعث ہے، اس کو فقیر گناہ گار احسن اللہ (جو طبیب کے لقب سے متہم ہے) عرض کرتا ہے۔ اس زمانے میں، میں نے متقدمین اور متاخرین کے نثری نمونوں کی ایک بیاض مرتب کی اور دانش جویانِ معنی طلب پر احسان کیا۔ اور خود بھی ان معجز کلام باکمالوں کی برکتِ انفاس سے فیض اٹھایا۔ اس سلسلہ میں اپنے ماموں زاد بھائی (مومن) کے نتائج فکر کو ان گراں مایہ اساتذہ کے کلام سے تولا اور گراں تر پایا۔ آپ بھی اگر انصاف سے کام لیں اور کتّوں کی طرح ہڈیوں پر نظر نہ ڈالیں تو میرے سچّے دعوے کی تصدیق کریں گے۔ انصاف کیجئے وہ (مومن) خود فرماتے ہیں:

اشعارِ قصیدہ:

میں وہ ہوں کہ کسی قرن اور زمانے میں میرا قرآن (ہم سر) پیدا نہیں ہوا۔
اور کسی شہر و دیار میں میری نظیر نہیں پائی گئی۔
میرا مثل نہ تھا اور نہ ہے، چاہو تو امتحان کرلو۔
زندوں کے لب و قلم اور مُردوں کے اشعار تو موجود ہی ہیں۔

میری خواہش ہوئی کہ موصوف (مومن) کے بکھرے ہوئے موتیوں کو ایک لڑی میں منسلک کردوں۔ اور جس طرح فریدِ زماں، وحیدِ دوراں عالی جناب محمد مصطفٰے خاں بہادر نے ان کے اشعار جمع کرنے کی کوشش کی اور کمال جستجو سے کچھ حصّہ فراہم کیا اور اہلِ معانی کے چشم و گوش کو صلائے عام دی۔ اسی طرح میں بھی ان کی نثر کے موتیوں کو جو کچھ ہاتھ لگیں ایک درج میں جمع کروں۔ چونکہ غیرتِ موصوف کے مزاج میں آزادی و بے پروائی ہے اس لئے ہنر کے ظاہر کرنے کی جانب کم التفات کرتے ہیں۔ اور بے ضرورت اور بغیر تحریک کے کچھ تحریر نہیں فرماتے اور وہ بھی۔

ہوں، ورنہ قیامت کے روز کیا جواب دوں گا اور روز حشر کون میری شفاعت کرے گا۔

## نظم

حمدِ خدا اور نعت رسولؐ سے۔
نطق کو درجۂ قبول نصیب ہوتا ہے۔
لیکن ستائش کے لئے زبان کہاں سے لاؤں۔
کیونکہ سخن گستری سوجگہ عاجزی کی معترف ہے۔
اگر میں اپنے سخن کو عرش بریں تک پہنچاؤں
تو بھی اس امر میں زبان نہیں کھول سکتا۔
جب یہ سخن (حمد و نعت) دل سے لب تک آتا ہے
تو (ناکامی کے غم سے) میری آہ نو آسمانوں سے گذر جاتی ہے۔
جنون کو لاف و گزاف کرنا مناسب نہیں۔
عقل کو بھی اس بارگاہ میں بار ممکن نہیں۔
فکر ہر زہ تاز سے کیا بن پڑے۔
مولا کیوں کر شہباز پر چنگل مارے۔ قلم کیوں کر زبان کھولے۔
کیوں کہ سیاہی اس کے گلے میں عمر بن گئی ہے۔
میں نے لوح پر سو جگہ یہ عبارت مرقوم پائی ہے۔
کہ ایسی تسبیح جو شائستہ بارگاہ ہو کم دیکھی گئی ہے۔
میں کیسی یاوہ گوئی کرنے لگا۔
اب مناسب ہے کہ بات مختصر کروں۔
اگر دعا ہو تو اس کے لئے حضور ختم المرسلین کے لب۔
اور اگر درود ہو تو اس کے لئے خدائے سخن آفریں کی ہی زبان چاہئے۔

آئندہ جو کوئی تحریر ہاتھ آئے گی انہی تین ابواب میں درج کی جائے گی۔ اس طرح راقم اپنے فرض سے عہدہ برآ ہوگا۔

راقم السطور نے اس دیباچہ میں خلاف عادت ممدوح کے علوم و فنون کی تعریف و توصیف میں کسی قسم کا مبالغہ نہیں کیا اور ان کے فضائل کمالات فرداً فرداً نہیں گنائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا آوازۂ کمال تمام دنیا میں پھیلا ہوا ہے اور ان کے علم و خرد کی شہرت حدودِ عالم سے متجاوز ہو چکی ہے۔ کون کافر ہوگا جو برادر گرامی محمد مومن خاں کے حال سے آگاہ نہیں اور کون بد اندیش ہوگا جو ان کا بندۂ درگاہ نہیں۔ میں جس کسی کو جانتا ہوں وہ اس حقیقت کو مجھ سے بہتر جانتا ہے اور جس کسی کو دیکھتا ہوں وہ موصوف کے مرتبہ کو مجھ سے زیادہ پہچانتا ہے۔ بیکار خامہ فرسائی اور بے سود ہرزہ درائی سے کیا فائدہ۔ البتہ اگر یہ چند شعر جو مشار الیہ کے قصیدے سے اقتباس کئے گئے ہیں، سپرد قلم کئے جائیں تو بے محل نہ ہوگا۔

اشعار قصیدہ:

میرا وہ مرتبہ ہے کہ اگر بو فراس اور اخطل کو
اپنے شاگردوں میں شمار کروں تو اُن کے لئے سرمایۂ نازش ہو۔
میرے مقابلہ میں قیس کی شاعری کا ذکر
ایسا ہے جیسے چیل کی فریاد بلبل کے نغمے کو طعنہ دے۔
اگر متنبی میری ایجاد کردہ طرز کو سُن پاتا
تو امتی نہیں بلکہ میرا بندہ بن جاتا۔
میں عالمِ معنی کا محیط فکر و خیال
اور اپنی طبع روشن کی بدولت ماہِ آسمانِ کمال ہوں۔
اگر حلوائی کی دوکان شہد سے لبالب ہو
تو بھی میرے بیت کی سربلندی کے مقابلہ میں ہیچ ہے۔
میرے اشعار میں شُتر گربہ کا نام نہیں اور اگر بالفرض ہو

**بیت :**

اس قدر جلد کہ اگر قلم
دیر لگاتا ہے تو فکر عجلت چاہتی ہے ۔

اس صورت میں کلام کو نقل کرنے اور ایک مجموعہ کی صورت میں ترتیب دینے کا ذکر کیا۔ غرض مقصود حاصل نہ ہوا اور آرزو حسب دل خواہ نہ بر آئی ۔ مجبوراً میں نے طے کر لیا اور دل سے عہد کیا کہ آئندہ جب وہ کوئی مکتوب میرے نام رقم فرمائیں گے یا دوسروں کی خواہش پر تحریر کریں گے ۔ میں بہ سعیٔ تمام اس کو حاصل کر کے اس خدمت سے خود اپنی ذات کو ممنونِ احسان کروں گا ۔ میں ان مکاتیب کو ایک صحیفۂ دل پسند کی شکل میں مرتب کروں گا ۔ کیونکہ پراگندہ مضامین مجھے پسند نہیں آتے۔ آخر مراد پوری ہوئی اور تمنّائے دلی برآئی اور اس طرح کچھ اجزاء فراہم ہو گئے ۔ اگرچہ ان میں سے بعض اس مرتبہ کے نہیں کہ موصوف کے نام نامی سے ان کو نسبت دوں اور اس مجموعہ میں درج کروں ۔ چونکہ بلند مضامین ایک طرف ، انھوں نے اکثر مخاطب کی نافہمی کی بنا پر ہندی نژادوں کے الفاظ استعمال کئے ہیں ۔ لیکن اولاً اس غرض سے کہ کم مایہ لوگ بھی ان خطوط سے فائدہ اٹھا سکیں ، اور ثانیاً اس تقاضائے محبت کے باعث (کہ ابتدا سے میں اور وہ یکتائے زماں بادام دو مغز کی طرح ایک ہی پیرہن میں رہے اور سرو سہی کی طرح ایک ہی چمن میں پلے بڑھے ہیں ) دل نے گوارا نہ کیا کہ اس حصّہ کو ضائع ہونے دوں ۔ اس خیال سے اس کتاب کو تین ابواب میں منقسم کیا ہے ۔

۱۔ باب اوّل : وہ مکاتیب جو اس منشی بے نظیر کے طرز تحریر کے آئینہ دار ہیں ۔

۲۔ باب دوم : وہ رطب ویابس خطوط جو مخاطبین کی نافہمی کے خیال سے سادہ انداز میں لکھے گئے ہیں ۔

۳۔ باب سوم : تقاریظ اور خطبات پر مشتمل ہیں ۔

# حصّۂ اوّل

مشتمل بر انشائے کہ شائستہ نسبت بنام اں وحیدِ زمانہ و
سخن سنج یگانہ است ۔

تو میرا اشتر صائح اور میری گربہ گربۂ زباد[1] سے کم نہیں۔
جب میں لکھتا ہوں تو عطارد میری تحریر پر فدا ہوتا ہے۔
اور جب شعر پڑھتا ہوں تو اس کی لذت سے زُہرہ محوِ رقص ہو جاتی ہے۔
جب تک انسان کی زبان گویائی سے آشنا ہے۔ یہ پسندیدہ نثر نکتہ سنجوں کے وردِ زبان رہے۔

---

[1] زبّاد ایک جنگلی بلّی کا (جس کو مشک بلائی کہتے ہیں) عرق ہے جو نہایت خوشبودار ہوتا ہے۔

ہر زمان چوں روز سیاہ و شب تار۔ از یاران میگریزم۔ قطرب، ہمین باشد۔ لمتر بطالع دون میخندم داء الکلب چنیں بود۔ سہر خواب بر عاشق حرام است سُبات ہمان بے خودی مدام۔ خیال طول امل ابیلیما باشد و بجوش آمدن خون مورث ابو بلقسا۔ کابوس در بخود یہا غیرت بلہوس، نعاس در مستی رسیدن عسس۔ آئینہ چشم جلوہ گاہ دلبر است سکتہ بثبوت رسیدہ وگردن از فرمان اطباء پیچیدن تشنج وکزاز گردیدہ۔ لقوہ بز ابی پیچ از خم زلف سخن گفتن خدر روح حساس از صحبت اعضاء بر آشفتن۔ رعشہ بی اختیاریہای اشتیاق خیالات بحسرت نگرستن محبت بتان وعشاق۔ گمان یرقان از رنگ زرد، برد اطراف از ضبط دم سرد۔ سیل از نظارہ غیر پردہ بر چشم گزاشتن شعر المنقلب تصور برگشتہ مژگان نگہداشتن۔ ظفرہ تخیل ناخن نگار بستہ نگار، سلاق تراوش پارہای دل از دیدۂ خوں بار۔ نزول الماء پیہم گریستن۔ ضیق النفس من بی یار زیستن۔ طنین از مکالمت با تصور ناہید سرای است جوش عطاش از سرگرمی یار شمع لقای۔ زکام بہ تہیہ ملکشت بہشت آفرین لوئی، ضرس لب گزیدن از دست ترش ابروئی۔ شور الشفۃ از گرمی تقریر شقاق اللسان از نالہای الماس تاثیر۔ بطلان الذوق از غم وغصہ خوردن خناق راز دل بر زبان نیاوردن۔ سعال بہانہ جواب نصیحت گر نفث الدم فغانہائی دشنہ اثر۔ عسر البلع در فرو بردن جرعہ تبرید و قروح الحری از ناگواری لقمہ ہای صبر۔ علامۃ شوصہ بر ہیئتی نیستوان خفت۔ جفاف اللسان باین تر زبانیہا ہیچ نتوان گفت۔ خار خار دشت گردیہا باعث خفقان، تشنہ کامیہائی وصال باعطش مفرط توامان۔ غشی از ضعف دل است وضعف دل از کش مکش شوق تاب گسل۔ سوء الہضم از کباب جگر بجوع کاذب خوردن وجشاء حامض گلۂ ترش روی برلب آوردن۔ تہوع وغیثان از ہمسرگی رشک اعداست واختلاج معدہ در خواہش گزک نیمخوردۂ دلربا۔ فواق از لذع زہراب ہجرانست ودفع آن از کثرت حسرت خوردن می ترسم کہ تنگ ظرفی ماسا یقیا برداشت کیموس نکشد واز تخالف مذہب اندیشہ ناکم کہ سدہ اثنا عشری با یلاؤس

(۱)

## بنام حکیم احسن اللہ خاں

اولین نامہ بنام این گرامی نامہ فراہم ساز کہ دو روز از دولت پرسش وسعادت عیادت محروم ماندہ اندوختہ بودم۔

نظم

ای مرگ بدور چارہ ات در آزار
جز چشم بتاں کسی ندیدم بیمار

دانم کہ شفاخانہ شود گورستان
گر رنجہ کنی قدم پئے استغفار

حال برادر نزار شنیدہ و بعلل و اسباب رسیدہ۔ لبی بہ پرسش نکشادن این عقدہ کشاد و گامی بطریق عیادت نہادن رو براہ تفہیم نہاد۔ چوں راز پنہاں پنہاں نماند و سر مکتوم سزای کتمان اگر نالہ بیمارانہ سرکنم زبان بکام است واگرچنیں وصایا برلب آرم نفس واپسین صواب انجام ورنہ مداوائے مریض عشق بہ نسخہ معجز مسیحا منقول نیست ودعوی تیمار دردمند محبت از لقمان مقبول نی۔ گیرم کہ رای اصابت قرین بجان داروی وصال پی بردجانانہ عاشق کش را بغم خانہ کر تواند آورد۔ دریں جاہم شرح احوال وتفصیل ملال بیصرفہ نخواہد بود۔ شغل دم شماری خود مفت منست۔ بعد مرگ ہم باگاہی این دوست غم گساری تواں نمود۔ فی الجملہ گردن کشی اخلاط اربعہ سرکوب این دودلہ نیم جانست وپریشانی خواس خمسہ اختلال ستہ ضروریہ را ضمان۔ قارورہ طلبی ورنگ کاہی دلیل گدازش تن بعذاب جر جیس است ونبض نملی از یاد آمدن حکایت سلیمان وبلقیس۔ افسانہ فصد لیلی باعث غلیان دم است وحکایت جوی شیر شیریں سبب ہیجان رطوبت وبلغم۔ شعلہ زدن آتش شوق را حمی لشقہ نام بردہ ام وجگر سوزی حرارت عشق را بہ تشخیص تپ محرقہ غلط کردہ ام۔ صداع دراندیشہ سرگرانی است وشقیقہ بفکر روگردانی۔ عصا بہ آنکہ سر از اطاعت بخت نگون نتواں برداشت وقرانیطس از انکہ روزگاری فارغ از حیص وبیص غمخواران باید گزاشت۔ نسیان از ژاژ خائی جلیبان است وآفتہ التخییل فکر تقرب رقیبان۔ دوار ہمہ دم ہم گردش سپہر ناہنجار است وسدر

(۲)

موتمن شوریده نوارا که بجوش آورده تسبیح برلب قدسیان گران است و ناہید نغمہ سرا بماتم طرب نوحہ خوان غلغلہ فغان بگوش کروبیان رسیدہ است وشور فریاد در گنبد گردون پیچیدہ ۔ بر سر دیوانہ ز نجیر گسستہ سنگ زدن نشانہ سنگ ملامت شدن است و سیہ مست بادہ جہالت را پند دادن بر زبان خردمندان احتساب پسند افتادن ۔ دریارا کس بشور آوردہ است و سیل بخانۂ مہماں بردہ ۔ ماتم زدہ را تکلیف بزم طرب نتواں داد و دل چاک شدہ را نمک بر جراحت نباید نہاد ۔ عیادت بیمار مایوس زہر در کاسہ ریختن است و صرصر مشت غباری گردیدن خاک بفرق خود بیختن ۔ بیت :

فریاد مرا گوش کند ہیچ کسے ہست
فریاد کہ فریاد فریاد رسی ہست

تغافل پژوہا مہربانی نامہ بتاکید ارسال مسودات مکاتیب ژولیدہ رقم وارسیدہ، واز کاکل سلسلہ مویان آشفتہ تر گردانیدہ ۔ ہنوز خامہ ام لب بجواب نکشودہ بود کہ نامۂ دیگر بمضمون شکایت تغافل ورود فرمود ۔ لاجرم خوی پیمان شکن وخاطر عہد گسل از کافرکیشان مسلمان دشمن استعارہ نمودم، وزبان نیاز بہ پاسخ فرمان واجب الاذعان کشودم ۔ توفیق عذر نیوشیدن و بدر دول رسیدن روزی باد ۔ پیدا است کہ گوہر معانیم ہمہ بی بہا ست ودُر ہای مضامینم جملہ از دریا در جنب زر تمام عیار سخنم گوی دست افشار پرویز کم عیار است، وپیش گنجینہ سینہ ام خزینہ قارون در کدام شمار ۔ یاقوت معانی رنگینم بازار لعل لب رنگین لبان شکستہ واز رشک آب وتاب دُر ثمینم غبار خاطر برلوی اشک صافی گہران نشستہ ۔

ابیات :

نہ انجامد۔ قولنج است کہ درہوای دل پہلو بہ پہلوی طپم استسقاست کہ بصد سبوی آب ہمان تشنہ لبم۔ از شکایت کدورت نفس برنیاوردہ ام ریگ درمثانہ فراہم گردیدہ و پامتلای خون اگر سنگ طفلان نخوردہ ام حصاۃ کلیتین از کجا بہم رسیدہ۔ سرکشی فریسموس بتصور حلقۃ الرحم یار است و برخود بالیدن خلق بارادہ کون دریدن اغیار۔ وجع المفاصل از حرمان ملاقات است و عرق النسا پابرپا زدن از التفات۔ نوبت اورام مغابن تا بدست و پا کشیدہ۔ باقرار سلامت اعضاء رئیسہ رئیس الحمقاء پندارم۔ حرارت غریبی قلب تا مغز استخوان رسیدہ انکار دق آخرین درجہ جہل مرکب انگارم۔ وادہ بحران ہر روزہ رنج جلوہ ہای بی ہنگام است و علت غائی ہذیان اینک جواب ادای بے محل و مقام۔ درچنین وقت کہ ملک الموت نشتر برگ جان سپردہ و مسیحا فریاد " ان تعذبہم فانہم عبادک " از عرش برین بالاتر بردہ غسال کافور بگلاب آلودہ و نجار تختہ تابوت در رود خیاط گریبان کفن دریدہ چارہ فرما بہالی ہائی نالید۔ گور آغوش تمنا باز کردہ و نوحہ گر زبان واویلا دراز۔ صلوٰۃ جنازہ از خواب غفلت دلکشا تر است و دعای مغفرت از صفیر نوم جانفزا تر۔ حاشا ثم حاشا زنہار میا و لب تلقین و استغفار مکشا غفر اللہ لمن قال۔ فرد۔

زتاب رشک ملایک بدوزخ اندازند

تو بر جنازۂ مومن اگر نماز کنی!

والسلام۔ جاوید زندگی نداہم۔ عمر ابہا الصبر عند الصدمۃ الاولی تسلی دہیدو یگانگی سرشت نشارو خواہر ازابہ تفہیم " من شق الجیوب فلیس منا " دستی بردل نہید۔ برصبہ نام پیرزالیکہ از خدمۃ اطمینان پذیرا است " ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ " توان خواند و بگوش محمود تقلید سگالیکہ تازہ تلمیذ فقیر است من احیی سنتی قد امیتت بعدی باید رساند۔

ترکتاز بیصرفه دررلوده ۔ فرد ۔

خاک بر فرق آسمان بلند　　سرفرازی چو من بخاک افگند

خون گرفته که هنوز از قتلش فتنه‌ها برپاست و روح ناپاکش مانند بی جان هنگامه آشوب آرا روزی پیشتر از کشته شدن زمین موروثیم که نان جوین مرا کفایت کردی بضبط سرکار اندریت دیرآورده ۔ خاک مذلت بفرق روزگار خود بیخت وگرد دل آزاری وستم شعاری بهوای نفسی چند که داشت و آنهم شمرده میگذاشت برانگیخت ۔ همانا بسزای همین بیداد بخاک برابر گردیده، و بپاداش همین ستم باسفل السافلین رسیده ۔ قطع نظر ازین زمانهاست که خریدار جویم واین المشتری گویم ۔ اکنون بصوابدید یاران اخلاص خصال ودوستان دولت سگال با خود قرار رحلت داده‌ام و دل بر ترکِ وطن و اهلِ وطن نهاده ۔ فکر سامان سفر روزگزارم شده وخیال تهیهٔ زاد راه شغل خاطر بیکارم ۔ ازین دست اگر در نگارش جواب کاهلی رود و هدوخامه سرکش بامتثال فرمان انگشت به چشم نهد سزاوار عذاب نگردم و مورد عتاب، که عذرم پذیرائی دارد و نالرام رسائی ۔ واین قدر نیز تصدیع کاغذ و قلم باطاعت امر شماست، ورنه از بیروائی نقد سخن دماغ نوشتن وخواندن کراست ۔ میدانم ستیزه که فلک سفله نواز را با من است بدولت سرمایه سخن است ۔ تلخکامی از حد گزشت شیرینی کلام بچکار آید ۔ همانا شهد خاموشی تلافی شوربختی نماید ۔ بیت

از شعله زدنهای نفس سوختم ای کاش

چون شمع به تعزیر به بُرند زبان را

## مثنوی

اکنون که سر هنر ندارم　　آزار زدر و سر ندارم

دانم که بکین من زمان نیست　　بیمی زجفای آسمان نیست

چون انجمنی رسد بپایان　　آهنگ نشید نیست شایان

به بحر و کان معانیست قدر تمام نه برم
چو مفلسان گهر و لعل های ایثاری

منم که نیست بحرفم فصاحت سحبان
منم که نیست به نطقم زبان مختاری

صحیفه که نگارش ز کلک من باشد
بلوح خط بکشد از بلند مقداری

بحکم نادره سنجی یگانهٔ دهرم!
نه کس به نظم عدیلم نه کس به نثاری

ز فخر بندگیم نزد شاعر شروان
یکی است معنیٔ خاقانی و پرستاری

اما از قدر ناشناسی و سخن نافهمی هیچکسم خریدار نیست، و جواهر زواهرم را بشیر نگی نیز روز بازارنی. گرد کساد آن قدر نه نشسته که طوفان نوح از متاع تخته بند من تواند برون، و زنگار ناروائی آنچنان نه بسته که غبار صرصر عاد آئینه ام را بجلا خواهد آوردن. یوسفم را به کلاوه پیرزال نمیخرند و از چاه کنعانی بسیم قلب نمی برند. با اعجاز ید بیضا تهی دستم و با دم عیسوی آزار پرست. صحیفهٔ کمالم را اگر همه نگاشتهٔ قلم قدرت است سامری کیشان نه پسندند و ناکسانی را که مصداق "عجلاً جسداً له خوار" اند بزرمی سنجند. موشگافیم بر ریش به دُر گرفتهٔ فرعون رشکها دارد، و باریک بینیم بحسرت سرمهٔ شداد همه اشک یاقوت رنگ میبارد. با این همه هیچ میرزی آبروی هنر نفروخته ام و چشم بر آستین گوهرین دامنان ندوخته. بنان جوین ساخته ام و نظر به سنبلهٔ آسمان نینداخته. شال پوشیم با اطلس افلاک نه پردازد و خاک نشینیم بذات الکرسی تکیه نسازد. اما چه توانکرد اگر روزگار نا انصاف این قدرهم دیدن نتواند و زمانهٔ پایه ناشناس از بستر خاک نیز پایه فروتر نشاند. تازه ستمی که سپهر کهن دشمن نموده انیست که کف خاکی از ورثهٔ مادری داشتم به

خرد پژوہا پریشان فطرتی

پراگندہ حواس نمی گزارد کہ مضامین پریشانم جمعیت آشفتگی زلف یار بہم بزند، و آسیمہ سری شوریدہ حال روا ندارد کہ مدعای بی نشانم بنقش دہان دلدار نیز صورت گیرد۔ بمقتضای "الولد سر لابیہ" ہرچہ از جنون زاید ہرزہ تازو و آوارہ گرد دشت گمنامی باید۔ باید پنداشت کہ از ہذیانات مجانین امروز کتابی درمیان نیست و باین شورش تلخ کامی نسخہ شیرین اقوال فرہاد ورد زبان نی۔ ہرزہ درایان وادی عشق جوش امواج ناپیدا کنار دریای دارند، و بیصرفہ سرایان بزم محبت خروش خردمندان بیصرفہ سخن گو در خاطر نیارند، سلسلہ کلام دیوانگان چون خط دوائر آسانی ناآشنائی انجام و آغاز است و صید حدیث خرد بیگانگاں از قید تحریر و رقم بی نیاز۔

## رُباعیات

نقشم چو خطوط فیض نامرقوم است
حرفم چو دہان دلبران معدوم است
دانیم کہ ہست و باز پیدا است کہ نیست
ہر نکتہ من چو نقطہ موہوم است

---

صد حرف زدیم و پیوستہ نشد (کذا) بستیم ہزار نقش و یک بستہ نشد
این باد بہار بوی صرصر میداشت گلہا بخزان رسیدہ و دستہ نشد

منقوش لوح خاطر خدام است کہ ریختہ قلم مانند خط جبین بحک و اصلاح سری نداشتہ، و ہرچہ بخاطر ناقباحت فہم وا رسیدہ خامہ آشفتہ رقم بی غور و نظر بزنگاشتہ و تصدیع نگارش اولین چندان بردل گراں آمدہ کہ بخیال رقم ثانی مکرر بجان آمدہ۔ گاہیکہ بمحفل بلاغت منزل نواب ثریا جناب مضمون بسملی دلخون کردہ وکاوکاو خاطر بامداد مژہ خامہ اشک ریز بیرون۔ تابان گوہری کہ بسواد آمیخت وگردہ بنات النعش

گلزار جہاں خزاں رسیدہ است | بلبل بغلط نہ آرمیدہ است
خوش خوش زفسانہ لب ببندم | ہاں بخت بخواب چون پسندم
میگویم وجای دم زدن نیست | در خامشیم اگر سخن نیست

تقریظی کہ بر گلشن بیخار یعنی سفینۂ کہ تازہ نغمۂ نی کلک نواب ثریا جناب محمد مصطفیٰ خاں بہادر است نگاشتہ ام، نقل آن بخط نا محمود محمود بذریعہ مشار الیہ ارسال گرامی انجمن داشتہ ام۔ از نظر گزشتہ باشد و سرمۂ دیدۂ بخردی گشتہ۔ و گردۂ نقش و نگاری کہ درجز و کیو ہیچمدان جایگیر بودہ۔ کیکہ نیاز نامہ می رساند برسم رہ آورد پیشکش فیض یابان صحبت حضور و ادب آموختگان بزم کرامت ظہور میگرداند والسلام۔

---

(۳)

والا نامہ گرامی برادر سخن شناس نکتہ دانم کہ بنام مومن ہیچ میرز رقم زدہ فرمان رسان است تا مسودہ ہای پریشان تر از حال زارم دفتر دفتر فراہم آرم و برسم ارمغان بعالی خدمت تربیت یافتگان جناب فطانت مآبش ارسال دارم و ہم بتازہ تسوید معاملاتیکہ روزگار زمانیان است بمضامینیکہ سرمۂ چشم باریک بین باستانیان باشد منت برجان فرمان پزیر نہم۔ وداد نکتہ سنجی کہ از دست کور سواد تیرہ باطن پیراہن کاغذی در برکشیدہ و خاکی بتظلم آبروئی برباد دادہ بر جبین مالیدہ دہم۔

مثنوی۔ این نامہ بہار نکتہ دانی | گلدستۂ گلشن معانی
ہر حرف بچشم خوش نگاہاں | جا کردہ چو سرمہ صفاہان
ہر سطر چو زلف خوش خم یار | گل دام نگاہ عاشق زار
مضمون بادای نازنیناں | معنی چو وفائے گلجبیناں

بصحبت این ہیچمدان رسیده - گاهیکه زانوی سبق خوانی پیش من ته میکرد، جزوی چند بتمهید حکایت بیوفائی وکج ادائی رقمزده بودم، بغاوت برد- هرکه ازچنگال آن جفا پیشه صیاد ناقدردان در ربايد، صید معانی شوخی سرشت بی تردد کمین بدام می آید - والسلام -

---

(۴)

فرخا طالع مستمندی که به ورود عنایت نامه گرامی برادر مسرور شود و حبذا بخت نیازمندی که بفرمان واجب الاذعان مامور گردد - من وخدا که با دامی سپاس هرچند معذور نیست وبسر انجام کار اگرچه مجبور است مجبور نی - تجاهل حق ناشناسی است وتکاهل همه ناسپاسی خصوصا مومن که صله رحم واجب داند وآیه " اولی الامر منکم " بعقیدت خواند چه آنکه عهد وپیمان کرده باشد ومواعید موکد بایمان وسوگند بخاکپای زده، که عبیر جامه راستان است وسرمه دیده آسمان - معنی " انه لقسم لو تعلمون عظیم " برکرسی نشاند وبین گوش بگوش رسیدن آستانش بوسیدن تواند وای برمن ناکام که بااین همه داد سخن سنجی نمی دهم وبه تسوید مضمونیکه فرمان رفته منت برجان قلم وکاغذ نمی نهم نمیدانم که جواب روز جزا چه اندیشیده ام وازامامن استغنی چه فهمیده -

رباعی

ای آنکه خرد بدانشست دانم نیست
دانی که کسی بپاس وحرمانم نیست
فرمان تو دل پذیر و من بندهٔ تو
اما چه کنم که دل بفرمانم نیست

بر حریر نامہ ریخت ۔ خدا بخش کہ تیزی قلمش چون خط بتان خداداد است داد صریر خامہ دادہ و بار منت بر گردن نکتہ سنجان معنی یاب نہادہ ۔ بسکہ سراپا تمیز است زیادہ تر از نسخہ جانش عزیز است بجای ماندہ کہ خود ہم بی جستجو دست نرساندہ تا پامال کج نظران نشود و غبار دیدہ بی بصران نگردد اگر متاع رو بدست می بود، اہدای نظر یافتگان گوہر خریداری می نمود ۔ روزیکہ بہ دست افتاد دست مبارک را ہم بوسہ تواند داد ۔ او ارشاد یکہ بہ تحریر مضامین خیالی رفتہ روا نیست کہ شیوہ سخن سازی طریقہ ارباب صدق و صفائی ۔ معہذا این زمان تازہ اسیر دام شکن در شکن گیسوی او گرفتار زلف خم بخم موی شدہ ام ۔ فرصتی کو تا شانہ وار بموشگافیہا زبان کشایم، و بسلسلہ جنبانی اطاعت روی قرطاس مانند نامہ اعمال سیاہ نمایم ۔ اگر دستی بردل نہادم و دل بشکیب جان گسل شکوہ بخت زبون سرگرم حساب دورہ روز و شبم دارد ۔ گلہ طالع و اژگون رقم مرا از گردش کو کبم ۔ دائرہ نون سخن و شین نقوش ہمان خط پرکار است و معانی پست و بلند شمار ۔ رباعی :

گہ حسرت وصل مہ عذاری دارم
گہ فکر شمار روزگاری دارم
القصہ ز بے مہری و ناکامی بخت
با چرخ ستیزہ کارکاری دارم

با این ہمہ آشفتہ سر یہا با خود پیمان بستہ ام کہ از بن بازہر نغمہ کہ بزبان کلک داؤد الحان بگذر د نختین بملاحظہ فصاحت آموختگان گرامی صحبت بگذرانم و ہر گوہر یکہ گریہ خامہ در افشان بدامن و جیب صفحہ افشاند اولین بر فرق فیض اندوختگان عالی مجلس برافشانم ۔

مصرع

" قرار داد دل بیقرار من انیست "

شہاب الدین ناحی کہ بہ تعلیم اولاد غفور خان آنجا واکشیدہ است، زمانہا

تا عشق نگار نقش بستم !
بریاد قدش قلم شکستم

---

## (۵)

(کہ بطلبِ او دیباچہ تقویم بوده)

تگاپوی خامہ مومن سیاه روز رسا باد و دیده سرمہ آگین دوات نگوں طالع روی تیره بختی مینا و سر تلافی حرمان ایام رفتہ دارم همانا اخترم از حضیض میل اوج کرده و بخیال مکافات روزگار تلف گشتہ عمری می گزارم بیگمان کوکبم رواز هبوط بشرف آورده ۔ خامہ چوں پرکار گرد سر خویشتن می گردد و نامہ آسمان کردار روکش فضای گلشن ، پنداری کہ بنام نامی فلک اعظم قدر منزلت عطارد فطرت . برجیس طویت مرکز دائرہ حکمت و دانش وری قطب معدل النهار بهروزی و برتری بدر منیر زهره سیمای خورشید ضمیر عیسیٰ رای فرید عصر وحید دوران حکمت مآب احسن اللہ خاں کہ ترکیب عناصر مستقیمش تا تفرق اتصال اجرام بسائط باعتدال طبیعی کہ بجسد و رشک آزار فزای حقیقی است روح فزا باد رقم می سازم و شکایت بیداد سپهر جفادار کہ زمانہ دراز نیم مسرت ملاقات چوں خمسہ مسترقہ بانجام کار حسرت و حرمان و تتمہ تغافل نمایان پی گم کرد نہ فقدان حال بود نہ پرچہ حریدکان ارزش چرخ اطلس می کشود بل نیاز فال اختر احتراق تاب بی نیازی جواب داشت و بی پروائی کرسی نشین رقم تغیر و تسیر بر لوح خاطر ساده نمی نگاشت کہ کوکب گرم سیر نسیان همان ساعد زائد است وانظار سیاره ثابت قدم بروئی بچشم از حال برادر بستن شاهد میطرازم ہی ہی چہ میگویم ۔ زبانم بریده باد اگر حرفی ازیں داستان سرکنم و سعد اکبرم بخفیض نحس اصغر رساناد اگر از عقل

سراسیگی تیرہ باطن رواندارد کہ بنظری بجمعیت خاطر برنگارم، و پریشانی سیاہ نامہ نمی گزارد کہ معانی دل پسند فراہم آرم۔ بیربطی مضامین این رسالہ گواہ منست، و بدنمائی صورت الفاظ عذر خواہ من۔ نکتہ شناسان دانند کہ نکتہ دل نشین بے فراغ خاطر بر جا نہ نشیند و عالی نگاہان فہمند کہ بی امعان نظر روی شاہد معنی اگر دیدہ آفتاب است نہ بیند۔ تکلف شاعرانہ بہ بی تکلفی صورت نہ بندد و معانی بیگانہ با بیگانگی خیال نہ پیوندد۔ تا محو حیرت نشوند صفائی الفاظ آئینہ جوہر بی حجاب کدورتی رخ نہ نماید و تا از خود نروند زبان در سخن و سخن بر زبان نیاید۔ اگر رجوع بتجاہل عارفانہ نمائید و التفات بہ تقلیب و حسن التعلیل نفرمائید میدانید کہ ترصیع جواہر معانی چہ قدر دشوار ست و طباق سپیدی و سیاہی چہ مشکل۔ کار مضمرات ہذیان سراپا نیست کہ اگر لف و نشر غیر مرتب برگوش خورد جمعی از ابلہان منقسم سازند و تخیل ہرزہ درایان نی کہ اگر تجنیس ناقص بر زبان بگرزد بتو شیخ انصاف کس و ناکس پردازند۔ مراعات النظیر آنست کہ برعایت معانی بی نظیر باشد و تنسیق الصفات آنکہ بحلیہ الفاظ مترادف دل پذیرد۔ آنانکہ مہمل را لزم مالایلزم پندارند و بے معنی را ذومعانی انگارند صد ورق بیک دست رقم توانند نمود و ہزار نغمہ بیک دم توانند سرود۔ منکہ استعارہ مضمون از دیگران بکنایہ ہم عیب دانم و بہ تشبیہ پستہ از پستہ دہان شکر لبان نزانم۔ چون کنم وچہ سازم و بہ تہیہ فرمائش کہ پردازم دل از دست دادن و دست بر دل نہادن محال است و چشمی براہ داشتن وخود را نگاہ داشتن محض خیال۔ من و اشک مسلسل، سلاست عبارت چیست، دل و اضطراب، شوخی اشارت چہ۔ معانی بیگانہ چکار آید، بہ آشنا بیگانہ کار افتادہ، و مضمون دل کشا چہ کشاید، صیاد دل پسند دست تعدی می کشادہ۔ الف قامتی تاب خیال می شکند، نقش ذلک الکتاب بلوح خاطر چہ نشانم، و نون نگاہی ناخن بدل میزند، " والقلم وما یسطرون " چہ دانم۔

بیت

همه تن آب ۔ حریفان عیوق کمال زمان داد خرد آفرینیم داده اند و یاران فرقدان خیال صد بار پیش زبان باحسنت وحبذا کشاده اما تا نیم تحسینی از زبان معجز بیان خدام نشنوم اعتبار ‌را نشاید وتا پسند خاطر مشکل پسند دقیقه یاب ملازمان نیفتد پسند راقم انصاف طلب نیاید درین صورت هدیه گرامی نمودن لازم افتاد یارب که قدردانی طبع اصابت قرین روز افزون باد ۔

---

(۶)

باطلاع ده روزه وعده خزینه دار در ادای زر سالانه

خامه اشکبار گوهر نایاب می بارد و نامه جوهر نثار برهمسری مسند قیصر و خاقان فرو نمی آرد گوئی بنام نامی گزین برادر سراپا احسان می طرازم و گوهر گران بهای مضامین دل پسند و یاقوت خوش رنگ معانی رنگین ارجمند نثار فرق فرقدان سای حکیم احسن الله خان که وحید زمان است و فرید روزگار به میسازم ۔ ندانی که مروارید ناسفته ام از گدیه عمان است و گمان نبری که لولوی درخشانم از خوان کرم نیسان دعای که از ته دل جوشد از دست صدف بی زبان نیاید وثنای که تاثیر را به نرخ شبه و خزف فروشد از معدن دریده زبانان نماید اجابت را نوید گنج شایگان از خزینه سینه برون وتاثیر را مژده طلای دست افشار دعای سره از لب و زبانم بکف آوردن یارب تا زر از کان برآید از مسند عقده کشای در نیاید وتا سیم ساده سیمین بران کار دل پسند عشاق بی سر و سامان کشاید گرهی از رشته امید هر کس و ناکس بی جنبش دست او نکشاید کاغذ زر بوسیله مهربانی نامه رسید محروم وصال سیمبران را سکون دل غریب گردید بخزینه دار کش گنج فرستاده

فعال ہم این ماجرا با در۔ برحال زمینیان چشم نکشودن آن ثریا مقام محال است و بر سطح خاک سایہ نگستردن از آن مہر جلوہ محض خیال۔ از شرم و خجالت چوں فلک سرنگوں بایدم شد کہ باین تیز نگاری چرا مایل رقم نگشتم عذر بے حواسی در غم ناہید وشان پزیرائی ندارد کہ از پاس مہر مہر لقای برجبیں شیم در گزشتم معاذ اللہ کہ چنین باشد و استغفر اللہ کہ این بو دیشوق طاقت گسل کہ نامۂ نانوشتہ ام جوابی داشت نگزاشت تا تغیر حال بانقلاب زمانہ بوقلمون رسانید و کاہش بے زوال بدر منیرم را ہلال آخر ماہ گردانید۔

دو قبول مہر کو سوخت دل اجتماع یاس
تیرہ شب مرا بہ تاب جرم قمر نمی رسد
نالہ زنار سائی طالع شوق بے حدم
شام الم بسا لہا تا بسحر نمی رسد

تخفیف تصدیع ابتدا و انتہائی حرف اشتیاق چوں خطہ بر کار یکی است و ہر زہ تازی خامہ بوستت نامہ مانند اتمام دورۂ فلک بسیار واندکی۔ لا جرم مدار۔ بر عرض آثار اوضاع فلکی می نہم و بدین گزین وسیلہ آوارگی و سرگردانی خویشتن شرح می دہم درین جز و زمان کہ ارتفاع ارباب فضل و ہنر چوں سہیل کم نماست و اوج دانشوران سماک منزلت بصعود نارسا کوکب بخت کبود لباسا آسمان فطنت بوسط السماثی رسد و اختر طالع قدر شناسان کیوان ہمت بمدارج عرض جود و سخا۔ بدراز نفسی ابرام نکتہ رسان معنی یاب سطری چند بمضمون استخراج طالع زمان تحویل نیر اعظم در بیت الشرف حمل نگاشتم و بنیاد مہندسین سلف و رصد بندان پیشین از سر نو گزاشتم چناں کہ روح انوری از آتش رشک ذوفنونیم دوزخ دوزخ در تاب است و عرفی از مقولہ۔ فرد۔

ہنگام رقم سنجی احکام کواکب
برجبیں نہد مجرہ در پیش دبیرم

(۷)

باظهار کسل مزاج که تا ترتیب عناصر باعتدال باد و طلب حب مسکین نواز و کشته زر و مشک خالص که وعده زود فرستن کرده بودم ۔

یارب ناله بیمارانه ام را اثری باد گرامی برادر تغافل کیش چاره فرما را از حال زارم خبری ۔ نی نی همین ادراک سودی ندهد و تنها علم فائده نه بخشد تاثیر را قبول شرط است و این خود محال مگر طالع رسا بآن آستانه ام رساند و فلک دوار چون داد خواهان دران کویم نشاند ورنه لب به پرسش غائبانه کشودن دوراز خود می نماید وزبان خامه بتحریر تدبیر مداوا فرسودن حوصله نزاکت امثال می فرساید فرستادن دارو یک طرف پاره کاغذی هم نرسیده و ترقیم معاجین و حبوب یکسو عیادت نامه نسخه باطل گردید چاره ساز حب مسکین نواز چرا اسم بی مسمی است و کشته سیم وطلا هم اثر اکسیر و کیمیا دارد انتظار جان بلب آورده و شور اشتیاق دل را با خاک برابر کرده هر چند زر و سیم با خاک برابر می کنم صحت رادلی برحالم نمی سوزد ناچار بآتش حرمان می سوزم بحسرت ساختن تا کجا آخر نیم جانی دارم و هر چند نفسی بیش نمانده اما در آرزوی مداوا بعمر خضر برابر می پندارم باری اگر طلای کشته نمی فرستید مرا بدرد انتظار چه می کشید حبوب شما اگر مسکین نواز است مسکین تر از من نیست تا نقد دل وجان به سیمبران داده ام وهم سیل اشک یاقوت رنگ بچرخ فیروزه فام فرستاده فی الجمله

## قطعه

حب مسکین نواز و کشته زر — هم چو مشک تتار — می خواهم
گر فروشی ز دیده تر خویش — گوهر آبدار — می خواهم
ور بخشی زبان شکر و سپاس — از خداوند کار — می خواهم

آمد گویند سر تسلیم جنبانیده و بخندهٔ دندان نما آشنا گردیده و در بار سخن شد که عذری جز تهیدستی ندارم و باین بی زر بها حرف زر دادن چو بر زبان آرم که سقف خزینه اگرچه از بام فلک عالی تر است اما پهنای آن از جوفش خالی تر سیم اشک روان که بر بی سامانیم روای دارد اگر فرمایند نثار قدم نمایم و اگر منظور بود بسر خدمتی نقد دل از ضرب غم افلاس سکه زده پیش آیم والا مهلتی توان داد تا بگدیه گری و بینوائی درده روز بشور چیزی بده از هر دکان فراهم آرم و مانند دینار های داغ که فلک سینه سوز از گردش مهر و مه بدلم سپرده یکیک بمصرف خدام شما بشما بسپارم اگرچه نقدرا بامید نسیه گذاشتن خویشتن را بشمار ابلهان آوردن است اما چه توانکرد کاین سیم روان در فراق سیمین عذاران زیاده از دو دارم چار و ناچار ده روز دیگر بوعده دل فریب تر از پیمان یاقوت لبان میگذارم حرفی چند که بتحریک اناملِ نزاکت بار زینت فزای وسعت نامه بود بر حرف اخلاص بی ریایم انگشت می نهاد اهتمامیکه خدام را در تحصیل شد گنجای آن نداشت که زبان بسپاسداری و شکرگزاری توانم کشاد که از طریق بیگانگی هزار فرسخ دورم و در ادای حق یگانگی مجبور پیداست که تا نقد دل و جان عزیز نیست و از درم داغ دل تا قرص آفتاب در نظرم یکی است طمعی که دارم بیک دلی و یکتائی است و چیزی که می شمارم جنس محبت و آشنائی چشم داشت از کرم آن که بتحریر الفاظ بی تکلفانه بار منت ها بر گردنم گزارند و دیگر باره حرفی که زیبندهٔ یکجهتی نباشد بتقریر زبان خامه در نیارند کلامیکه نسبت بخویش شایان دانند برقم آن مخلص بے ریا را هم ممنون گردانند ـ والسلام ـ

## (۹)

گرامی برادرم قرارداد اینست که چون مهر جهانتاب در اسد درآید قرض زری از خزینهٔ نواب ثریا جناب تا کیسهٔ خاکسار رسد اکنون که تحویل سرطان است و بجا رسیدنش را دیری نی بپامردی آن آسمان مروّت می خواهم که پرورده اش از خزانهٔ عامره تا خزانهٔ دهلی که کم از دو ریه خواهد بود قطع راه کند اگر دستوری بخشید قبض الوصول رقم زده آید چه اگر از حساب پارسیان شماری برگیرند تا رسیدن بخوشه تواند رسید چشم دارم که تخم ریزی التماس بیار و بر رسد اگرچه دل کدورت آگین شورش پسند کارگزاران زمین شور است که خراب باد.

والسّلام۔

---

## (۱۰)

فلک شکوها دیریست که برادر بخاک افتاده را به پیغامی یاد نفرموده و کلاه گوشهٔ نازش بذروهٔ عرش نسوده با بی گناهی صد جرم کس نیامرز بخویشتن تهمت می بندم شرمساری بیصرفه را چاره توان کرد به پرسش شمامی ارزم۔ بی اعتنائی از خود رفتگان روا نیست و تغافل با خویشتن فراموشان سزا نی خجلت نازیگانگی تا چند سراپایم گداز از انفعال گزاف یکدلی تا کجا جبین بخاک آستانت مالیده ام ترسازد من که خو کردهٔ التفاتم بفراموشی عمدا کی شکیبم و باین نیم جانیها دل فریب وفا خورده را چون فریبم۔ مصرع

خواہم وپیشتر دمی از مرگ — یعنی ہنگام کار — می خواہم
می نہ بخشی جواب حوصلہ سوز — زان خط مشکبار — می خواہم
نہ کہ چون دود شمع و خوردہ گل — پی زیب مزار — می خواہم
یاد وا یا جواب ہرچہ دہی — خالی از انتظار — می خواہم

---

(۸)

در تاکید زر سالینہ از خزانہ نواب فیض محمد خاں بہادر -

گرامی برادر عطوفت سرشت. برادر نواز فلاطون دانش مآب احسن اللہ خاں احسن اللہ تخلقہ و خلقہ مآلہ و حصلتی وصالہ مہربانی نامہ سرور ہا بخشیدہ باطاعت فرمان فیض الوصول نقش زدم ملایم احسان فطرتی آنست کہ زود ترارسال زر رودہ عمین بکرم ہم فرمودند کہ دادن سود یکماہہ چندان زیانی نیست اما این قدر ہست کہ اگر بروش پارینہ وعدہ ہای بیصرفہ نوشت و حصول زر پس از ماہی اتفاق افتاد خسران شگرفی ودلیل سبکسری و دیوانگیہاست درین صورت ہرچہ بعد حساب سود و نقصان سکہ قرار پزیرد بہ نسیہ نسپارند و دیری نیست کہ یکدو پارہ قرطاس بعالی خدمت فرستادہ ام شاید رسیدہ باشد اما آن چو اشارتی بان نرفتہ گمان دارم کہ نامہ بران تلف کردہ باشند اگر خیال نخستین مقرون بصدق بود ہو المراد والا اشعاری تا دیگربارہ نقلش برگرفتہ ہدیہ سرورافزا انجمن نمایم - والسلام -

---

وبهجوم تهوع ماده را آنقدر بحرکت آورد که زهراب معده برطوبت عنصری بر زمین رسیده آمیخت غثیان چندان خلاخواست که نیم جانی هم از تن بیرون رود و خفقان برنگی دل را بیتاب نموده که وهم رعشه یقین فلاطون و جالینوس شود دران حال که از بیقراری ناله بیمارانه می کردم تیمارداری که بپهلویم چون درد دل جا داشت بگمان وصیت رقم کرد و ستم بجان کاغذ و قلم زمانیکه ببوی صنمی عیسیٰ نفس بهوش آمدم و جان بلب رسیده باز القصه چاره سازم بسر رسیده و حال زارم پرسید بی اختیار بر زبانم رفت ۔ قطعہ

حال بیمار عشق پرسیدی　　زنده کردی دم مسیحا را
حسد زندگانی مومن　　بیگنه کشت خیل ترسا را

چون سکته حیرانرا حاجت بآئینہ زانو دانست سرم از بالین برداشت و بالش زیر زانو و فرق فراز زانو گزاشت کاغذ شبینه که زیر بالین بود بدستش افتاد برخواند و گوهر سیراب تر از آب حیات و دم عیسیٰ بر نثار لعل لب و در دندانش افشاند ۔ چون گوش کردم و بمعنی آن وا رسیدم دانستم که بیخودی درد مندان محبت بخود وارسیدن است و هرزه درائی سودائیان عشق خط بر حرف چاره گران خرد بر در کشیدن ۔ ورنه دران بی تمیزیها که خود را از خدا می شناختم ناله یا صنم برلب آوردن چه معنی داشت و بآن اختلال حواس که بدوست از دشمن نمی پرداختم زبان طعنه شکن اطبای عاشق کش را از کجا قابض روح پنداشت ۔ بهمه حال ملایم طبع آن حکمت سرشت فلاطون فطرت دانسته ارمغان گرامی محفل کرده ام و بدین بهانه دو سه دم دربان بیقراری دل ۔ فرد ۔

عمرت دراز جان ز اجل برگرفته ایم
مانند عشق زندگی از سر گرفته ایم

والسلام

ع گاهی بغلط راه وفا نیز توان رفت

مسودهٔ دیباچهٔ تقویم برسم دیرینه مرسل است اگر پسند آید بر آفتاب شرف دارم و از ناز و تفاخر پای بر فرق کیوان می گذارم۔ والسلام۔ بیاران صحبت نیز۔

---

(۱۱)

## رُباعی

مومن چه شدت که رنگ زردی داری

دل سوختهٔ که آه سردی داری

این نالهٔ دل خراش بے دردے نیست

دردی داری و سخت دردی داری

مواد شوق زیارت به تلیین مغز فلوس مداد اخراج نمی یابد چه چاره و سده احشای پیچ و تاب حسرت دیدار به سقمونیای تقریر دل کشا نمی کشاید چه تدبیر خون بدل جوش می زند برص نامه را درمانی نیست انامل حرکت مذبوحی دارد و خامه را جنبش شریانی کو لاعلاج هذیان سرائیها می کنم شام آدینه روز شهریور ماه الهٰی حرارت غریبی عشق شعله روئی آتش غریزی را مشتعل کرد و شعور شوق وصال موی بر بدن برخاسته را منفعل حال آشفته بخیال زلف پریشانی درهم گشت و قامت از تشنج اعصاب بیاد ابروئے خط بمحراب کعبه کشیده کمان خوش خم۔ دوران سر بحسرت مانوس قیامت خرامی بیداد گردش گنبد دوار بیاد داد۔ و تلخ کامی وصال شکر لبی شور لاف گزاف هلاهل بباد قشعریره اعصار الشکلی متزلزل کرد که هر قطره عرق آتش بجان بسیماب ریخت

(۱۴)

بمعذرت سرانجام کاریکه بنده مکلّف شده بود

فلک منزلتا حالم شنیدنی است و بدردم رسیدنی منکه از جور آسمان نالیدمی و ناز مهر طلعتان به چین ابروکشیدمی بجفای خاکیان کلفت سرشت درساخته ام و فرق تسلیم به بیداد سیاه درونان ظلمت سرنوشت پیش انداخته. از دست برد شیر بچگان فرصت سرخاریدن نیست واز گلوگیری این گرگ منشان مهلت نفس برکشیدن نی درنگارش مضمونیکه ایامی چند میخواهد از تنگی زمانه مجبورم واز دولت سر برخط فرمان نهادن مهجور. بیت

درسر هوائے خدمت مه طلعتی چه سود

ماراکه فرصتی ز غم روزگار نیست

شب و روزیکه میگزارم از عمر بحسرت گزشتگان باور ندارم هان تیره روزان ازسر جان برخاسته. بروزم نشستن نتوانند و سیه بختان نفس باختر شماری شکسته بایں شبهائی دراز جان شکستن ندانند سحری نیست که ناله ام خفتگان بستر خاک را از خواب ناز بیدار نسازد و شامی نی که شعله فغان فلک سوزم طائر سدره را بال وپر سوخته برزمین نیندازد. مراکه ازگرم خوئی هم صحبتان پاس ادب نیست سامعه سوزی گرامی برادر دل سوز پسندیدن عجب نیست لختی از روزگار خویشتن می نگارم و روزگاری به تظلّم بیداد آسمان می گزارم. بیت

گوشی بسخن توان نهادن

هر چند غمم شنیدنی نیست

هر بامداد که خروس صبح گاهی ناله چون نوبتی دهل میزند و ندای حی علی الفلاح

(۱۴)

دادرس. برادر ستم رسیده سلامت دو روز است که بتحصیل زر سالانه التماس رفته و بیقین می دانم که امروز یا فردا مهربانی نامه مضمون پاسخ دلنواز بها کند اما بیدادی که تقاضا و بدگمانی شر کاست آن را چه علاج. می گویند و میدانند که با چندین کشاکش از ناکس و خواری بعرض مطلب نه پرداخته فریاد ازین نافهمی که برادر قدرشناسم را پایه شناس نشناخته اند و طریقی که خود با من سپرند ملازمان را به پی سپردن آن متهم ساخته انصاف شرط است حالم از معنی لوکان فیهما آلهته الا الله لفسدتا توان دریافت تا وقتیکه خداوندی همتا از فساد شریک سخت رانده پیداست که بنده بے چاره ناتوان تا کجا درماند. یکے نظر برگریه بیکسانه ام دوخته تا بیم روان اشک هم خاک مال نگردد دیگری بزر داغ جگر سوزم ناخن زده تا هرچه بدست افتد به دست لاف شمارد. باین همه می توان ساخت اگر از زر معهود دستی بردارند. ستم اینست که آنزمان هم نمی گزارند. همین رسوائی مفت است و بس مگر. مصرع

فارغ نشین که برده ویراں خراج نیست

قول بلهوس دریں کش مکش بفریادم نرسیدن چه ناانصافی است زیاده امیدوار تدارک و تلافی. برفرق حاشیه نشینان بساط لآلی عجز و نیاز میریزم.

وتا بمضمون وزر من عمل بها من غیران ینقص من اوزارهم شیئی۔ روزگار فتنه که کہ بسینه خراشی کسان می انگیزد غرض دل آزردن من است و فلک زہری کہ بکاسه دیگران می کند مدعا بہ تلخی مردن من۔

## رُباعی

عقلم سرگشته ہر زمانی دارد — ہر نجم بطالعم زیانی دارد
پرواز غم نیست کسی را بجہان — دیوانه دلم غم جہانی دارد

حیف کہ مومن با عتقاد "لا تتحرک ذرۃ الا باذن اللہ" ستارہ پرست است و با چندین بی تعلیقها علاقه سطرلاب از صبح تا شام در دست۔ ارتفاع شمس شاہد پستی طالع اختر شناس پنداری و تسوید البیوت دلیل خانه خرابی این ضعیف بنیان سست اساس۔ فی الجمله تا آفتاب می نشیند از مدرسه صدبندان بگریزم و قطرات اشک ندامت بشمار ثوابت در دامن کرۂ ارض میریزم این زمان حسرت وصال مہ رخاں جگر سوز است و شعله آتش فراق مہر طلعتان ہنگامه بلا افروز۔

## رُباعی

تا طالع و کوکبم چہ باشد — روزم ہمه شب شبم چہ باشد
سیّارہ شناسم و ندانم — تا طالع و کوکبم چہ باشد

تازہ قصیدہ از مائدہ انعام سخن آفرین خدا وند چاشنی بخش لب و زبان خامه گشته۔ اگر محمود بہ نقل برگرفتن سر کہ جبین نگر دیدہ چشم و گوش آن سر دفتر اہل مذاق صلائی میزنم۔ والسلام۔

شور در زمین می فگند باایں ہمہ افتاد گیہائے ناتوانی فتنہ آسا از خاک بر میخیزم وباچندین خشک مغزیہای سرگرانی تلخ آبِ حسرت شکر خواب مانند بلا از سپہر می ریزم بخواب موذّن لاحول ولاقوۃ میگویم و بحیلۂ وضو دست از آسایش میشویم ادای صلوٰۃ امان از شر شیاطین خواستن است وشور مناجات ہنگامہ فریاد از جور ناس ابلیس فطرت آراستن ورنہ صنم خانہ در دل و رو بہ قبلہ کی رواست وبت در آستین وسجادہ بر دوش کجا سزاست ۔ فرد ۔

مومن بگرد کعبہ نگردد کسی ازان

کیں خانہ چندروز صنم خانہ بودہ است

ہنوز دعا بر زبان است ولب تسبیح خوان کہ صدای حلقۂ در در نشاط بر روی دل می بندد وشور لبیک مشغول بہ ایتہا النفس المطمئنہ نمی پسندد لاجرم مرحبا گویان از خانہ بیرون می آیم و در ہای عیش بر خود می بندم تا دری می کشایم می بینم کہ شاگردی چین در ابرو بر در ایستادہ وزبان پیغارہ بازچہ دیر آمدہ وکشادہ ہمیدون معذرتم برلب است کہ دیگری چون بلای ناگہانی در رسیدہ ونوید رسیدن پس ماندہ ہمراہی چندرسانیدہ بہ تحریک مروّت تا نفس بحبذا حبذا تعال تعال آشنا شد ہنگامۂ آشوب یوم یکون الناس کالفراش المبثوث برباگشت ۔ رُبَاعی

از علم بہ تنگم از دلم بیرون باد

محزون شدم از ہنر ہنر محزون باد

از کاوش دانشم دلم پرخون است

یارب کہ درون دانشم پرخون باد

نہ از گرمیٔ ہنگامہ بحث وتکرار مدعا ادب آموختن است کہ دل وجان او ستاد تفتہ جگر بداغ آسان سوز سوختن ۔ بہمہ حال باایں ہمہ ستم ہا می توان ساخت ستم تر اینست کہ ہر کرا گرہی در کار فتاد مانند عقدہ دنبالہ این نزار تر از سوزن

میدان صحرای مجنون یاد میدہد و عمارت از تنگدلی تظلم چہ داغہا کہ بر دل تنگ نمی نہد۔ و عدل شاہی کہ جبلت ماست از بیداد نفور است و انصاف افراط و تفریط زین منزور۔ مدعا این کہ سائیان بآن حد رسد کہ ضیاء شمس جگر سوز ماہرویان ناہید طلعت نتواند شد۔ والدعا۔

---

(۱۵)

گردون شکوہا زخورشید بہ پنجاہ اسد افتادہ و روز سیاہ روزان دل بکاہش و نقصان نہادہ۔ خوردہ گل بخاک برابر شد و سیم یاسمین روائی اشک روان عاشق مضطر یافت ابر نیسانی چہ گہرہا کہ نثار خاکیان نکردہ و خانہ مردم آبی طغیان آب مروارید فرو بردہ مومن از زر سالانہ چرا محروم باشد و بر شک و حسد کفار منعم مغبون درین صورت مجرم کیست و جواب ترغیب مناہی چیست روزگاری چشم بر آستین کرم بدوختی و روزی چند بحسرت درہم و دینار فروختی زمانی زبان دختی یغنیہم اللّٰہ من فضلہ کشادمی دل ناشکیب را معنی واستعینوا بالصبر فریب و تفریب دادمی اما از کارگزاران سگ صفت در ہراسم و روباہ طینتی دفتریان می شناسم و ہم ہر سال حاجت بناز فرمان و نیاز بتاکید امر واجب الاذعان۔ بنا برین طرح تقاضا ریختم و گرد از مشت غبار صمت و سکون برانگیختم زہے زندہ لطف بہانہ طلب چنان می نماید کہ شاہد مقصود بے طلب مکرر بآغوش در آید گو خسران مشت زدی رسیدہ باش و کیسہ گنجوران زر اندوہ ترگردیدہ۔ والسلام۔

---

(۱۴)

## از جانب والده ماجده بنام این .بی ننگ

غیرت پرست پسر اعمرت دراز و کار سازت کارساز باد۔ ادراک رنج و تردد آن خاطر لطافت مزیج چه رنجها که ندا ده افسوس وحیف ترا نیست که کار بنا کس پایه نشناس افتاده لقمه نان بغثیان د تهوع فرو بردن است وسوده نمک بلبهای جراحت خوردن ملانظیری خوش گفته ۔ فرد:

دیدم که همه شکر آلوده بزهر است

لاحول کنان بوسه زدم دست کرم را

هرکه وما من دابة الا علی الله رزقها خوانده و بر فرقان مجید ایمان آورده ناسپاسی مخلوق کافر نعمت چرا کشد و هر که نظر به آیه ترزق من تشاء بغیر حساب افگنده و بمعیش پے برده تلخی سرکه جبینی گرد نکش ترش ابر و نچشد۔ بهمه حال بے دل نباید بود ودل دل نشاید کرد۔ روزی چند که بسر گرانی بسر می برید جنس بسیار خریدار وکس میاب نکو نامی می خرید۔ چنین وقت فروختن سرمایه دولت جاودانی اندوختن است۔ تیر دعای گوشه نشینان برنشان می آید وقصب السبق از قدر اندازان قوی بازو میرباید۔ دست کوفتن بیدست گاهان هزار نوبت فلک را بر زمین زده و پنجه بازیدن شکسته پایان صدره بهرام را چکمه میر حاج کرده۔ به دختر میر بدرالدین گفتگو بمیان می آید وگره از کار می کشاید ازین باز که قلم گزارش مدعا میکند قرار داد اجرت ادا و غالب که هرچه پیشتر زبان آشنا گردیده قراری گیرد مکانیکه اولاد سلیمان شکوه گزاشته با کبر آباد شتافتند از دو سه جا شکسته است ترمیم و تعمیر لازم می نماید و سکان دیوان خانه میخواهند که بنای ازنو نهاده آید می گویند پهنای صحن بر نشتامی

(۱۷)

گرامی برادر موتمن بیکس سلامت از دیرباز دل می خواست که از نامه رسانی و پیغام گزاری منت بر جان ناتوانم گزارد هر سو بحسرت میدیدم کس نگاه نمی کرد تسکین دل بآن داده بودم که خود بر آستان والایت غم نامه دوری می رسانم شکسته پای سنگ راه آوارگی و دشت پیمائی می شد فرجام کار تمنا بیاس رسانید بالکلیه از ناتوانی طمع بریدم رفته رفته دشمن و دوست بحال زارم گریستندی هیچکس بچاره گری نمی پرداخت تا آنکه لاله جوالا پرشاد که از بدو فطرت در زمان طفلی یارم بوده دل بجانگدازیم سوخت و مرهون منت ساخت نامه رساندن را متصدی گشت و پیام گزاردن را ضامن شد و چون مدعایش همه چاره سازیست میخواهد که اسباب تیمار نیز باین بهانه تا باین رنجکش رسد ازین است میدانم برگ حنای نارتولی تا بکار دست هائی از آتش دل سوخته آید و پاره چوب رنگین خواب گاه که از فرش خاک به بستر ناز خواباند بلا زمان مشکو خواهد سپرد اگر بجلدوے مهربانی که بحال برادر مهجور شما مبذول داشته التماس او پذیرا فرمایند و هرچه بدرگاه رساند بویرانه فقیر فرستند می رسد والسلام بیاران صحبت نیز۔

(۱۶)

نیازمند نوازا کتاب رسان دیگر فریاد نامه نیز دارد هر چند نامه مسلمانست اما بجناب کیوان مآب نامسلمانی رسیدن دشوار ازین دست همتی در کار و اگر توفیق عقده کشائی سر رشتهٔ سخن بجای تواند رساند سوزن وار خود چشم کرم با ستین دوخته ام و بحسرت زیر سوخته سوخته ۔ نشود که استغنا کار آرزومندان برهم زند اثر صحبت عذر بزبان راندنی و پاس نمک بجلالی نهاد بلب رسانیدنی نیست سقراط مجلس ستم گر سلطانی جز حدیث حکمت فسراید و بطلیموس بجواب قیدی غیر از شکایت احسان لب نکشاید ۔ وبال نه پذیرفتن و خیرباد مروت گفتن بر گردنش ۔ قطع امید درست پیمان باد تا ازین کشاکش وارهیم و دیگر باره تصدیع کاغذ و قلم ندهیم منکه بگنج قارون نپردازم و خزانهٔ پرویز بر سینهٔ پرداغم فدا سازم تا کجا لولوی سخن رائگان دهم و گوهر شب چراغ معانی بر نرخ خزف شب رنگ فروشم ۔ خزینهٔ دارم که خراج ملک اسکندر بصد یک زکوتش وفا نکند و گنجینهٔ که حاصل دریا و معدن بهزارم حصه وظیفه خوارانش نرسد ۔ سخن کوتاه نغمه میسرائیم که هزار بمن نمی رسد و گلفشانیها می کنم که چمن چمن زر گل بحسرت می سوزد ۔ اما چه توان کرد که گوش شنوائی نیست و چشم بینائی ۔

والسلام ۔

(۱۹)

گزین برادر مکرم و معظم گره کشای کار نیازمندان سلامت پیشتر ازین والا نامه ارسال محفل ارم منزل نموده ام هنوز بپاسخ مسرت فزا نیست خدایا اثر صحبت زمانیان مباد مدعائیکه دیگر باره تصدیع فزای چشم و انامل نازک میگردد نیست معلوم ملازمان سامی است که زر سالانه بعوض مشت خاکی که با این همه جنون شوق از کف بر باد داده ایم می رسد و رسم تحصیل چنین بوده که حکیم نصرالله خان سلسله جنبا نیها کرده طوق منت بگردن می نهادند ناگاه تغیر زمانه تلون مزاج کار بحیات خان تو شک بیگی رسانید این ظرف زمان که قماش کار او هم بد نماست چاره جز التفات خدام نمی بینم و چون محتاج بعرض محفل نشینان صدر حکومت هم نیست بی تکلفانه بزبان قلم می آید که بلاله شوقی رام برخورده برسم سابق اجازت نامه گرفته بخزانچی در آمیزند و اگر سببی مانع این تکلیف هم بوده باشد تدبیری که برای اجابت قرین بود بر نگارند تا کار نامه باشد ۔ والسلام ۔

(۱۸)

مومن صفا مشرب با رقام جواب والانامہ گرامی برادر سراپا نوازش و کرم فلاطون فطنت ارسطو شیم نبض شناس و مزاجدان بیماران محبت سرشار چارہ فرما و مداوا گر دردمندان چشم بیمار معنی یاب و نکتہ رس خورشید جمال و مسیح نفس حصلنی و صالہ سرمست می نازو تکبر میگردد امروز ہم موافق ارشاد بکسب سعادت عیادت و با امید ملازمت سراپا نعمت جناب مستطاب والد ماجد آن سرتا پا عنایت رفتم مگر دولت دیدار میسر نا مد جناب عمہ مکرمہ بدر وازہ مشرف بدیدار فیض انوار فرمودہ گفتند امروز تپ نکردہ اند و گونہ تخفیفی رو دادہ التجا بحصول صحبت سراپا برکت بو ہم این معنی ملایم طبع نیفتاد کہ مبادا بدگمانی اشارہ خدام کرام بخاطر کج فہم نقش بندد بمقتضای نوازشی کہ از روز نخستین بحال مخلص دارند رسم است کہ اگر چیزی از دولت حضور حرمان می اندوزم می خوانند و نظر باین عنایات فقیر ہم بدین وارستگیہا اکثر دولت پابوس دریابم این ماہ ہفت نوبت بعیادت جناب ممدوح بخانہ رسیدم و محروم دیدار بازگشتم اگر بیک چشم زدن ہم نور نظر می اندوختم بتفصیل گزارش کردمے اکنون ہر چہ بدلم می خلد این کہ چنانست کہ عذر و حیلہ آنجا رسیدن بود نہ چنین کہ امید زندگانی بالکلیہ بریدہ باشند حرارتی ہست و در ضعف پیری ازین قدر ہم اضمحلالی رو مید ہد صبح پنجشنبہ دیگر بارہ آستانہ بوس بل دولت مند ملازمت می گردم و خدا نخواستہ اگر رنجی می بینم ہماندم بعرض ملازمان می رسانم خاطر مبارک مطمئن دارند طریق صبر و شکیبائی نگزارند۔ والسلام۔

زبان به تظلم برکشاد اولین جفائی که ازین بیرحم بر من رفته آنست که ضمیرم بخاک دل
سوخته و جگر برشته درگرفته روزیکه رنگ کالبدم ریخت بشور محبت رغبتم انگیخت جفائی
ندیده جفاها دیدم و ستمی ناکشیده ستمها کشیدم دیگر بیداد جانگزا ای که جز نیم جانی نگذاشته
سایه والد شفیق را که با آغوش عاطفتم پرورده از سرم برداشته هنوز آن جراحت
ناسوراثر رو بالتیام نیاورده بود که مرگ مادر مشفق سینه خراشیها نمود اگرچه این حادثه
تاب گسل می خواست که عضو عضوم ازهم گسلد و جان برلب رسیده و نفس بخون
طپیده بخار خار شوق هم در سینه نخلد اما با آهن دلیم آهن سرد کوفتن بود و نسبت
سخت جانیم سنگ بشیشه شکستن می نمود. اکنون به تعلیم کدا این بی مهر ستم آموز
روزگار زهری بکاسه زهری ام ریخت که آب چشمه خضر مداوا نتوان کرد و دشنه
در جگرم سپرد که شگاف سینه را هیچ مرهمی باندمال نشاید آورد. اکنون جز مردن چاره
نیست که علاج شکستگی سنگ خاره نی من و امید وصال که بدوری چنین غمه سراپا
شفقت زیستن بمرگ جان نشستن و بزندگانی ملک الموت گرستن است اگر
ازین اندوه دشنه الماس جوهر در جگرم نیست دلم صدچاک باد و اگر سودای غبار راه
گشتن در سرم نی سرم خاک باد هنگام وداع بدان درنرسیدن و زمان رخصت
بخاک نه غلطیدن. گواه که طاقت این صدمه توان سوز نداشتم ورنه مانند غبار
پائی همپایان و گرد محمل دست از پیروی و همرهی باز نمی داشتم درد جانگدازی که
رونه پیشتر شمع را تیره گرداننده بود دلیل ساطع است که گوش نغمه نیوشم ناله وا
مصیبتای فراق سیه روزگار نتوانست شنود یارب ایام هجران مانند شب وصال
مه جبین ناهید نواز زود تر بسر آید که عمرم بسر آمد و برید بشارت رسان قدوم میمنت
لزوم بسرعت روز مصاحبت خورشید وش مهر لقا بطالع دل فروز درآید ورنه زندگیم
از یاد رآمد سر بالین مانده ام آغوش عاطفتی می خواهد و روی بخاک مالیده ام گرد
آستانی می طلبد پیر فلکم که بگرد کوئی گردیدن سروکاری دارم و طفل اشکم که دامن
شفقت از دست نمی گزارم یاد روزی که به شفقت مادرانه کسی ناز جوانیها می کردم و

(۲۰)

## بجناب مستطاب والدهٔ ماجدهٔ خاکسار که عمهٔ بزرگوار نامه نگار باشد

قبلهٔ موتمن و وفا پرست سلامت خرد ادب آموز دستوری نمی دهد که لفظ آداب و تسلیمات برنگارم و پایه شناسی دست از درک فلک تازبار نمیدارد که حدیث شوق پابوس بر زبان آرم حیرانم چه سازم نمیدانم چه برطرازم اگر گلی بباغ فردوس ورودی فرستد برید صبا راه عنوان راه ندهد و اگر قطره بموج خیز عمان تسلیمی عرضه دارد لطمهٔ سیل فنا داغ آزرم بیمایگی بر جگرش می نهد اگر از ین گفتگو زبان بر بندم طعنهٔ بدعت از زبان بیصرفه سرای زنانیان هم نه پسندم با طبع دشوار پسند کارم افتاده چه مشکل کاریست ورای صایب ارجمند بیکسو کام نه نهاده چه راه دشواری عنایت ازلی خضر طریقت گم کرده راهیم بادتا بهر وادی که روم منزل مقصود رو نماید و بهر میدان که شتابم پا بسنگ ناهنجاری در نیاید با این همه آسیمه سریها بجز بآغوش کرم پناهم نیست و با چندین هرزه دوی گزیری جز آن درگاهم نی ۔ معنی " ففروا الی اللہ من غضب اللہ " اگر دلیل من نشدی از راه دور افتاده بودم و اگر مضمون " ہدی للمتقین " عصای کیاست بیناک من نگشتی قدم بسنگ لاخ ضلالت نهاده بودم درین صورت اگر معنی اولین ملایم طبع عالی بود وعده ناکرده بخوشی وفا کرده ام هر چند بنالیدن بیکسانه یگانه ام و اگر مضمون آخرین برسم لفظ آشنایان بے معنی پسند خاطر رعایت پسند باشد بکنایه ادا کرده توان بپذیرفت که بسخن سنجی افسانه ام ۔ بیت

خموش نیستم وجرات سخن هم نیست
ترحمی که مرا کار مشکل افتاد است

حدیث دشوار ستمهای فلک بیادم داد چون دل بهانه شور افگندن میجست

ونه پرسیدن یکی است بعجز اظهار نسبت ہم زبانی آرزو مندم وتا از زبان سامعه نواز نمی شنوم از شور کیف حالک لب نه بندم ۔ مصرعه

ع دارد جواب ہم سخن بے جواب من

بفلک پایه برادر چه نویسم قلم یاری نمی کند میداند که ہر زبان بمکالمت سرفراز است وبمشاہده وخطاب گرم ناز، ہر چه خود میگوید از زبانش میشنود در ہر سخن بلاف "لحمک لحمی ودمک دمی" از خود میرود ورنه آرزو میکرد که عریضه نیاز خود خواند بدستش چرا داد وتمنا داشت که مطلب بلغت خویشتن بعرض رساند باوچون فرستادہ اودرزن مهربان رابدعاہا که یاد میکنم به نگاشتن نیاز مند نیست که ہرزه درائی بصرفه ہمچوں کاتبش پسندنی اگر آسایش دوگیتی یافت دریافت که بی بخشش آمده بود وبفزونی ثواب وکثرت تاثیر افشا پیمود دعاگوی چنین کس نبودن دست به افسوس فرسودن است ثنا خوان چنین نگردیدن لب بحسرت گزیدن ۔ فرد ۔

ہر که از حال من سخن راند
من و دل را بیاد او واند

---

(۲۱)

قبله مومن بے گناه سلامت چوں چشم بینائی نیست سرمه سائی میل قلم جان فرسائیست وتا گوش شنوائی نی صرمه آرائی خامه ہمه ہرزه درائی ندانم چه کنم ادب از تن زدن درفریاد است وجرات از نفس درگلو شکستن ناله ایجاد اگر ہمه حرف گستاخانه برلب گزرد بمبادرت زبان بریدن برابر نباشد و اگر جمله حدیث بی بیباکانه عرض رود بشوخی دم درکشیدن ہمه ہمسرے نے ہرچند دیوانه بی تمیز را با این گفتگوہا

بداستانِ محبت عمہ حضرت یوسفؑ سرگرانیها که آن خود چنین فرزند پسندیده را به تهمت دزدی از قید بندگی نگذاشت و این کس کمترین غلام درم ناخریده را بفرزندی برداشت۔ مثنوی:

ای عمہ مہربان مومن  لطف و کرمی بجان مومن
تا سایہ تست بر سر من  غم نیست زمرگ مادر من
فریاد ز دوری تو فریاد  یوسف بچہ الم در افتاد
این گرگ کہن کہ چرخ نام است  از خون دلم میش بجام است

من نیز ازین میم سیہ مست
بشکست دل و خمار بشکست

لختی بدین تقریب زبان بشرح ماجرای خویشم سخن آشنامی شود و باین بہانہ دل پذیر حکایت شکوہ بےکسی و بےچارگی ادامیگردد دیگر بارہ درد قولنج چارہ گر اندوہ سخت جانی گردید و بہ پیچ و تاب ہا نیم بشکنجہ بےتابی حوصلہ فرسایم کشید تا آن کہ قابض روح مانند طبیب مہربان قدمی رنجہ فرمود و ہایہای بر من گریستہ نہ رگم گسستہا نمود آخر من سخت جان جان سلامت بردم و بذوق غم تنہائی حسرت بر بیکسانہ زیستن خوردم یاران می گویند کہ بیمار نیم اما مرگ خود بی آزار نیم آن درد کہ جان رفت و نمیرود سری بمن دارد و آن رنج کہ قریب مرگ رسیدم و دورنمی شود نمی گزارد۔ کو دست کہ بمداوا پردازم و چارہ کار خویشتن سازم چشمی کہ جگر افشان است. برپای مبارک مالم و بتلافی کاہش تو ی بسایہ عاطفت شما بالم دست شفقت بر سرم باشد و دامن لطف بچشم ترم نالہ " انا ابنکِ وانتِ امی " برآرم و بام بگلشن فردوس آسودہ را زندہ جاوید پندارم یارب چنین باد بگرامی خواہر ہمہ لطف و کرم بعد اظہار عجز و انکسار التماسی کہ دارم نہ عیادت غائبانہ است بل پرسش حال را ازبیگانگی بہانہ. اگرچہ از دل می پرم کہ در یگانگی بیگانہ ام یا با اخلاص بی ریائی وحدت آشنا افسانہ. اگر چنین نبودی اردہ دل شما دلم پدرود نیامدی و از تپ تپ نکردی درین ہم دمی کہ یکی ہم نگنجد دوئی را گنجائی نیست و پرسیدن

داغیم زداغ های جان سوز صد آه ز آه آسمان سوز

همانا ستم گر نامهربان. برادر ظلم. برجان معنی کرده حرف حرف نیاز نامه بگوش والا نرسانید و دل آزاری. برادر جان ازدرد فراق. برلب رسیده پسندید ورنه عرض صداقت کیشان پزیرائی دارد و پنجه بی دست و پایان گیرائی منکه از جادو بیانیها زهره طلعتانرا مسخر سازم و بآتش زبانیها دل وجان بلهوسان فسرده خاطر بگدازم فسون هاروتی دل کش سحر حلال من است وطلسم بابلی دود شعله خیال من ـ با خاطر محبت خمیر چهاکه نمی کردم و برطبع کرم سرشت چهاکه نمی آوردم اکنون چشم داشت ازهمین. برادر آن است که بجاه غم فتادن بیکس. برادر رواندارد وشیوه خدا ناترس اخوان یوسف علیه السلام بگزارد نگار نیاز. برای آنست که مخاطب بے مطلب. بردنه آنکه پاره کاغذ سواد آشنا از نظر بگزرد یا دایا میکه نیازمند نقش و محتاج تحریر نبودم و هرمد عا بزبان ارادت ترجمان ادا می نمودم ندایا دیگر باره هم آن روز خوش قسمتم با دکشهای دوری سحر کردن دشوار افتاد ـ بیت

گر خدا هم پی الزام نیارد پیشم
دادها از شب غم روز جزا می خواهم

قصه مختصر آرزو مند پا بوسم و از طالع نارسا مایوس ـ مصرع

ع ما بخت خویشتن رانیک آزموده ایم

سلامیکه مانند شکر آلوده. بزهر از جان شیرین تلخکام باندازرسا نثار بزم برادر نامی جنابست چون توان فرست که شوریدگی را آنجا بار نیست وبجز شیرین سخن درکار نی اما می رسانم و رسیده می دانم که خوکرده صحبت شیرین لب تلخ گویم و شکرین دهان تندخو ـ صد مضمون تظلم بے جواب ناز مانده و هزار معنی فریاد از نارسی خاک. برسر افشانده چه نکته های نازک برا دل نشکسته است و چه سخن های دل کشا را زبان نه بسته بجرنا. بها دربیگ که سلام ناگفته هم از

سری کجا و آسیمه هذیان سرا راز معنے ۔ مصرع

ع گر حفظ مراتب نکنی زندیقی

خبری کو اما یاد شفقتی که بهزار بے خبر یہا مرا یاد است و حرمان محبتی که بصید ناکامی از حرمان نامراد، نگزارد که داستان هرزه نوائیها سرایم و طومار تراژخائیها برکشایم لاجرم دست از ادب کشیده زبان بگستاخی کشادم و حوصله شکیب در نیم جانی ندیده مضطر دلی بدل شکنیها دادم ۔ بیت

زبان بشکوه کشاد از تغافلت مارا

بحرف آمدم از حرف ناشنیدن تو

عتاب نامه که اگر خیال نکته رس باشد عنایت نامه اش توان خواند نواخت و با چندین عبارت طنز آمیز مرهون سپاس یاد فرمائیها ساخت بپاسخ ترجمه اخلاص که مصداق ۔ بیت

در پس آئنه طوطی صفتم داشته اند

انچه استاد ازل گفت همان می گویم

از دل جوشیده بزبان قلم راستی رقم رسیده بود نسبت عبارت آرائی نمودن و حکایت بی تکلفانه را به تکلفات سخن سرائی بی تکلف متهم فرمودن چه ناانصافی چه سینه خراشی است و بر جراحت ناسور اثر داشته شور محبت نمک پاشی یارب وقتی که حرف شوق و حدیث نیاز در دل چنین کرم گستری تاثیری نکرد با گوش سخن ناشنو و بخاطر نافهم سنگین دلان ستم سرشت چه سرایت خواهد نمود ۔

نظم

فریاد ز بخت شوره فریاد  تاثیر ز ناله ام برافتاد
از غصه بخاک و خون طپانم  این آتش سرد سوخت جانم
از خشکی چشم تر فغانها  وز ناله بے اثر فغانها

(۲۲)

## بنام فرزند دلبند راحت جان من

از ریختهٔ خامهٔ ارادت نگاره دریافتم که درد گرده بآن جان نازنین آزارها داده و بیدردیها بکار برده و هنوز صحت کامل حاصل نیست از درد دل خویشتن چه شرح دهم بشرم جان فدانه کردن و بانیم جانی زیستن دستوری نمی دهد حکیم جان بخش سوگند که ازان هنگام که این خبر آسیب رسان سمع شده و دردی بگوش رسانده دلم چنان بدرد آمده است که دوروزه زندگانی کردن دشوار افتاده اگر خیال رنج و ملال خاطر نازک سنگ راه نشدی سر از قدم نشناخته می رسیدم واویلا از طالع ستم آفرینی که دارم هر بلائی که از عدم بوجود آمده صرف جان ناتوانم نموده و هر مصیبتی که از کارخانهٔ ارادت بمنصهٔ ظهور رسیده از خلوت کدهٔ دل خسته جانم سر بر زده بفحوای واستعینوا بالصبر سنگ جانها بکار برده دستی بر دل دردمند نهادم اما چاره این درد که بجان براحت پرورده آن لخت جگر در آزار بود من دور افتاده به پرستاری نپردازم ندانم و باین درد بیکسی و بیچارگی زیستن نتوانم بهمه حال اگر دستوری باشد زودتر رسیده درمان دل آزار کشیدهٔ خویشتن نمایم ای جان مادر فدای تو اجازتی تا جان داروی دیدار چارهٔ دردم نماید شعلهٔ اشتیاق جگرم می سوزد بدرد مفارقت چون سازم یارب شفای عاجل چارهٔ آزار کند و جسم و جانت باسایش باشد خواهران شما پس از بندگی و دعا لبی به پرسش می کشایند و به عیادت غائبانه اظهار دردهای خویشتن می نمایند چون طول موجب دردسر است بحدیث یگانگی مضمون ماجرا مختصر مومن دردمند چه بنگارد آخر این همه ناله و فریاد صریر خامهٔ اوست و چون سری بشعر و شاعری دارد کنایت از صراحت نیکوتر میداند۔

والسلام

مهربانیها قبول خواهند نمود جز سپاس کرم چه نگارم و دعای توفیق صلاح و
سداد غلام نقشبند خاں که رنگ مطالب گوناگوں میریزد برلب دارم -

ناچارم می نگارم - بیت:

تا دورم از وصال تو نزدیک مردنم
افسوس آمد است بافسوس کردنم

تا روی فراق دیدم چها که ندیدم تا رنج ہجران کشیدم چہا که نکشیدم - آوازیاری می شنیدم مطاعن اغیار شنیده ام نازنگاری می کشیدم این زمان جور روزگار کشیده ام بالفرض ساختن از سوختن خوش است اما چه باید ساخت که نباید ساخت وگرفتم که صبر از طپیدن دل کش اما چه توانکرد که نتوانکردنتم ما قیل چون دل نهد بهجر و جگر خون کند کسی ــــــــ کاریکه از کسی نشود چون کند کسی هرگاه خیال هم نشینان بزم آرای خاطر غمگین میگردد خراب آباد پریشانی می شوم و هنگامیکه یاد هم مشربان نشه فزای دل حزین خمار آلود سرگردانی می گردم از وطن دور افتادن و بغربت جان دادن، همان عذاب است که امام همام حسین علیه السلام دید اگر من هم از اهل بیت رسول می بودم شهر ربیع الثانی عشره محرم میگردید آری - مصرع

ع دردی دارم که کس بدردم نرسد

کو وسعتی در نامه تا به تفصیل سخن درآیم و کو قوتی در خامه تا از عهد شرح و بیان برآیم لاجرم طریق طول می گذارم راه اختصار می سپارم - بیت

بران سرم که زدشت جنون گزار کنم
تمام ریگ بانگشت پا شمار کنم

رباعی

زان رنج مرده ام که مرد است هیچ کس
آن زخم خورده ام که نخورد است هیچ کس
خود را ز کارهاهمه بے کار کرده ام
آن کار کرده ام که نکرد است هیچ کس

(۲۳)

## شیخ غلام ضامن کرم

### در شدائد سفر و کربت ترک وطن

فریادنامه مومن غریب حرمان نصیب قریب احزان سینه فشار دور از دیار و اهل دیار بسامی خدمت سراپا وفاق و وداد موجب مباهات جهان آباد سر دفتر ارباب صفا مسند الیه یاران بی ریا موافق ساز ظاهر بباطن شیخ غلام ضامن آن که - رباعی

رنجی که شد از تو دور ما را حاصل    دردی که ز رنج هجر دارم در دل
در مشکلم افگنده چه مشکل حالیست    گویم مشکل وگرنه گویم مشکل

جوش اضطراب انگشت بلب میزند و پاس تکلیف چشم و دل جناب در ادب اگر خیال آن می کنم برنیم جانم رحم می آید و اگر لحاظ این سکوت اولی نرمی نماید شوخی دست جنون مشتاق پوست برکندن است و سرزنش عقل را همون سرگرم بنگ لاخ تامل سر در گم در افگندن - جان نوازی آلام نهان زخمه زن تار نفس است و دمساز اوهام پریشان بحال بی صدائی زود رس قانون نواز اضطرار رشته های نفس تار چنگ است و زمزمه ساز اضطرار دم زدن صدای خارج آهنگ باندیشه کلفت حواس شریف رجحان ثانی بر اولی شد ساز تقریر شکست نائی قلم بیتابی رقم صریر آرا و زبان تحریر نه بست هر قدر دست زور بخفا بردم زور بیان دوبالا کرد چندان که از مداد سرمه در گلو کردم طلاقت لسان پیدا، پایش بر داشتم بسر رفت گلویش گرفتم دستم بگرفت لبش چاک کردم دو زبان گردید دست عجز بپا آوردم روان۔

بیت

تیر قلم بشست من نیست!
در دست من و بدست من نیست

تا بدریا رسیدم خشک و ترش از دامن طفلان نابالغ دیدم آیینہ نتوان اندیشید اگرچہ تشبیہ نایابست زسرابش نیابد فہمید کہ دران ہم آب است ناخدایان چشم تر برآسمان کہ شاید قطرہ از ابر کرم بارد و لنگر کشایان دعا بر زبان تا حضرت باری آب رفتہ بجوی باز آرد گاہی عرق ریز ابتدای اطفال خود بودند تا قطرات سرشک صورت چشمہ ساری بزیرد و زمانی زبان بہ انزل من السماء ماءً می کشودند تا دلی چون ماہی بی آب تسکین گیرد دیدہ ام کہ بحالم اشک فشان بود در طرفۃ العین بحری وانمود۔ نظم

چہ بحری کہ عمان ازان قطرۂ چہ پرسی ز قلزم کزان قطرۂ
جو برآسمان ہم موج زد ملک خیمہ از اوج براوج زد

القصہ سفینہ شکستہ تر از دلم آوردند و باہم جنس چند ہم مجلسم کردند چون رخت بساحل کشیدم زہرہ جبینی در برج ثور طالع دیدم او ہم بنظر تثلیثم دید اما کیوان کہ بطالعم بود نظر مقابلہ ندزدید طوعاً و کرہاً بصحرای فتادم و زبان پاس بورد این شعر کشادم۔ بیت

خواہم کہ رخ زہرہ جبین باز بہ بینم
اما چہ کنم او بفلک من بزمینم

اسپم از بس تاب بار غمہایم نداشت ہر قدم کہ می نہاد نمی توانست برداشت بیامردی خویشش می بردم و بجای طعام غم و لگ مفاجاتش میخوردم ہر گامی می ایستاد تا فرود نمی آمدم گامی دیگر نمی نہاد بہ خار زاری کہ راہ سر کردم قدمی سوار و قدمی پیادہ گزر کردم الحمد للّٰہ کہ ہیچ کسم دوچار نشد و آوازۂ اسپم نشانۂ کوی و بازار۔

## قطعہ

نہ ہی سوار و نہ ہی توسن و نہ ہی رفتار
کہ یک دو گام نہ در سالہا توان رفتن

## فرد

حرف عشق است شنیدن دارد گوش دارید بافسانهٔ من

تا صبح یکشنبه بحال زارم از پنجه خورشید گریبان چاک نه زد نالهای الوداعم دست در دامن افلاک نه زد روز آفتاب اثر روز زحل نمود تا ثیر خود بگذاشت آری اگر این منحوس ترمی بود آن تقدم بالزمان نمی داشت نیر اعظم نحس اکبر شد و فلک پیر از جوانانِ فتنه گر. طالع خفته هم خوابی ام نداد تا بپای دادم و خار راهی هم در قدمم نیفتاد تا. براهِ غربت نمی افتادم. صبر هم دنباله ما ندید تا دنباله سختی ندیدیم. ودست ما هم دامن نکشید تا محنت سفر نکشیدیم. بیابان عذر پاک رُفتم اثری از آن نیافتم خیر باد احبا گفتم. براه حرمان شتافتم روی بر قفا رفتم وروی چاره سازی ندیدم گوش رغبت بر صدا ماندم و آوازی نشنیدم هرکرا دیدم مرا نه دید و به هر که رسیدم بمن و تعفا رسید. آخر بیکسانه چون اشک خونین روانه شدم.

## غزل

هر قدم همره صد حسرت و حرمان رفتم
از وطن رفتم وافسوس که ترسیان رفتم

درد بے چاره دلم چاره بجز مرگ نداشت
گریه را زان اثری نیست که گریان رفتم

پشت دستی نگزید ند بحالم یاران
گرچه انگشت تاسف تهٔ دندان رفتم

صورت سختی من آب صد آرام بریخت
اشک شادی شدم از دیدهٔ یاران رفتم

کردمی رو بقفا طاقت دیدار نبود
رحم آمد بنظر سر بگریبان رفتم

تنہائی بین کہ گوش رغبتی برصدای ہر ہرزہ درائی می داشتم و آواز پای دزد را فسانہ خواب غفلت می پنداشتم آن ہم کہ برادر اجل است چسان می آید اما این نالہ ہای موزون کہ بطور غزل است برزبان -

## غزل

ای مرگ ترا جان شدہ مشتاق ترا امشب
سوی تو خود آید تو نہ آئی اگر امشب

بسیار دراز است ازان زلف درازش
یارب چہ شب است این کہ ندارد سحر امشب

چون آمدی ای یاد وطن در شب غربت
ای روز تو خوش باد کہ این خوش گذر امشب

تا شعلہ پرد و دفغانم بفلک رفت
روی سیہش می نہ نماید قمر امشب

ہمدم خبری دادہ دل از رفتن جانم
از من نتوان بود چنین بے خبر امشب

برجان و دلم این چہ عذابست خدایا
در روز جزا بود وعیدت نہ بر امشب

در ظلمت شب راہ بجائی نتوان برد
مومن چکند چون برسد مرگ در امشب

چون شب یزظلمت را براہ فنا گزار افتاد و یکہ تاز مہر مضمار فلک جولان داد من ہم بران فرس سوار گشتم وازان وادی ناپاک درگزشتم چندانکہ در یاد یاران بتلاش مردم دویدم جز روی کلاب و خنازیر ندیدم بسکہ ہمتاز نیر گیتی نورد بودم از صبح تا شام دمی نیا سودم آخر آنہم از تگ ، دتاز آسود و گردی

سوار آنکه بهر نیم گام می پُرسد
زهمرهش که بگو تا کجا توان رفتن
فرس چنان که اگر تاخت تا بفرسنگے
شب جدائی و روز جزا توان رفتن
گر آن فتاد کهی این فتاد باین ضعف
چو گره در راه بدکش هوا توان رفتن
سوار هم چو فرس هیچو پا زتا منزل
تو خود بگو که چه سان بی عصا توان رفتن
بهر که آمده از پیش اول این سخن است
باین فرس نتوان رفت یا توان رفتن
ستم ترانیکه باین ذلت و خرابیها
کسی نگفت که باری چرا توان رفتن

از بس به درنگ رفتم تا دهم سوار فلک چارم بمنزل مغرب رسید سه فرسنگ بقصبه خراب ترازوادی مجنون رسیدم و دران مکان بدکانی واکشیدم اعوذ بالله مسکنی که اگر وز خیالش معاینه نمایند بتکذیب وعید خدا زبان صدق بیان برکشانید ساکنانش جحیم را نعیم پندارند امیدوار نجات اند و اگر بدل وجان تمنای جهنم ندارند چرا سرگرم سیئات کسانیکه نسبت واجب الوجود هرجا مساوی پندارند اگر آن مکان را بینند این عقیده بگذارند ۔

جمعی که بدیر و کعبه یکسان | انوار خدا کنند ادراک
گویند که جای اوست هرجا | اما نه که هیچو جای ناپاک

اگر مرگ از آمدن آن جا عاری نمی داشت جان بلب رسیده رفاقتم می گذاشت ۔

فرد

فتادم در بیابان بلا تا از وطن رفتم
اجل هم کی تواند آمدن انجا که من رفتم

ابیاتم همه جنون خیز سپیدی و نگارهایش بال طاؤسان ریخته بال ساکن دیگر آن هیچ نیست دران حجره های دور دور اقفاس وحوش وطیور کثرت غبار جاده مدفن سوار و پیاده ۔

## ابیات

گر دل کشدت بسوی بازار — بازآی ز سیر و دیده پندار

ترسم که چو باریاب گردی — افزون تر ازان خراب گردی

من شرح دهم ز حال بازار — نه کهنه دکان و شش دکاندار

صباغ که خون ز دیده ریز است — بازار نه و زبانش تیز است

گفتی که لباس زرد خواهم — گوید مپسند روسیاهم

بر چو تو جوان سیاه زیبد — هر رنگ بدو و آه زیبد

غیرت ده داغ لاله باغ — بسیار سیه تر از پر زاغ

رنگی نبود بدین فضیلت — نوکر کندت بجز وسیلت

گیری چو سیاه بید رنگ است — ورنه بتو گونه گونه جنگ است

تا تنگ شد از تو وعده کرد — اما چو رخش نمی کند زرد

چون وعده رسید هم چنان جنگ — هرگز ندهد لباس بی رنگ

بزاز و عجب ماجرائے — گفتی بده اطلسی قبائے

تا دیر تبسمی نماید ! — آنگاه بگفت و کو در آید

پرسد که تو از کجا رسیدی — این نام بگو کجا شنیدی

چون سرو قد بلند داری — اطلس ز چه دل پسند داری

اطلس نه سزای چون تو باشد — پشمینه برای چون تو باشد

دارم بدکان خود گلیمے ! — گیرم ز تو تا بهای نیمے

این گونه لباس دل فریبد — زیبد بتو این لباس زیبد

از دورم وانمود در پی آن غبار شتافتم وپس از قطع مسافت فرسنگی منزل مقصود یافتم سست بنیادی که پامالش برفتار پشه صورت پذیرد ووحشت آبادی که با ثر خیالش خرام مور برم آهو آهو گیرد سیاحان جهان بطریق مکافات ناصنواب هم دران پا نگزارند وگرم سیران آسمان از فرد کلاب تمنای تماشایش هم چنان دردل دارند بهر زمین که قدم فتاد پیک جنون بپایم بوسه داد اگر بخت برگشته بدین خراب آبادم نیاوردی سوگند پایم مجنون ورد نکردی ۔

## مثنوی

چه بد کرده ام با سپهر برین | که افگند برخاکم و هم چنین
نه مشفق نه مونس نه همدم نه یار | من و غربت و دو لخراشی وخار
بجان سوز دارم بدل نیز داغ | یکی شعله شمع و دیگر چراغ
سرم وقف سنگ وتنم رهن خار | سرم هم فگار و تنم هم فگار

حدیث مشکوی امیر باید شنید وحال اماکن غربا را از این ناتوان فهمید حباب اساس مکانی که اگر بتقریبی حرف سنگین در قرب دیوارش بهم زنند کنگره هایش از صدمه هوی آوازه بریزد وسبک بنیانی که اگر از خامه انگشت لفظ گران بر دیوارش رقم زنند مانند حرف غلط از صفحه هستی برخیزد اگر کله بنشین زبانی گزشت برای نشستن بهانه شد واگر حدیث آرام آشنائی بی گشت از پی خواب فسانه اگر گزارنیم جان موری بر بامش افتاد از صدجا شکست واگر ناتوان گنجشکی بر سقفش پا نهاد رخت سفر آباد بست ۔ قطعه:

گر دست زند کس بزمین بهر تیمم | لرزیدن آن از اثر زلزله دانی
ور بچه کبکی گزرد از سر بامش | انداز خرامش گزر قافله دانی

با وسعت بیابان گیر تنگ تر از گور منافق وباوجود تازه تعمیر شکسته تر از حال عاشق ایوانش چون ابواب تحفہ اثنا عشریه عبرت ریز وارکانش مانند ارکان

نشیند و عذاب شب تارم دشمن نیز نه بیند ۔ مصرع

ع روزم چو شبم سیاه در هجر

تخفیف سخن آرائیها ۔ بیت

میتوان دریافتن درد دلم از نامه ام
شور فریاد اسیر آمد صریر خامه ام

چمن پیرای اجابت دعای این گرفتار قفس را با نه مرغان چمن هم پرواز کند و با عنادل دستان زن دمساز و هم آواز ۔ والسلام ۔

---

(۲۴)

در جواب اندرز نامه به خبر خانه رسیدن و از شکایت زن و پدرش برگردیدن ۔

بناز میگذرد تا حکایتی نکنم
کند ز من گله تا من شکایتی نکنم

مهربانی نامه بمضمون عتاب مشحون رسید مورث تعجب و حیرت گردید آزرده دلی را انگشت بلب زدن صد طعن برا او خود تراشیده نیست و شکوه گزاریده ای حرف در آوردن تجلت جو [illegible] نظر برانیکه پیشتر ازین صد صفت جاهلی و بیهوده اطوار بلب آورده [illegible] سزاوار دروغ [illegible] راستی نما با همچو من مخلصی تذویر و فریب ها بکار برده اید هرچند لایق جواب نیست بلکه کاتب هم سزای خطاب نے اما از دلول خار خار محرومی ناچارم وحرفیکه بخیال آوردنش ننگ دعا رمن لاجرم بزبان خامه می آرم نوشته اند قسمیکه شوهر خود را درین جا رسانند معلوم نشد کجا آیم کار من آنجا چیست و میزبان شفیق جز آن مهربان که ناخوانده هم اگر فرصت

از وی چو قبای تنگ پوشی ‏ ‏ ‏ ‏ با افسر این رساله جوشی
ماهینه یک سوار از تو ‏ ‏ ‏ ‏ این منصب بی مدار از تو
سر لشکر ما لباس بین است ‏ ‏ ‏ ‏ سودای تمام سود این است
دکان سوم در دست قصاب ‏ ‏ ‏ ‏ دارد همه لحم کیمیا یاب
نه دست بزد نه ران آهو ‏ ‏ ‏ ‏ دو خوک شراب و دو سگ کو
شد نفرت خاطرم از این جا ‏ ‏ ‏ ‏ دیگر بهمین قیاس فرما

زین جا سوی باغ می نهم گام
تا یکدو زمانه گیرم آرام

باغی که خیابانش مانند گریبان وحشت زدگان سینه چاک از دستبرد خزان و گلستانش برنگ گل زار تن نیم بسملان خون از دیده فشان بی صحبت سنبل پریشان دماغ و در مفارقت لاله همه تن داغ سرو و شمشاد از بندگان آزاد سبزه اش هم از سبزه کمان و مانند خط ریحان نوخطان قاتل جهان تاک انگور از صد جوشش رند سرمست مخمور شجرهای بارآور چون رحم ستروان مایوس ثمر باد بریده گلو گره رحال خود چشم پر آب و سعی طوبیت آبجو نه پای سیل خانه خراب .

## ابیات

چه گلزار گلزاری از عار و ننگ ‏ ‏ ‏ ‏ گریزد ز نام گلش بو و رنگ
اگر چه فدا بست بر هر گلی ‏ ‏ ‏ ‏ ولی میر مداز گلش بلبلی
ندیدم مرغی در آن نغمه زن ‏ ‏ ‏ ‏ بجز یکدو سه زاغ و چندین زغن
صبا را زمین یاد مصر کند ‏ ‏ ‏ ‏ خزان از الم خاک بر سر کند

چو دارد خزان بهر گلگشت عار
درین باغ زمانی ایدهبار

حالا از این باغ فهمیدی که درین باغ باید مرا گذر بمندایا هیچ کس بروز من نه

خاکی پرداختم ۔ بیت :

نکوئی با بدان کردن چنانست
که بدکردن بجای نیک مردان

نظر بکاری که در پیش است از حق چشم پوشند و بآن حق ناشناس باطل پسند این قدر را نخواهند شد زنهار جواب چه ست و شفیع قتل مومن بی گناه کیست طعن نسبت نادانی بجناب والده مکرمه معظمه نمودن زبان بمذمت حضرت مریم و فاطمه علیها السلام کشودن است عظیم الله بیگ که پایه افتخارش جز بمنصب لمیدانی هیچ نیست بچنین محتشم بلند قدر شکوه بر زبان آرد و باین سوی ادب توقع آمرزش و بخشایش جرم و معاصی دارد هر چند خاک گشته ایم اما بهسری چرخ فرق فرو نیاریم واگر بی سر و سامانیم اما سر و برگ بی حاجت و ابرام سفلگان نداریم سعد علی خان بهادر یکی از غلامان خاندان ماست که ثروت بیگم سمرو که سجود این کمترین بی سروبن است داشت و نام خود بصحیفه تاریخ عالم شاهی و سیر المتاخرین بر هم نشینی نجف خان و نجیب خان گذاشت ۔ قصیده

گر کلیک از آبا غم رم تا بکیومرث
کس نیست که تا چرخ نیفراشت علم را

آن پایه اکلیل فزایان که نمودند
مسجود شهان نقش کف پای خدم را

چشم الطاف آن دارم که دگر باره چنین حرف نا زیبا القلم نیارند و مرا بطور من واگزارند تکلیف آمدن آن جا ندهند و این گفتگوی ناشائسته درمیان نه نهند رسید غم کجا سخن درین است که آمدن دهم یا نی که بعد چندین بی ادبی و گستاخی عفو جرایم و سیات روا نے ۔ خطی اسمی غلام رسول بیگ فرستادن ملایم طبع عالی فهمان نیفتاد که رسیدن صورتی نداشت ناچار خادم شما اگرچون نامه اولین بیباک نزد بر طاق سهو و نسیان گزاشت زیاده ازین ننگ و عار باعث شکستن قلم و مانع تحریر و رقم گشت ۔

دست دہد ... عمر گردم کیست باری باید نوشت کہ منع توقف وتامل چراست و
کدام کار بایں ناکارہ بے دست وپا اگر ربط بایں خانہ فراموشی دارد ظاہر است
کہ ترک جہان آباد نکردہ ام واگر مطلب از خرابہ سر دھنہ میدانید کہ بدشت وصحرا
نہ پروردہ ام شہرستانی بیادیہ خانہ نسازد ومرغ چمن در بیابان نہ ان زدہ طرح
آشیان نیندازد وطمع خوشنودی خدا ونیک نامی دنیا بفریب موقومۃ الصدر باماست
حسب مقام شعر خودم بیاد آمد چشم دارم کہ پسند افتد۔ بیت

حذر کنم دم ناصح فسون پرویز است

خطا شنیدن حرف صواب آمیز است

خدارا بجہنم افتادن مومن باعث شادی وسرور نبود وکسی بذلت وخواری
بقریہ وودہ در دنیا مشہور نگردیدہ دوسہ ماہ کہ بنادانی زسادہ دلی مرتکب جریمہ
بنا اہلان ساختن گردیدم از ہیچ کس جز ملامت ونفرین نشنیدم اکنون کہ فارغ
البال وخوش حال ام خدا نکردہ بمصیبت خود را گرفتار نمایم ومجلس از عقل ہزار
فرسخ دور افتادگان در آیم۔

ع من جرب المجرب حلت بہ الندامہ

آیہ مثنی وثلث ورباع خواندہ ام ومعنی آن از اساتذہ بتحقیق رساندہ
اگر از حرام توبہ کردہ ام حلالی نگزاشتہ ام واگر پای از ہرزہ گردی برداشتہ ام
دست از ازدواج برنداشتہ ام وچون از جہلای نابکار رنجہا کشیدہ ام وبہ پیوستن
دہاقین بد اطوار مصیبت ہا دیدہ ام سر آن دارم کہ باہیچو عالی خاندانی فلک شکوہی
وصلت نمایم وچشم تماشا طلب بدیدار خوش نسبی زہرہ گوہری کشایم ورنہ از دوسہ
جا پیغام تناکح برزبان ومژدہ از وصال برخوردن درمیان اگر انصاف باشد
ازین نسبت کہ من دختر ش رابعقد آوردہ ام تا روز جزا جز فخر ومباہات سخنی
برزبان نیارد واین ہرزہ درآئی وژاژخائی خود یکبارہ درگزارد ہیہات ہیہات
کہ بایں علو شاہی شان بامشتی خاشاک منشی ساختم وبچندین آسمان پایگی بکف

(۲۶)

# بتعزیت مادر مرزا کریم بیگ

## رباعی

تو من گله های بخت واژون تا چند — فریاد و فغان ز جور گردون تا چند
افسوس زمانِ رفته سودی ندهد — از اشک زیانِ دُرِ مکنون تا چند

خاکی که بر جبین مالیده . بر سر حرف تازه رقم ریختن شاید و پیراهن کاغذی که در بر کشیده بالفاظ و معانی بخشیدن باید جامهٔ سُرخی . بر سر چوب زدن چراست صدپاره دلے بہ نئ قلم زن ۔ و بردای بسملانہ طپیدن کراست مضمون بسملی رقم زن ۔ از دست بدامنها آویختن چه آید فریاد نامه باید فرستاد و لب شکوه ها کشودن چه کشاید داد تظلم معانی توان داد آخر صبر دل آزار چیست و مانع جرأت گفتار کیست با داغ طاقت سوز تا چند توان ساخت دل و جان را پاک سوخته و بسکوت هنگامه افروز تا کی باید پرداخت شعله شعله آتشم افروخته ۔ انتقام بیداد از ستم گران کشید نیست و پیغام فریاد بصفت شعاری رسایندنی ۔

## نظم

آن که انصاف او دو نیم کند — چرخ بیرحم را چو خط نهار
آن که از بیم انتقامش دهر — کند از نام جور استغفار
آن که در درد و لطف و احسانش — لعل ریزد ز دیدهٔ خون بار
آن که از رشک خلق مشکینش — گشته ناسور زخم باد بهار

(۲۵)

## بسعادت جوہر سیادت فطرت مولانا میر فیضا علی رقم پذیرفتہ

اے فضل و علا را بچنیں عز و کرامت
صد ناز و تفاخر رسد از نسبت نامت

ترک سنت عیادت و لاف ہمہ زادگی نتوان پذیرفت قطع نظر از حق ہمسائگی و گزاف ولایت چہ توان گفت عذر لنگ بے خبری پذیرا، دعوی کشف را دلیل چیست و بہانہ سرخوشی خلوت قبول، گواہ خرق عادت کیست امام تسبیح بپای خود نرود نہ امام المومنین و قطب فلک از جای نجنبد نہ قطب زمین۔

که مخبران مجرم اند و من بے گناه ۔ فرد

دروغ مصلحت آمیز ہم گناه بود
خلیل و عذر شفاعت برین گواه بود

آرزو پناها عرض اشتیاقی که بلقای شریف دارم حوصلہ خامہ می فرساید و درد فراقی که ازان بیقرارم زبان از عہدہ شرحش برنیاید اگر از بیداد زمانہ که جفاکیش وستم شعار است نالہ طاقت گدازی بر آستان رسانم معنی لاتسبوا الدهر وانا الدهر زبان می بندد و اگر از جفای مرگ که زندگانی ہجران ناگوار است مشت شرار عالم سوزی برفشانم دل رضاخوی تسلیم سرشت شما نه پسندد ۔ چه ادراک مضمون تعزیت محتمل است که واقعه جانکاه انتقال والده معظمه تازه بیداد اجل ستم رسیدگان دانند که لب شکوه نیالودن چه ناگوار است و جفاکشیدگان شناسد که زبان تظلم نگشودن چه دشوار به نوید ان الله مع الصابرین دل برمفارقت اقارب نہادن و بمژده الصبر مفتاح الجنة برمطلب انا لله جان دادن فطنت ملایک مقبولست نه فطرت انسان ظلوم وجہول اگر از گرانی آن گوش حق نیوش نتر سید می شعله شیون سامعه سوز کرو بیان می گشت و اگر از خونفشانی چشم حق بین نه اندیشید می گریه خامه غلغله طراز از چرخ سیه لباس بالاتر می گزشت حدیث شکیب آن سرخیل اتقیا اثر کرد که قلم سینه چاک ناله من شق الجیوب سر کرد دل بیتاب شکن بر آسوده و زبان نوحه زن خموشی اختیار نمود ۔ قطعه:

مضمون ناله را بدعا می کنم بدل
درہای عیش بررخ تاثیر بازباد
از عمر خضر و طول املہای مفلسان
یارب زمان دولت و عمرت دراز باد

آن که از ری بهشت مرحمتش! شگفاند گل از سر هر خار
آن که از ذوق مدح او شیرین نغمهٔ طوطیان شکرخوار
آن که جان بخشی تکلّم او کرد عقل مسیح را بیمار
آن که دلجوئی ترحّم او جان فزاتر ز عشوه دلدار
آن که دینش متین تر از سخنم لی دم واعظ ریاکردار
آن که رایش چو دل برخشانی رشک مه طلعتان شعله عذار

آنکه عرض فضائلش مشکل
آنکه حصر صفات او دشوار

زبر اسم گرامیش باعدد سیر متحد ازان است که آوازه مکرمتش باطراف عالم رسیده و بینات نام نامیش با بینات حکیم ازین توامان که رای اعابت قرینش دانش آموز مجردات گردیده از بد و فطرت ارتباط هم ثابت و متحقق هست که نامش از کرم وکرم از ذاتش مشتق است ۔ شعر

عطاءه کخلقه عمیم مادام کاسمه کریم

دیراست که نامه نوشتن رادل می خواست و هجوم شوق هنگامه معانی دلکش می آراست خامه مشتاق پیغام ملاقات بانالش میفرستاد و نامه اشتیاق بپامردی صبادست و قلم رابوسه میداد از کتاب آرزو مضمون الفاظ بنوک زبان می رسید و الفاظ کتاب آرزو مضمون سامعه رابمهانی می طلبید امّا حاسدان دروغ گفتار و دشمنان ناراستی شعار هنگامه فریب و تزویر گرم ساختند و غلغله توجه خدام بلند مقام بسوی این خرابه درکشور جهان انداختند ساده لوحیم برنگ آمیزی شوق نقش بند تمنای دیدار گشت و بانیل مرام تمام بالکلیه از نصف ملاقات درگذشت اکنون که خبر توقف به تحقیق رسید و افسون منهیان بی اعتبار چون لاف هاروت باطل گردید خامه صریر نواشیون شیون نالید و نامه تظلم مدعا جامه در نیل خم دوات کشید داد خواهیم نه عذر خواه

چون پسندم وتا پیمان دلجوئی و دلدہی بدرستی ایمان وفا وسوگند باز نہ بند
دل نہ بندم زبان گلہ چگونہ بر بندم اختلاف حکایات پریشانم دارد و آوارگی
روایات با طریق جمعیت خاطر نمی گزارد. برزبان نواب مستطاب محمد مصطفےٰ
خاں بہادر گزشتہ کہ تحصیل زر ہا تہرس مسلّم بذات مبارک گشتہ و علی حسین
نیز. بزبان ترانہ خارج آہنگ گشتہ کہ این نوید ہنوز. برزبان خامہ صداقت رقم
والا نگزشتہ - اگر حرف اوّلین صدق آشناست دولت وعمال سیمین
.بران مفت شما یارب چنین باد بہمہ حال دو سہ حرفی نگاشتن شاید و حال
خیر مآل با احباب بی ریا نوشتن باید - والسلام

---

(۲۸)

بنام تفضل حسین خاں بجواب معذرت نامہ کہ بامید رفع کدورت
رقم کردہ بود

رباعی

از مہر و وفا دلم بجان می آید مطلب ہمہ عکس در بیان می آید
خواہم گلہ ہا کنم زجورت چہ کنم گردیدہ سپاس برزبان می آید

رباعی

پامال دل نزار آمد آخر خوش برسر عذر یار آمد آخر
کارم گلہ بود از جفا منت شد ناکامی من بکار آمد آخر

مضمون نامہ سپاس آلود است وصریر خامہ نغمہ آل داؤد رقم سرمہ
کش چشم حق بین گشتہ ومغز قلم در نور فزائی نگاہ منت گزین ہر مدعائی کہ
می نگارم گر ہمہ شکایت ستم است انقش سپاس می نشاند و ہر سخنی کہ بلب می آرم

(۲۷)

## بنام میر عظمت اللہ خان

مومن چه شدت که غم زرویت پیداست
این ناله و این شیون و این گریه چراست
آخر ز چه بے کسانه هر سو گردی
آن همدم و دل نواز یار تو کجاست

دلت هم از وصال مه طلعتان نه شکیبد همانا از کد این خورشید لقای دوری و جان بے قرارت را د بجوئ جانان هم تسکین نه بخشد مگر از آرام جانی مهجوری خاک بسر می کنی از در که دورت ساخته اند چاک در پیرهن انداخته از دل که بر انداخته اند چشم هر سو نگرانت گواه که درد انتظاری داری و از بے چارگی درد پنهانت پیدا که شوق قدوم بر ید عیسیٰ شعاری داری. بر خاک نشسته مسند جاه و جلالت چه شد سنگی بالش سر کرده. به زانوی چاره سازت چه رفت خدا ناکرده صنمی که داری در پهلوی دیگری نشسته یا سید عظمت اللہ خاں ازین دیار رخت سفر بربسته

رباعی

آن خان سپهر منزلت مهر جمال      کز روی ستاره تاب و از جاه و جلال
چرخ است ولی پیش کسی خم نشود      مهست مگر هبوط دارد نه و بال

اللهم ارفع درجاته وسلمه بکل صفاته دیر است که از اخبار جانفزای خدام کرام خبرم نیست تغافل از چه پسندیده آید و روش مراد بتان بے وفائی عاشق کش بکدامین نتیجه گراید من که این شیوه نا مرضیه از صنم کافر کیش خود نه پسندم از شما

معذرت آمیز نگاشتن و شیوه ظلم و ستم یکباره واگزاشتن ندارم کینه توزی که کفر طریقت احباست نسبت بمؤمن وفا کیش در خاطر آوردن و از لذت جور و جفای که چاشنی بوسه شکرلبان شیرین دهن دارد مایوس کردن و از تغافل بلند و عتاب عاشق پسند که مخصوص وفا سرشتان است محروم داشتن دل آزرده هجرانت را از ناکرده منفعل و از کرده پشیمان نه پنداشتن دارم والا۔

بیت

بحرف لطف تسلّی نمی توان کردن | که یاد دادن جور است عذر آن کردن

اندوه فراق ستم شعار گو بپاس ملال آن رنگین صحبت نازک مزاج روی وصال ندیده باشم بانفعال بی اثری جذب شوق نمی نگارم و اشتیاق وصال فرحت بار هرچند بگناه طالع نارسا بدان در رسیده باشم بخجلت آرزو گداز نمی توان نوشت ورنه از حد تحریر زیاده ام

رباعی

ای وصل تو چاره ساز درد دل ما | ز افسردگی است آه سرد دل ما
بشتاب بپرسشم که خواهد برخاست | خاک کف پای تست گرد دل ما

مفصلا از حال خیر مآل آگاه فرمایند که تعلق خاطر بسیار است و خاطر ترقی طلب و دل و دولت سگال بیتاب و بیقرار۔

---

(۲۹)

بمعذرت از دیر نامه نفرستادن

مثنوی

چه بلا یند این پریرویان | آتشین طلعتان و بدخویان
فتنه جو و ستیزه کار همه | کینه توز و ستم شعار همه

گر ہمہ تراوش الم است بزمزمہ دل منت پزیر حق شناس می ماند عنوان مکتوب بہ بحمدہ و نستعینہ زبان می کشاید و کلک دوستی اسلوب فرق نیاز بسجدہ شکر میفرساید قاصد در نامہ رسانیدن منت پزیر است ہمانا بنام نامی تفضل حسین خاں تحریر است ۔ قطعہ

آن یار وفادار کہ باکس نکند میل — زین جرم کہ گردیدہ چراہم عدو کین
آن گلشن اخلاق کہ باد سر کویش — برہم زند آشفتگی کاکل مشکین
آن صبح جبینی کہ نیفتاد و نیفتد — بر چہرۂ او جز بشب مرگ عدو چین!
آن آئینہ رائی کہ بتعلیم نگاہش — گر دیدۂ کور است شود خاطر حق بین
آن راستی آموز کہ از تربیت او — باور نکند کوہکن از مردن شیرین
آن مجمع اوصاف کہ از دفتر مدحش — بر چشم خود انگشت زند دست سخن چین
آن ہمدم دلجو کہ دعائی ز وصالش — گر در دلم آید گزرد بر لبش آمین

مخلص نواز اسطری چند کہ بر پشت صفا نامہ شفیق مہربان غلام حیدر خاں نگاشتہ قلم عنایت رقم بود مانند حاشیہ خط و شرح متن معذرت بیداد کہ سجیۂ مرضیہ دلبرانست می نمود باعث تسکین دل غم گیں و موجب تسلی خاطر حزیں گردیدہ تا چشم آرزو بر خسارش مالیدم نم اشکی از دیدہ طوفان بار کہ بی مشاہدہ جمال آن منبع انہار اقبال و سعادت سیل سرشک جیحون رشک کشادہ دور از ان درۃ التاج سیادت آب شورش قلزم برباد دادہ بدامن عاطفت ۔

## رباعی

آن نقش کہ از خامہ تو ریختہ است — حرز دل گرد غم بسر بیختہ است
یا دست برای معذرت تنہائی ستم — در گردن قیس لیلی آویختہ است

شکر این منت تازہ و عنایت زیادہ از اندازہ بفحوای لئن شکرتم لازیدنکم بامید جواب نیاز نامہ می نگارم ورنہ چہ شکایت ہا کہ از مضمون

میدانم که مدعای دل فریبی چیست و مطمح نظر چشم التفات غیرت دلداری کیست مطلب فروتنی تغافل سر بلند بخاک مذلت و شرمساری انداختن است و کمین بیخودی استغنائی خودپسند امیدوار حرماں نصیب از دولت نیازنامه بنام ملازمان تفضل حسین خاں رقم ساختن ساختن۔

## قطعه

آنکه در یاد مهربانی او | کینه باالفت بتان دارم
آنکه در لذت حکایت او | آب تسنیم در دهان دارم
آنکه تا لطف او بیاد آمد | چشم رحمت ز دشمنان دارم
شوکت شان او بدل بگذشت | رفعت و اوج آسمان دارم
می سرایم مثا تنش گویا! | کہ چنیں قوت بیان دارم
می کنم جلوهٔ رخش تقریر | حرف یوسف بداستان دارم
بسکه پامال درگهه اویم | پای برق فرقدان دارم
نغمه ریزم بذکر اخلاقش | عزم گلگشت بوستان دارم
گوش تا ثیر رهن منتهاست | خوش دعای که برزبان دارم
دست گوهر نثار او بادا | رشک چشمی که درفشان دارم

آب انفعال چندان از جبیں نریخته که بعرق ریزی صرصر تاچاک گریبان قیامت گردی از دامن صحرا برخیزد و گرد ملال غباری برپرده دل نه بیخته که گریه ندامت تاروز من یعمل مثقال ذرة خیراً یره از دیدهٔ محروم دیدار فروریزد۔ جواب مشکیں رقمی که نمکریز زخم تیغ بی سیر خجالت گردیده رقم نمودن سینهٔ چاک و دل افگار بکان نمک و معدن الماس فرسودن است فریاد که دست بیداد ندارم و باچنیں شور محبت و وفا از لذت نصف الملاقات تلخکام بودن زبان شوریده طالع بشکر و ثنای ملاحت ناسپاس کشودنست چه کافرم که خودرا مومن پندارم - بیت

یار بیگانه آشنا یند آه | دشمن آشنا نمایند آه
چهره آتشین برا فروزند | تادل وجان عاشقان سوزند
خنده گر بر رخ کسے زده اند | آتشی برق بر خسے زده اند
رحم از بهر جوش افغان است | لطف نام جفای پنهان است
حرف بر مهر آسمان گیرند | گرمی دل دهند جان گیرند
دشمنی در فریب دلداریست | ساده لوحی ز روی پُرکاریست
هردم از کاهش و فا بالند | بر سر کشتگان خود نالند

داد بیداد ازین فرقه ستم ایجاد که آتش نگاه گرم بهوای جنبش مژگان دامن دراز تیز مینمایند تا شعله فتنه بالاگیرد و گونه گون فریاد از تطاول این قوم جفا بنیاد که کدورت سرمه خانه سیاه کن باب دشنه غمزه خونخوار می آلایند تا بنای استیصال عاشق استحکامی پزیرد۔ شاهد مقبول و بینهٔ عدول آن که تا بخرابه جهان آباد باز رسیده ام از ستمگران جفا سرشت که صد بار پیش خونناها در کاسه ام کرده اند همگی دلداری و دلجوئی دیده ام آب خنجر غمزه که تشنه خون دل آب گردیده بود آب بر آتش زبانه زن شوق میزند و دم دشنه نگاه که بقتل نیم جانِ بلب رسیده تیز دستیها می نمود احیای اعجاز عیسوی می کند لب شیرین کار که باشور محبتم شکر رنجها داشت چاره گر شوربختی و تلخکامی است و حسن نمکین ملاحت بار که لب جراحتم را بسودهٔ الماس می انباشت مرهم زخم سینه ریشی و خون آشامی است جفای که با خاطر ستم کش سروکاری داشت صرف دل آزاری خویشتن است وادای که اندیشه بدل دهی بلهوسان می گماشت در فکر جانفزای من۔ حاشا و کلا که تاثیر نالهٔ آسمان شگاف گستاخی کرده باشد یا اثر فغانِ زبانه زن رو بدلگرمی آورده اگر این معنی بفهم نبود بدگمان باشم و اگرچنین مضمون دل نشینم نباشد بی نام و نشان باشم من کجا و بلندی طالع از کجا بلهوس نیم که فلک بکام گردد و زمانه سرکش رام بود

(۳۰)

## هنگامیکه از دهلی رفته و باکرم احمد که یکی از دوستان بود رنجش بمیان آمد

سجده ریزی قلم عقیدت رقم بر نقش پای عتبه افتادگان درگاه والا و مشکوی معلای صدر آرائیست که در صف نعالش نشستن تکیه ناز بر دوش چرخ اطلس زدن است و فریادرسی مومن صاف باطن به پرده گوش جناب ایستادگان قصر فلک زمین و نشیمن عرش قرین پایه افزائیست که احرام طواف کعبه خیالش بستن از آنسوی لامکان بیرون شدن است مظهر انوار ربانی مصدر اسرار نهانی کان جوهر نثار اشفاق و نیسان گوهر بار اخلاق مهر سایر سپهر پایه کیوان خیال قمر جمال ناهید بزم بهرام رزم مشتری شعار عطارد نگار.

### قطعه

آنکس که در زمانه عدیل و نظیر او — چون کین دوستان بود و مهر دشمنان
آنکس که از غبار جنابش دوا کنند — کس نالد از ز درد سر از خیل قدسیان
آنکس که از خیال سجود زمین او — طرف کلاه ناز شکستم بر آسمان
آنکس که از تصور الطاف او شود — نا مهربان سپهر بعشاق مهربان
آنکس که بر ادیم نعیم کلام او — نطق جریر و سحبان ناخوانده میهمان
آنکس که همتش همه مال و منال را — چون عمر منتیان زمان داد رایگان
آنکس که پیش پایه او چرخ هفتمین — بی قدر و هیچ چون کرد احمد بامتحان
آنکس که هست یار من و دوستدار من — آنکس که خواهدم بدل و خواهمش بجان
فخر جهان وحید زمان و فرید عصر — یکتای دهر یعنی تفضل حسین خان

تنگ و تاز خامه برهنه پا بره الماس گزار تحریر شوق وصال و خار زار شرح هجران سراپا ملال بواماندگی این مهجور بخاک نشسته و پای بدامن عجز شکسته می ماند لاجرم محروم و مایوس بصحرا صحرا حسرت و افسوس ازین وادی پرخطر

نه روی صحبت دلبر نه تاب مهجوری
بحیرتم که چه با جان شرمسار کنم

اگر نه نگارم حوصله بیوفائی ندارم و گر رقم سازم جز این چه برطرازم که عذر من به پذیرید و حرفی برحدیثم نگیرید که اگر طعنه میزنید سنان میخورید و اگر ملزم می کنید سر خجالت فرومی برید خار و خار رشک لاله پهول چند که به پهلوی آن گل سرسبد جاه و منزلت جا دارد گل خواهد کرد و نوبهار غیرت وصال غلام رسول خان که بطوق خدمت گزاری آن سهی سرو بوستان سیادت خود را خداوندارم می پندارد بار شهرت و رسوائی تواند آورد هرچند تب محرقه که از آتش گله بادارم و بدگرمی جوش خون در بغل آبلها به زیرائی داشت اما قلم غیرت طراز و دست جمعیت نواز نظر بانتقام اغیار جز مضمون واسوختن نتوانست نگاشت اگر بر دل گران آید از بار کش مکش هم آغوش سبکدوش باید گردیدنی اگرچه خاطر بلهوس پرست سر بسجدهٔ سپاس فرساید دوش از ته بار ملامت ارباب محبت شاید به درد آید هیهات هیهات پایم که نلغزد از بام فلک لغزیده و دستم که پائمال مبا د دست از تامل کشیده خاطر جمعیت پسند چگونه پسندید که نام اغیار بر زبان آرم و دل غیرت اندیش بفهمید که حدیث مطاعن یار می نگارم۔

مصرع گزشتم از سر مطلب تمام شد مطلب

والسلام

استغفر اللہ وہم راہ گم کردہ ام بکجا بردو طبع جادہ فراموشم از کجا بکجا آورد این ہمہ سعی خامہ بتاسی سالکان مسلک سلوک زمانیان ست ورنہ آن ہادی منازل محبت از نازلان منازل آسمانیان است ۔ رباعی

برچو نتو دگر گمان دیگر نکنیم — نور قمرت خیال زاختر نکنیم
صد بار اگر سایات افتد بغلط — بینیم بچشم خویش و باور نکنیم

عزلت گزینی گوشہ نشینی احوالم بپاس آزردگی خاطر آن قاصد منازل ولا رودا داست وزاویہ نشینی بیغولہ گزین عالم لحاظ افسردگی آن عازم فرحت آباد ربط واتحاد ۔ بیت

بہر دل تو ماند بدل گفتگوئی دل
صد حرف برلب آمدہ برگشت سوی دل

---

(۳۱)

تحیات نیاز آمیز بندہ بندگی پرست صداقت دین بخدمت گزاران عالی مرتبتی کہ آسمان رفعت نشان باچنین شوکت بامید ترقی رتبت بخاک پای نعال آرای محفل اوج منزلش فرق ارادت میساید وسجدات عقیدت ریز مومن سر بکف دست روی عجز بر حضرت پرستاران والا منزلتی کہ بمشابہت پستی قصر بلند آستان محسود لامکانش عرش گرامی پایہ رامی افزاید مخزن خصائل سنجیدہ ومعدن فضائل حمیدہ ۔

قطعہ

چہ فرو ماندہ ام در اوصافش — کہ چہا گویم وچسان گویم
بچنین درک وفہم حیرانم — در چنین گویم وچنان گویم
منم آن شاعر گرامی قدر — کانچہ گفتن نمی توان گویم

و بیابان بلا حذر در گزشته بخار خار خلش مژگان خار راهِ عرض مدعا قطرهٔ خونی از چشم آبله می چکاند ۔ بیت

اسباب گریه جمع کن و گوش دل بنه　　جان برلب ترا سخنی برلب آمده

رایحه بیزی اوراق شاخ گل انامل نزاکت بار و عطسه ریزی غنچه سنبل خامه عنبر نثار مثلث دماغ هوش را رشک فزائی طبلهٔ عطار و صدف گوش را لخلخه سای نسیم بهار نمود و فیض تماشای مسرت فزای بنفشه زار الفاظ فصاحت خیز و سنبلستان حروف بلاغت ریز نامه سمن شمامه آن کاروان سالار نافه فروشان چین طره مشک افشان خراج چین در آستین دِرِ فردوس برین بر روی نگاهِ زار این چشم در راه انتظار قاصد یار کشود ۔ بیت

شمیم زلف تو هوش مرا معطر کرد　　دماغ باد فروشم دکان عنبر کرد

زبان گلفشان خامه رنگین بیان که رنگ عذر همه رنگ قلت فرصت بر روی کار آورده و منقار هزار نامه گل در کنار که صدای بی اصول بدگمانی نغمه های از دام طعن عوام شمرده آن گلِ حیرت بار آورد و این گوش جان فگار کرد نمی دانم که در گلگشت گلزمین شوق وصال و سیر خیابان گلستان ارقام حال سوای گل کردن غنچه یکرنگی چه خار راه می بائیست و کدام گرد بر دامن طبع با صفای نشست که هرزه دوی صحاری بی رهنمون اعتذار بی جاه آواره روی جنون قرار را باراجاده پیمای سبیل مهر و وفا و راه نمای دلیل صدق و صفا خیال کردند و حیرانم که در مشرع منزل حیرانم قرین استفسار حال زار احبا و معبر محیط دلنشین گفتار صفا آشنا چه سنگ راه و آب زیر کاه بود و کدام قطاع الطریق بسنگ منجنیق فساد و شرارت غارت می نمود که به بی گم کردن طبع کج خرام با ثر اوهام سست گام در راه دور و دراز ترا فزون مطالب دیگر طریق غول سراپا فریب سپردند ۔ بیت

دانسته ایم نیک که دانسته بدم　　ور　　این بدگمانی تو مرا در گمان نبود

امید وصل شد سبب زیستن مرا — یاد زمانہ کہ دلم نا امید بود

قند مکرر یعنی نوازشنامہ دیگر کام آرزو بشہد آمود و مذاق جان از لذت بر لذت افزود و عذوبت رطب اللسان نیشکر خامہ بشکر ریزی ارقام صحت مزاج آن شیرین کار التفات آقای نامدار قدردان پیشانی آن ترش روئی سرکہ جبین و تلخ عیش بزہر آب مرگ انگبین در سجود شکر فرسود۔ مصرع

للہ الحمد چنان شد کہ چنان می بایست

اگر حلوای مشورتیکہ باد ای فرض بیان کردہ بودم ذوقی بکام عقل معاش دادہ باشد وقت مراجعت بجناب نواب مزہ اش بر باد نشود و اگر صبر موعظتی کہ در عرض اصنافہ بر زبان آوردہ بودم در طبع چاشنی یاب سعی و تلاش ناگوار نیفتادہ باشد گاہ ذوق مکالمت بہ نواب فلک جناب از یاد نرود و احوال قرارم کہ در رکاب فیض انتساب شتافتہ باید نگاشت کہ ہنوز نیم جانی دارد یا جہان فانی را در گزاشت۔ تا ربط ناز و نیاز باہم است و معنی و لفظ توام دل ملازمان بوصل احباب مسرور و رنج و درد جدائی از بزم حضور دور باد۔

---

## (۳۲)

## اشتیاق نامہ پیش از ملاقات

## بنام منشی امیر علی

نالۂ بلند آہنگ مومن مہجور، از آستان لامکان مکان دور، امیدوار وصال سراپا سرور و نشاط آرزومند جمال چشم و از سر تا قدم مسرت و انبساط، تیرہ بخت از بے مہری فلک نیلگوں سیاہ روز، سوختہ اختر از گرم دلی داغ خورشید جہاں فروز، بگوش نازک سفتہ گوشان سر حلقۂ کج کلاہان مہر افسر خواجۂ پرستار نواز بندہ پرور مربع نشین مسند مہربانی صدر الصدور سخن سنجی و نکتہ دانی سایۂ پای

مدحت خود بمجلس شعرا | بیش وافزون زدیگران گویم
شاعرے ہمچو من نبوده و نیست | بفصیحانِ اصفہان گویم
لیک در فکرت مدائح او | ہمچو اندیشہ و بیان گویم
ہر سم از عقل اولین تا او | ہر چہ گوید بمن ہمان گویم
چون بگوید ازین سخن حرفی | ہیچ گفتنی زمان زمان گویم
گر زجاهش بلب زنم سخنی | حرف در گوش آسمان گویم
ورزبی مثلیش کنم تقریر | کیست چون من درین جہان گویم
نام ممدوح میرود اکنون | بایدم مدحت زبان گویم
جان بگرد زبان من گردد | چون تفضل حسین خان گویم

حصل مرام پزیرا باد ——— بیت

بے زبان تو در فغان آمد | نالہ چند بر زبان آمد

چہ نگارم از آتش دستی یاد گرمی صحبت آن بوفا گرم خون کہ شمع آه شرر بار افروختہ و بال ملک پروانہ وار سوختہ و چہ فشارم از آبیاری خیال سراپا طراوت تقریر صفا مقرون کہ از چشمہ زار چشم خونبار بطغیان طوفان نشان جیحون افشانده و حاملان عرش اعظم را تا کمر در خون نشانده یکی چوب سدره ہیمہ جہنم گردد دیگری پایہ عرش نہال سرتاسر نم پیکان تیر آہ خونچکان با اقدام پیکان اندیشہ نازک خیالان کعب گرگان است و نوک سنان نالہ جان ستان خار پای رہروان آسمان سوز نہان کہ ہنگامہ محشر افروخت شمع استخوان ہای سینہ چسان نیفروختہ باشد و آتش جان کہ زمین و آسمان را سوخت پروانہ دل و جگر چرا نسوختہ باشد ہجوری آن از من جدا و وصل دیگران مسرور در خانہ ویرانی دل عیش منزلم بوده و دوری آن بدل نزدیک از نظر دور ہمسایہ مرگ و اجلم نموده اگر امید وفای وعده وصل بعد ماہی کہ در آری عمر خضر دارد تا شیر آب حیوان نیاوردی۔
درد ہجران کہ حنظل و ہلاہل بار می آرد زہر اجل بکاسہ جان کردی۔ فرد۔

کذب و دروغ دامن آلا باشد و این تحریر با صدق و صفا بکدورت ریب و ریا تیرگی باطن افزا۔

بیت

خوش بدگمانیم زکجا برد تا کجا　　　مومن کجا و حرف دروغ آشنا کجا

بشهادت این مقال بینهٔ عدول سبب اشتیاق جمال آوردن و بصداقت این حال گواه مقبول صورت حال عرض کردن لازم بود ناگزیر وانمود هنگامیکه افضل کاملان جهان تفضل حسین خان بعد ملاقات خدام کرام زینت فزای خرابه جهان آباد گردیدند و پدر و این مهجور در منه فرار سیدند بداستان محامد جمیله و اوصاف جزیله ساحی برزبان و گوش منت ها نهادند و خاطر نیازمند چون زبان مداح اشفاق به ثناهای از حد افزون کشادند از ان روز مؤانست دلی و صفای جانی در سینه دوستی پنهانی خار خاری داشت و چشم گوش بر آواز و گوش چشم در راه اخبار آن چشم و چراغ ابرار میگذاشت درین زمان خجسته اثر که طائع بخواب آسوده بیدار و چشم فلک آزار بین نگاه لطف بار بود به سید عبدالواحد المتخلص بسکین برخوردم و بتفصیلی ذکر اوصاف آن معظم و مکرم سرفرازی گوش رغبت نیوش و دل نوازی سامع شوق جامع نمود که هرچه پیشتر تشریف بخش سماعت گشته بدی از دفتر و خطی از کتب بود از قند مکرر المومن حلو و یحب الحلوا مذاق سرکر جبین شکر آنا گشت و کام دل تلخکام شیرین ادا و لذت فزا شد۔ فرد۔

اکنون کراز می خبرت بیخبر شدم　　　مشتاق وصل بودم و مشتاق تر شدم

چندانکه گوش بنوازش این نغمهٔ مسرت آهنگ نشاط آگین و عشرت قرین است چشم حرمان نصیب از دولت دیدار فرخنده آثار گوهر بار و دریا در کنار و طوفان در آستین است مضامین آتشین دم اندیشه را گرم کرد بنوک شعله خامه شرر ریز گشت۔

## غزل

چو خجلتے زگریه سوز آفرین کشد　　　دوزخ بدیدهٔ تر من آستین کشد

جو میکند دلم بجفاهای آسمان　　　تا نازهای آن نگه شرمگین کشد

خورشید کمالان نورسایه پایه افزاے فلک خیالان فلک پایه بهم اثر رجبیں بسعادت مَثَل هم گہر صفا طراز جوہر اوّل منبع شمول اخلاق معدن جواہر اشفاق بی نظیر جہان وحید زمان زبدۂ ارباب مہر و وفا قدوۂ اصحاب صدق و صفا بناز و نعیم تا متناہی سایه پرورده رحمت الہٰی نیکو رقم دفتر سعادت ازلی منشی سیّد امیر علی۔

قطعہ

آنکه همتای بی نظیرش را — خون جان نطفۂ پدر باشد
آنکه از وصف حرف شیرینش — کلک مداح نیشکر باشد
آنکه در یاد مہربانی او — آه مظلوم بی اثر باشد
آنکه روشن سواد نامه او — سرمۂ دیدۂ سحر باشد
آنکه در دور خودنمائی او — راه گم کرده راهبر باشد
آنکه از بس سرایت جودش — خون اعداش آبزر باشد
آنکه از گریه هاے هجرانش — جیب و داماں پر از گہر باشد
آنکه حصر صفات او بیرون — از حد طاقت بشر باشد
آنکه آید دعای او بزبان — گو سر مطلب دگر باشد
تا بود روزشن از رخ مہر — تا فروغ شب از قمر باشد
دشمنان سیاه روزش را — اختر تیره تیره تر باشد

برسانا د دوای. بر محرومی بیکسی کہ از دولت ملازمت محروم ماند و رحم بر مظلومی ستم رسی کہ خود را با آستان نرساند شوق تاب گسل طاقتی نگذاشته ورنه بر آنجناب سطوت مآب چون ملک بوسه دادمی۔ گمان نبرند که این اظہار اشتیاق از مراسم تملق اہل زمانہ است یا از مضامین بی صرفہ شاعرانہ کہ بی فیض اندوزی صحبت سراپا برکت باین پایه معارج شوق سراپا کمال. برآمدن بخیال در نمی آید و بی نکته آموزی ملازمت لازم السعادت باین مراتب خواہش تقاضا پیشه رسیدن باندیشه نمی رسد حاشا ثم حاشا کہ این تقریر راستی آشنا بلوث

گرد کرده تسکین بخش دل بے قرار شد و تسلی دہ خاطر سراپا اضطرار گشت اما در ان
چشم نزار کہ بفیض بی اندازۂ نتائج قلم عنایت رقم بد خوست کردن نتوانست
و چارہ زبانی کہ بکرم رقم کرامت توام بد آموز است ندانست ۔

بیت

حرفی زخامہ تو ہنوزم امید نیست
چشم سپید گشتہ و روزم سپید نیست

بیشتر ازین در التماس نامہ کہ بنام والدم کلک صداقت نگار ریختہ
است بہ تہیہ ہجرت واجب ترین پاک حرمین شریفین کہ نصیب ہر مومن باد ،
اشعاری رفتہ بنابرین نیازمند مخلص نیز بعرض حال سعادت اندوز جاوید گشتم این
زمان کہ ہم از سید محمد زکی و ہم از دیگر کسان ہنوز توقف ملتزمان رکاب فیض
انتساب در حیدرآباد گوش خورد و بیقین دانستم کہ آقای قدردان جدائی آن مجمع
علوم و فضائل گوارا ندارد انموذجی از حال زار می نگارد شانزدہ ماہ است کہ جدہ
امجدہ برد اللہ مضجعہا وداع جہان آباد فانی کردند و داغ حسرت و افسوس بسینہ
واماندگان سپردند و چون برمرگ دستی نداشتم دلی بکار بردم ۔ مصرع

ای وای از اجل کہ بجز مرگ چارہ نیست

و چند بیست کہ آشنا زادہ ام لالہ شیام لعل در رسالۂ نواب مشیر الملک بسفارت
میگذراند غالباً از ملازمت والا و حضرت اعلیٰ بہرہ یاب باشد بناءً علیہ خامہ
گستاخ بناز شوخی تحریر سفارش میکند و چشم آن دارم کہ بہر کاریکہ دارد و بہرچہ
التجا آرد حاجت روائی و لطف فرمائی بکار در آید و چون درین دیار خراب کہ بدست
کفرہ جاہل بے قدر افتادہ قدر شریف و نجیب حکم کیمیا گرفت و دولت و اقبال
ترجمہ عنقا شد لاجرم سفر لکھنؤ صوابدید خاطر است اگر در انجا از رشتۂ مطلب
گرہ کشود نیکو تر و رنہ عزم آن دیار ہم بدل میخلد کہ بسیار کس قدردانی راجہ چندو
لعل بہادر نسبت بارباب کمال سیما شعرا وانمودہ اند و این ہیچمدان راہوی ازین

دستم کشید چاک گریبان که خواهدم | این دست از دعای اجابت قرین کشد
زندان تنگ وسعت عالم شود قفس | از بس ز تنگ نسبت من روز مین کشد
شادم کہ از وفور نزاکت نمی توان | دامن ز دست عجز من آن نازنین کشد
از بسکه تنگ بوده نز آهم زبان وهم | منت بجان ز مرگ سپهر برین کشد
خوش سوختم بآتش حسن پری وشے | خاکم بچشم سرمهٔ صفت حور عین کشد
زهری بکاسه ام کن و برخیز ساقیا | تا کی خمار صحبت من همنشین کشد
کو اشک ماتمی بسر نعش بے کسی | تا انتقام من ز دم آتشین کشد
جان بلب رسیده که دارد امید وصل | بگذارمرگ تا دو سه روزی چنین کشد
مومن بملک عشق بتان شد زبون مگر | رخت سفر بخدمت سلطان دین کشد

سامعه بذکر مسرت افزا مایه دار سرور است باصره هم از دولت دیدار گنجور باد۔ والسلام

---

(۳۳)

رقعه بنام حکیم غلام حسین خاں
بسپارش آشنا زادهٔ

مومن صداقت کیش عقیدت آئین زمین بوس درگاه سپهر اشتباه خدام کرام عم بزرگوار قدر اقتدار فلک خیام عرش مقام قبله و کعبه نیاز پرستان ارادت دین افاض الله علینا رشده وهدایته سر افتخار بفلک الافلاک رسانیده بعرض مدعا رنج افزای سامعه تعلیم یافتگان حضور هم جلوه طور میشود دیریست که دیده این چشم در راه انتظار قاصد سپید از سواد نامه نوازش نور نیندوخته و بکحل الجواهر خاکپائی برید نوید رسان چشم آرزو سیاه نکرده هرچند هر که از واردان آن دیار خلد آثار برخوردا استفسار اعتدال آخشیجان تشریف نموده مسرت بر مسرت

بہرہ ور وکامیاب باشند فقیر مومن بتکرار دعا و سلام ذخیرہ اندوز ثواب است و چشم بر آستین دوختہ جواب۔

---

(۳۵)

نامہ لبریز گلہ ناز بیجا بنام مسطر بہ ماہ جبیں زہرہ نوا

ای خامہ تظلم صریر بلبل آسا بنال گلگوش غنچہ دہانی بر صدای تست و ای نامہ خونین تحریر چون شقایق بر خود ببال بہ نگارین دست رنگین ادای جای تو ای شوق تقاضا فرما مدی تغافل سرشتے عالم پرسیدہ وای درد جانفرسا ترحمی عیسیٰ لبی بچارۂ بے چارگی وا رسیدہ ای معانی نزاکت جوہر زمان تراویدن است نازک دماغی پرسان حال از درد سرش می ہراسم و ای مضامین لطافت پرور ہنگام ار دل بر زبان رسیدن لطافت سرشتی چارہ جوی ملال جزای درشتی سخن می شناسم ای تیرگی شبم بکار مدادم آ حرفی چند بماہ رخساری می نگارم وای ظلمت کوکبم تسوید کتاب نامہ سیاہی نما شکوہ شام فراق از مہر عذاری می دارم ای دیدہ خونبار پارہ پارہ جگرم ریز شنجرف لوح را حیرانم وای زردی رخسار بآب دیدہ ام در آمیز تدبیر افشان زر ندانم ای دود جگر پیچ و خم سطر مکتوبم شو حسرت زلف خم بخم تاب فرساست و ای شعلہ برق شرر بدست گیری بر خیز ہنگام گرمی ہنگامۂ مضامین واویلا۔

رباعیات

ای لب ز فسانۂ تمنا سخنی ای نالہ ز شوق تاب فرسا سخنی
ای غیر حکایت وفا پرسیداست خواہد شنود ز قصۂ ما سخنی

---

دیوانہ ام و زدور بینی دل شاد صد عقل فدای این چنیں مجنون باد

گلزار بدماغ اندیشه رسیده بالجمله اگر خواسته ایزد تعالی است بدولت قدم بوس سرمایه اندوز می شوم و زمانی هم ربط و اتحاد پدرش بخاطر نمانم بموقف عرض می رسانم واحوال موهن رام برادر رهانند رام سیٹھ که از راجه ممدوح رخصت شده عزم دار الخیر اجمیر داشت وناگاه درنیمه راه جاده پیمای دوزخ شده مفصل ارقام رود زیاده آرزوی پابوس ۔

---

(۴۴)

رقعه بفرمان یکی از خاتونان محتشم بنام برادر زنش

عزیز از جان من چه کسی که یادم نکنی و از یاد نروی دمی نیست که بخیال سرگرم سخن نباشم و ساعتی نی که گفتگوی حاضرانه نکنم میترسم که بیدردان بگمان جنون گرفتار بلایم گردانند و خونیکه از ضبط گریه بدل باز مانده برگ زدن کشند شبها در خواب می بینم ولاف دیدار میزنم یارب این چه خیال است و روزها در انتظار نامه آور بر در می نشینم و سخن با صبا می کنم ندانم این چه حال است چون خو کرده جدائی نیم بردل گران تر است صد بار پیش میخواهم که بے قرارانه رخت بانجا کشم و در بر آرزو و آغوش تمنا در آرم اشتیاق آن چنان آسیمه سر دارد که می گویم نامه بر خود خود کردم تا باین بهانه بدولت دیدار رسم اگر حال چنین است دور نیست که پرده دوری از میان براندازم و حجاب فرقت پاره کنم ماجرای دیروزه است که خیال صحبتهای گذشته از خودم در ربود بیتابانه برخاستم همصحبتان دانستند که خیال بجای رفته است از جا می رود سنگ راه شدند و دران بیخودیها گوناگون دست و پا میزدم و گریبانها بسزای ممانعت تا دامن چاک نمودم اشک از چشم می رفت و دل از دست فی الجمله کار از دست رفته و دست از کار آرزو مند بلاقاتم و امیدوار دیدار والدعا برادر اقبال نشان بدعاهای نیم شبی

گلریز ستم بجلوه ریزی — برخاستنش بفتنه خیزی
آشوب غبار جلوه گاهش — صحرای نشور گرد راهش
افسانه زلف او درازاست — گوئی ز شبنم سخن طرازاست
هر موئی به پیچ و تاب دلبند — دام دل ابله و خردمند
طبعش به نزاکتی که دانی — از سنگ دلی کشد گرانی
خویش به لطافت سمن زار — کویش بطراوت چمن زار
هر غمزه نظر بسوی مشتاق — هر عشوه بآرزوی مشتاق
هر شیوه بو قمت دلستانی
جان داده بلطف و مهربانی

بی بی چه میگویم طریقه دلستانی و شیوه مهربانی چاندنی مهریست که دلهای پر ستم میستاند جفا به خویش قریب تر از ناله وزبان مظلوم ورحم از دلش دورتر چون خنده از دهان مغموم - خونخواریست که خون عشاق بذوق تونا به چشم میریزد وستمگاری که فتنه از کویش بسامان غبار عرصه محشر میخیزد جلادی که دست بخون بی گناه آلاید و حنا پندارد وصیادی که اگر طائر بام حرم بدامش آید بی کشتن نگذارد سخت گیری که قصه فرهاد و مجنون بسختی گل برگرفتن گیرد و سست پیمانی که وعده شیرین و شیر و به بدرستی عهد وفا شناسان پذیرد بیدردی که بر ناله ستم کیشان می خندد بیرحمی که گریه شمع بربالین پروانه نمی پسندد باطل اندیشی که بقتل محتسب عذر مستی آورد و کافرکیشی که خون مومن بلذت باده گلگون میخورد و زود خشمی که تا خیر اتمام حجت بطول روز جزا در چشمش نماید سیاه چشمی که سرمه سائی شبهای دوری بنظر در نیاید بیوفائی که بستن عهود و مواثیق را از وفا انگارد و صبر آزمائی که نفس واپسین را از آغاز ابتلا امتحان پندارد

رباعی

شوخی که جفای او کشیدن نتوان — روزی بمراد دل رسیدن نتوان

گر بوسم وگر بدل نهم نامهٔ خویش        دانم که بدست یار خواهد افتاد

ای زبان هرزه درای بیهوده منال که مخاطب شوخ جفا پرور است و
ای ناطقهٔ ژولیده نوا نالهٔ بی باکانه مکش که کار با سخن ناشنو بیدادگر ـ

رباعی

شوخی که بکس وفا نکرد و نکند        یک عقده ز کار وا نکرد و نکند
نالیدن بی اثر چرا می دانم        رحمی بحال ما نکرد و نکند

ای اثر بیدادم رس از دست جفا پیشه گرم فریادم وای فلک برم ادم
گرد که از گرد سر گردیدن زهره جبینی نامرادم ای دم نارسا این همه خارج آهنگی
چیست وای شور وا مصیبتا ندانستهٔ که روی سخن با کیست ناهید نوای رسا انداز
است و سرود سرائی مقام ناز نیاز یعنی فدائی شیرین ادایش والحان داود
دعا گوئی اندازه سایش بحسرت کلام شیرینش طوطی شکرها تلخکام است و از رشک
سخنهای رنگینش فسانه گلزار از لب عندلیب ناتمام ـ بانوی آواز گوش آشنا
بانگ گل شورِ بد گهائی خزان دیده ـ و با نزاکت گفتار طرب فزای نغمهٔ بلبل
شیون نای ماتم رسیده ـ

مثنوی

لعل لب او بدُر فشانی        آب و رنگ رخ معانی
رنگین لب او چو خط یاقوت        کار دم او فسون هاروت
اعجاز حکایت دم او        جان داد مسیح در غم او
تیغ مژه داش چو آه مشتاق        چشم سیه اش چو بخت عشاق
جادو نگهش بد لبس ریا        افسانه کند فسون گریها
پیشانی آئینه نمودش        پیشانی صبح در سجودش
رخسار بطلعت دل افروز        داغ جگر ستاره روز
گرد سرِ قامتش قیامت        صد گونه بلا فدای قامت

بہ رستان برافروزد ۔ بیت

فریادہا کشم کہ تب و تاب شعلہ اش
کوثر جحیم سازد و خلد برین جحیم !

شعر

وان سلطنت نار التفرق والنوی    علی سقر لو ما الذاب لبیہا

نی نی من کجا و این بیدردی از کجا اما از معنی یوم تبلی السرائر فما لہ من قوۃ ولا ناصر ـــــــ بیم است و دل از فکر من یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ ۔ دو نیم للہ در قائل ۔ بیت

از ما بجلی لیک مبادا این ہمہ آزار    در حوصلہ فکر خدا وند نگنجد

ہنوز زمان تلافی و مکافاتی ہست و ہنگام تدارک و التفاتی از این بعد کہ قریب ترحم نخورم پشیمانی بکار نیاید و ندامت عقدہ از کار نکشاید ظالم انصافی ۔

بیت

بجفائی تو من سوختہ خرمن چکنم
من نگویم تو چہ کردی تو بگو من چکنم

گرد خاطرم بہوائی صدای پایت برباد میرود، و غبار دلم بقدوم صفا لزوم پامال میشود ۔ ہر چند مانند مینا صافی طینت دارم امابی دستگیری ساقی سر فرو نیارم صیقل کشیدہ شمشیرم و بنزہ رسیدہ تیر تا بر تارک سرم نہی ناخن بعقدہ ات نفرسایم و چون از شستم رہائی بہ دستت باز نیایم ۔ عاشق معشوقانہ مزاجم و با صد نیازمندیہا بی احتیاج مدعایم اگر دل بہ بے حاصلی نہد آن مدعا میگزارم و تمنایم اگر دست ندہد دست از ان تمنا بردارم ۔ عاشق وفا شعارم اما غیر تمند و بندہ حق گزارم الا خریدار پسند بلبلم در ہر گلشنی نغمہ نسرایم و طوطیم بر ہر شکر لبی منقار نکشایم پروانہ ام گرد ہر شمع عذاری نگردد دیوانہ ام مجنون ہر پری رخساری با آتش طور سوز لیے خو دافتم تا عذاب بال و پر

گر سر نه تنم بمید مشکل نه بود    مشکل انیست از و بریدن نتوان

ای کافر بیوفا و ای بیگانه آشنا ای انصاف دشمن ناسپاس ای سخن ناشنو حق ناشناس ای درشتی پسند سست پیمان ای بر وعده های وفا نکرده نیز پشیمان ای ستم آموز سپهر ستم شعار ای گرامی اوستاد گردش روزگار ای سفله پرور بلهوس نواز ای بی نیاز لطف خداوند بی نیاز ای برق خرمن سوز بیحاصلان ای شعله جگرگداز بیدلان ای از باز پرس روز جزا بی پروا نشسته ای بر قتل مومن بیگناه کمرچست بسته ای خواری پسند عزیزان ای اسیر بند بی تمیزان ای از غرور چین در ابرو انداخته ای از استغنا بحال تباهم نپرداخته ای عمری بجفا امتحانم نموده ای روزگاری مهر و وفایم آزموده ای با مهربانی ها نامهربان ای با جانفشانیها نا قدردان ای دشمن جانم ای آفت ایمانم ای دلم بتاراج برده ای کارم بهلاک سپرده ای بصد ملال در سوم هوای تو ای نیم جان ناتوانم فدائی تو آخر تا کجا با آتش جدائی سوزم و با درد تنهائی سازم ——

فرد

ز حد گزشت جفا از تو و وفا از من    که شرم باد ترا از تو و مرا از من

شب وصلی که ساعتی بیش نمود بدین روزم نشانیده و روز ملاقاتیکه معذرت بیم رقیبان محسور ترم نمود شب سیاه ترگردانیده تا دستم گرفته گاهی بر چشم می نهم و گاهی بر سر و تا پچهات از دست بانگشتم فرو کردهٔ زمانی بانگشت بوسه می دهم و زمانے بانگشتران ـ سخنهائی محبت آمیز چه شد و آن حدیث وفا یکجا رفت سوگندهای راستی نما عمل ناکرده بگذار و وعده های تسلی فزا بیاد آر آخر روز جزائی هست و کار با خداوند بی همتای اعوذ بالله دمی که دست بدامنت آویزم و پاره پاره دلی پیش داور محشر ریزم بنالهائی قیامت گداز حشری دیگر برپا سازم و بشعلهائی عالم سوز بهشتیان را بدوزخ اندازم زبانهای آهم تا بال و پر قدسیان سوزد و اغصان سدره و طوبی مانند دست و پای آتش

(۳۶)

فقیر خردمند

برادر دانش جوہر سلامت رسیدن آخرین مہربانی نامہ مضمون بدمعاملگی
خزینہ داران خیانت فطرت واقرار دادن ہشت صد و ہشتاد پول سپید حیرت
فزا گشت سال رفتہ یکصد و بست ثمن کہ برای این جا نہصد و سی و ہشت
روپیہ و بسکہ کلدار نہصد و بست روپیہ باشد گرفتہ بودیم امسال بکدام جرم
غبن شصت روپیہ توان کشید و از انجا کہ — مصرع

ع گواہ عاشق صادق در آستین باشد

عنایت نامہ یاریہ بلف التماس نامہ از نظر میگذرد اگر سقامت حال
خزانچیان باعث برین بودہ باشد نمی توان پذیرفت آخر ہر چہ بر سر شان رود
از دست نواب فلک جنابست و تجویز امرای مصلحتی نیست۔ کہ خواہد پسندید
کہ ما بر عکس رضای ملازمان جناب ممدوح تلافی نقصان شان کنیم بہمہ حال
آنچہ صوابدید خدام باشد بران کار توان کرد — بیت

سپردم بتو مایۂ خویش را تو دانی حساب کم و بیش را

والسلام

---

(۳۷)

بفرمایش یکی از ہم گہران برای آنکہ زمانی با او ربطی بودہ

دوست شما ہر دم دریا و شماست چہ بر نگارد کہ رنج جدائی چہ ستمہا کردہ
و درد دوری چہ آزارہا دادہ تحتی میخواہم شرح دہم اما کو حواس تا حرف خرد منا
کہ بفہم کس در آید از زبان قلم بر آید و گیرم کہ بسختی دل را فریبم و بقرار صد گونہ

سوختن نہ بینم و بہ جستجوے حسن بلقیس برخیزم تا بسر یر کامرانی و کامیابی نشینم یوسفم غلام زلیخا نشود کہ بزندان بلا بنشانند و فرہادم بعشق شیرین تلخی نکشد کہ لب شکرین وقف پرویز گردانند حلقہ زنجیرم دربائی ہر گرفتادم گرفتارم گردید و رنگ حنایم بدست ہر کہ بوسہ دادم تیغ بخون دیگران کشید پایہ منبرم سر بزیر پائی کہ نہم جبین نیاز بپایم فرساید و خط پرکارم گرد کسی گردم کہ باغوشم در آید۔

## رباعیات

مومن کہ زبیت پرستیم باز آرد      او بندگی خدا چرا نگذارد
یوسف حق خدمت زلیخا نشناخت      من بندہ آنکہ خواجہ ام پندارد

---

آن شوخ کہ دعوی خدائی دارد      صدگونہ گزاف کبریائی دارد
محرومی مومن نہ پسندد کہ خدا      دائم صفت گرہ کشائی دارد

تا فتنہ روز قیامت برنخاستہ قامت محشر خرامت جلوہ نما باد نا شور نشور ہنگامہ بلا نیاراستہ خرام فتنہ انگیزت ہنگامہ آرا۔

## قطعہ

تا از درازی شب عاشق فسانہاست      چون زلف مشکسای تو عمرت دراز باد
بانی تو گرم صحبت و مانند شمع بزم      جان حسود ز آتش غم در گداز باد
با با تو ہمزبان و رقیب از حسد بشور      با با تو ہم نشین و عدو ہرزہ تاز باد
من کامیاب و غیر ز ناکامی وصال      امیدوار مردن عاجز نواز باد
من در سپاس لطف خداوند کارساز      او در شکایت فلک حیلہ ساز باد

---

نیفتاده کہ در خواب ہم مژگانی بہم آرد، واز حیرت مرگ ناگہانیش حلقۂ در را فرصتی دست ہم نداده که انگشت تاسفی بدہن گزارد۔ سخت گیری جلادش برسخت جانی گواه، وصدای شکست فریادش از جور کلید آہن دل دادخواه، حسرتم آب از چشم می چکاند که ہم چنان عالی رتبه چون قطرات باران در طرفۃ العین از فلک بر زمین افتاد، وعبرتم بخاک می نشاند که ہم چنین بلند منزلت چون اشک ماتمزدگان بیک گردش چشم روا ز عروج به حضیض نهاد۔ زنجیر فولادسرشت خود را شکنج اضطرابی نداده که ہم بی سعی صرصر دمی از طپیدن برآساید، و در را از چاک زخمی در جگر نیفتاده که بچاره گری مرہم کافور عکس ماه بہم آید۔ آستان سر بر بار غم مانده خاکی بر سر نیفتانده که بکاوش انتها ناپدیدبالش توان رسانید. وہلال پیش طاق آراستہ چنان از غم نه کاسته که بصد دوره خورشید بدر تواند گردید۔ ہرگاه بیاد می آید، سلسلہ صبر وشکیبائی مانند ترکیبش می شکنم، و زمانیکه بسان نالۂ زنجیر باریابیم دران محفل انبساط منزل بخیال می رسد، چون حلقۂ در سر بر در میزنم۔ ہر چند جز خانۂ ویرانی کالائی ندارم، وسوای پریشانی و سرگردانی جمعیت برگ ونوائی نی۔ امّا چون فتح الباب اعلام این معنی برروی پا بآستان ماندگان حریم دخل نایاب وفاق وولا و دربانان مشکوی بانذار جوہرشناسی استغنا موجب اہتمام واشد در سوال قفل دل بند خموشی بر لب است وباعث مشاہده حسن مخدرات طلسم کده حسن الطلب۔ لاجرم بمصاحب تنهائی خوش ساخته گرفتار رنج وعنایت، ویا بزنجیر شکوه رسائی بخت نارسا۔ اگر تاثیر شوق سلسله فرسایم آہن سردمی کوبد، ہوای رسیدن حارس البابی کرکنایه از قفل است گرد غم از صحن صفونکده دل می روبد۔ دربانی که پرتو خورشید وتاب ماه را بادرون نهادن نده‌د، وہوا را بیرون۔ وسخت جانی که بسنگ دزدان ہمان کند که تیشۂ فرہاد با بیستون۔ در آہن دلی از بتان بیدرد سنگدل سخت تراست وبه پشتی تذکار استحکامش لفظ شکست بی معانی

بیتابی شکیبم انتهائی نگارش شوق دشوار است۔ مصرع

ع من خود کنم آغاز بپایان که رساند

قطع نظر ازین اگر زمانے دستی بر دل بیتاب نهادم و جان را بعلاج درد تنهائی فریب دادم نگارنده که مدعائی دل پسند من رقم زند کو۔ آنکه می نویسد دشمن جانیست و خصم جادو دانی نه از اقارب است بل از عقارب با این همه دیوانه سر در هوا آواره دشت پیما هر چه بر زبان کلکش می گذرد کارنامه مجنون و فرهاد است و هر چه به خیالش در آید۔ مضمون پریشان تر از طرۀ سرو شمشاد۔

---

(۳۸)

در طلب بغرمان یکی از احباب. بطرز مطبوع او نوشته

کلید زبان گستاخ نیاز بآن مفتاح ابواب شفقت و عنایت که پیوسته در اقبال بر روی شگفته اش کشاده باد باظهار مدعا شوخ دندانگی می نماید۔ قفل کشایش ناآشنائی درم چون دل نازک طبعان حرمان نصیب در کشادن شکست، و شکستنش در و ابستگی بر روی طبع بهار شادمانی گل کرده ام بست۔ نیم جان تر هایش برنگ اوراق ضیمران هنگام برگ ریز بی توجه گلچین سلسله جمعیت گسیخت، و ناتوان اعضایش مانند پرهای طائران در زمان بال افشان بی سعی پرواز از هم ریخت۔ فصل خستگیش چون جبین مریض تا بهار وجود سر از عدم بیرون کشد، مفاصلش را موسم خزان بر خاک نشانیده بود، و بستگیش برنگ غنچه ناشگفته تا کشادگی گل کند، پیکرش گلبرگ آسا از هبوب نسیم بهاری پاشیده۔ از شگفت بی ثباتی زندگانیش دیدۀ خانۀ زنجیر در حیرتی

و مخلص بچنین نسبت موالفت و وداد بگزاف برادر بهانا زد زندق طریقت چیست چون متکلم تو باشی سخن باکه تو انکرد و چون گوش شنوا مراست روبا که توان آورد ۔ معنی کانّہ ہُو کرسی نشین است و واد لحمک لحمی بدل جاگزین اگر ناطقہ از ماست سامع نیز دایم شکر و شکایت بخاطر باز مانده بنوک قلم چرا سپاریم اگر تازه مطلبی بدل خلیده یا ر از پیشتر جاگزین دلست و بتصدیق دانش و فهم شرح و بیان لاطایل ۔ عذر مطاعن مظهر پرستان شنیدنی نیست آیہ لااحب الآفلین حجت ساطع است و بهانہ ما وجدنا علیہ آبارنا گزیدنی نی شکست بتان آذری برهان قاطع است ۔ اما چه توانکرد نکته فهمان سخن پرداز کمتراند و بلند خیالان آسمان پرواز عنقا اثر ۔ از انجملہ نیاز نامہ بری کہ تازه خوی انفعالم چون خامه از جبین ریخته و مانند نور رقم کرده کتاب خاک بفرقم بیخته ورنہ کشف ضمائر و اسرار بر ضمیر ضیا تخمیر دشوار نبود و عرض حکایات و اخبار بر دل صفا منزل آسان تر می نمود هر که مدعا فهمیده نافهمی مرا فهمیده و آن که بمطلب نرسیده باندازرسائی کسی نرسیده انکه جز تو دیگرے را نشناسد هم ترا نشناخته و انکه غیر از من هیچکس نپردازد نیز بمن نپرداخته میدانی که دانش از ماست و فهمیده که فهمیدن تا کجا ۔

نظم

آن حکیم که خود طفل دبستان منست عقل کل راهمراسنادبرهان منست
فهم را نارسی بفهمید نکاتم باشد نکته را صد شرف از معنی پنهان منست
نغمه گر نغمه داؤد بود مشکش ماست دم اگر معجز عیسی است ثناخوان منست

سخن شناسا اگر نقش بستم مجبور بوده ام و اگر قلم نشکستم معذور فرد گزاشتن نیاز مند گزارش نیست آخر روزی چند بهم گذرانیده آید و دست نبرداشتن نه محتاج ابرام گستری است شما هم زمانه ناز فرزندانه کشیده ۔ قصه مختصر با این همه قصه اخوان یوسف خوانده و لکدکوب موسی و هارون بتحقیق رسانده ۔

ع فریاد ز آه نارسایم فریاد

بل مومیائی اثر۔

قطعہ

آہنین قفلی کہ اندیشہ اگر بشکستنش
ناگہاں در دست رستم گرز رستم بشکند
کوہِ غم باری کہ گر یادش ملایک آورند
راست خم در پشت ہفت افلاک محکم بشکند

دعای نالہ زنجیر بلند پرواز است تا بہ بازوئے ہمت در اجابت کشاید و چشم امید حلقۂ در آغوش آسا باز کہ شاہد مقصود تا کی بہ پرواز آید۔ تا رسیدنش دیری نہ پزیرد، سراپاے ورم جذب مقناطیس وام میکرد۔ حلقۂ در در آرزو تا بچارۂ یرقان شود، تعویذ وار در گلویش اندازد۔ و ہر دو مصرع ہنگام وصال درین جست و جو کہ دہان بند واسطہ کاکش سازد۔ ہمان کہ بر درش ہم چو مار بر گنج می نشانم، بہ کام توازا دہم حدید اندیشہ خود را بعینہ فلک رتبہ می رسانم۔ ابواب فتح و نصرت بر روی ملازمان آن عقدہ کشای بستہ کار جہانیاں مفتوح باد۔

والسلام

---

(۳۹)

بسپارش برادر عزیز زکریا بیگ خاں کہ بسفارت آقای خویشتن بطلب وام پیش آقای من رسیدہ بود

رباعی

خوردم فریب وحدت و ناکامیم | از ننگ دوئی جہاں جہان بدنامیم
در دل زیگانگی ندارم گذرے | سر تا قدم ارچہ نامہ و پیغامیم

مومن باین شطحیات روابط و اتحاد اگر بخطاب پردازد کافر کیش کیست و

بمودائی و رفعنالک ذکرک شکر گزارم پندارید ۔ والسلام

---

(۴۰)

## بفرمودن یکی از اقارب

خواہر مکرمہ و برادر معظم سلمہا اللہ تعالے حیرانم چہ نگارم و ندانم چہ بر زبان قلم آرم لحاظ بزرگی تقاضای آن می کند کہ بندگی یک طرف تسلیم بسجدہ بدل کنم وخیال تفوق محبّت برآن دارد کہ دعا یکسو بلقب غلام و کنیز یاد نمایم تا نظر براسم اہل زمانست افدیک ورد زبان و تا چشم بپایہ شناسی اہل بصیرت لن ترانی نیز برلب گران ۔ رحمتی وسعت علی غضبی ۔ اگر زبان خامہ بہ سستی بتقریب حرف وفا شکوہ فراموشی بدل خلیدہ بود عذر بیصرفہم بدعوی خدائی پذیرا توانکردن ورنہ ژاژخای چون وچرا را بدرگاہ کبریائے دلہا بار نیست ۔ مصرع

توآنچنان کہ بود گمانم نبودۂ

بانّی حال خدا گواہ است کہ جوش محبتم و وفور الفتم چنان کہ ہست ہست باآنکہ بیوفائی شعار چنین بزرگ نشان گشتہ ہزار فرسخ از من دور است حتی کہ تقلید شما گو باعث سعادت باشد نتوانم نمود زیادہ ہر چہ نگارم کم است ۔

---

(۴۱)

احسان فطرتا باآنکہ تنگ چشمی نظر یافتگان چرخ ناتوان بین درنظر است باشارۂ لاتقنطوا ہنوز چشم برآستین کرم دوختہ ام خدام نیز معنی تخلقوا باخلاق اللہ

دلفریبی فسون سامری کیشان می شناسم واز کار عجلاً جسداً له، خوار افتادن در ہراسم ۔ نشود کہ چون عمر تقاضا یا روز وفا بسر آید باد ای ۔ مصرع

ع پری نہفتہ رخ و دیو در کرشمہ و ناز

وعدہ معشوقانہ برآید دلنشین خواہد بود کہ وجد عندہ رزقا این جا تازہ مضمون ست و دولت مصاحبت با اعتماد عقل وکیاست مقرون اگر نخستین کار بانجام رسید و دراولین کاسہ دُرد کشیدہ چہ قدرہا مرارت و تلخکامی ناگوار خواہد افتاد وچہ زہر آبہائے شوریدہ سرانجامی ناسازگار حسن کہ تانکتہ اش از دل برزبان رسید خس است وبادنی انقلابی از گردش چشم سرکہ رو برادر نحس اخس ۔ قولش اعتبار را نشاید و بر بینش اعتمادی نیاید تا آنکہ ہمان گرگ خصلت مردم در حدیث اقرار برلب آرد کہ سگ زرد چون قلادہ و رسن بدست شماست دندانی تیز ندارد و از آنکہ بمطلب مناع للخیر معتد اثیم رسیدہ اید و ال نشنیدن اندر زاحسن کما احسن اللہ الیک شنیدہ ، بفریب نگارش طمع نیک نامی نمی گرایم واز نیکہ یمنعون الماعون میخواہیند و مصداق کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف میدانید لب بنصائح سعی وکوشش در انجاح مرام نمی کشایم ۔

بیت

چو دستت گرہ بر کشاید زکار . برآرد دل عاشق از زلف یار

خدارا چنان نکنی کہ از دستت فریاد ہا کنم و دست تظلم بدامن ہمہ کس درزنم آنزمان گو حق بجانب شما باشد ہر کسی بکاو کاو بیصرفہ دل و سینہ ملازمان خراشد ۔ چہ بتحریک آنکہ قلم در جنبش آمدہ ع۔ یزدلہا فرزند است و دلجوئی و جان نوازی او دلخواستہ و خاطر پسند ۔ بار منت بگردنش گزارید ۔ انا نبشرک بغلام میخواہم و دست از ناخن تدبیر فرسودن برمدارید محمل لیتنی لم اتخذ فلانا خلیلا امیدانم ۔ پایان الذی جمع مالا وعددہ باید فہمانید و حاصل یقرض اللہ قرضاً حسنا ۔ بگوش توان رسانید و بفحوای سعیکم مشکوراً سپاسدارم انکارید و

(۴۳)

اگرچه از امضای سند تجدید و سجل ملکر رازانکه بدست آن دست بدست لطف الهی داده است هم طپیدن دل و هم آسودن جان خبری دارد و چون چنین است نگارش رسید زر موسوم می بایست اما دو گزین سبب عجلت و شتاب زدگی را باعث شد یکی امتثال فرمان که بزبان گهر فشان صدیث زود فرستن نامه رسان را آبی داده بود دوم جان ناتوان و خاطر مضمحل تاب طعن و تشنیع امثال واقران که بچنین وسیله بزرگ این قدر دیر کشید چه حرمان نصیبی است بصدای بلند تر از بانگ طبل تهی می گویند بیاور دچه نگونساری بخت و زبونی طالع ما ما سعی و تردد ان فلک منزل چه برآید که لبیک اقبال و مرحبای سعادت صدره نیش گوش خورد و تقیکه بیک نگاه لطف زمانه بکام ما گردد دهان بندی اعداء بیک عقده کشائی ناخن تدبیر توان و اگر بانصرام امور معظم اهتمام را کار فرمودند از مبادرت زبان درازی چند دهراسم - مبادا شور فریاد بالاتر رسانند و سرایت شومی طالع و تاثیر زبونی اختر مثل گرداند و می دانم که وفا هم مشتاق ملاقات و عده است و تاب انتظار ایامی چند نیز ندارد پس به تدبیر عرضه چرا نازنکنیم زیاده حرف و سخن فضولی است -

---

(۴۴)

احسان معجز ابار ارمغان سبز کلاهی که بی سروسامانی را نواخته شگون سر سبز بها گرفته آمد زود که به برکت این عطیه عظمی زمردین اکلیل به نسبت فرقم نازد، مباهات فروشد در گزارش سپاس بی اختیارم رسیدن طوطی بطوطی است مژده

ملحوظ دارند و نص المستشار موتمن پسندیده عقل دور اندیش و خرد خورده بین برانگارند قرار داد بے قراران رخت سفر باینجا کشیدنست و آرزوی دورباش چاؤشان بزم فلک بارگاه شنیدن همین انتظار یک گردش چشم قلم است درین صورت عموابدید ملازمان صحبت سراپا فیض شایسته رقم ونامه رسان را اگر بمنزل مقصود رسیدن امکانی داشته باشد روزی چند نگاه باید داشت ورنه دستوری باز گشتن تا اندیشه کام طلب واخیا جو رابمه عار ساند۔ والسلام

---

(۴۲)

باآن که ذره نوازی خورشید جهان تاب نوریقین فزای دل است وعقده کشائی بهار کیفیت پرور گلشن طراز غنچه کشائی خاطر مضمحل آب دریا و تف تشنه لبان است در غیب جبر مفت گرسنه چشمان ۔ بهانه خویش را بباد دادن و حیله عریضه فرستادن دل بے قرار و جان مضطرب مجست فرمان اجرای زر سالانه مید انم که بکار گزاران و خزینه داران رفته باشد و عجب نیست اگر یگانه زمان حکیم احسن الله خان بمعرض وصول آورده چشم درراه و گوش برآواز رسید رسان بودند اچه وعده ملازمان والا بمصلحتی بروفا تقدیم کرده همانا پاس آبروی رسم سلف است ورنه اضطراب وفا بدوری دیده ایم اما چون هنوز نه دریافته ایم سپاسدار یم که برشمیه هنیه گزشتن را وسیله گردیده ورنه بی غرض مطلب گزارش مدعا مورد مطاعن سوی ادب بودمی بهر اظهار شوق و شرح نیاز پایه فلک پایگان است نه منزلت برخاک افتادگان تا نسیم بهاری غنچه هامی شگفاند هوائی مجلس خدائیگانی دل کشا باد ۔

(۴۵)

دانش پناها اگر از شوق ملاقات شرح دہم پایانے ندارد و اگر از اندوہ فراق سخن رانم لب و زبان قوت بیانی اگر بہمین ابلاغ سلام کہ سجیۂ رضیہ مومنین است قصہ مختصر کنم از کفر طریقت در ہراسم و از یگانگی اعداد قال سراپا وسواس چہ بی صداقت قلب ایمان صورت نہ بندد دل مومن صفاپرست خویشتن را مطرود ارباب حال پسندد ۔ تقلید ائمہ شریعت ادای احکام تسلیم و رضاست و اتباع پیشروان طریق اجتہاد امتثال اوامر با اخلاص بی ریا ورنہ از وعید استغفرلہم اولاتستغفرلہم ان تستغفرلہم سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لہم ترسیدن چرا و بدرک معنی ان المنافقین فی درک الاسفل من النار اندیشیدن بیجا اگر بتاکید گرہ کشائی از کار بستہ و تحصیل زر سالینہ زبان قلم بجنبش آرم اہتمام ایفای زر وعدہ معلوم است کہ آیہ والذین ہم علی عہدہم راعون بصفحہ جبین مرقوم است بتقریب سخن ماجرای دوشینہ بخاطر گزشت بہ حجت منزلت عین الیقین رقم گشت گندم فروشی کہ سامان نان و نمک بوعدہ این زر موسوم سالی پیش رساندہ بود و بہ تمنای حصول تمنا در رسید و بہای متاع بتاراج دادہ باز طلبید منکہ بوفای وعدہ ملازمان ایمان آوردہ بودم و بیقین دانستہ کہ بمن رسیدہ و بروش پاربوام دہان رسانیدہ در شتانہ ابا کردم و بدشنام شرح مدعا اوہم بدانہم آویخت و آبروی پارہ شناسی ریخت شور و فریاد از ہر دو جانب بلند شد و کشاکش موی ہم خلقی را باعث ریشخند تا آنکہ عم بزرگوارم صدای فغانم شناخت و از بہر انتقام ستم بیتابانہ بر سر خصم تاخت لب پرسش سرگزشت کشاد و گوش تفہمت نیوش بتقریر متخاصمین نہاد چون گناہ از من بود نگزشتن ایام معہود بیاد داد با اینہمہ بی سوگند باورم نیفتاد و شاید کہ اکنون ہم بیقین ندانستہ باشم —

بیت

شکر ریزئ عروس اقبال فہمیدہ ام و نوید وصال مہ طلعتی از چرخ خضرا شنیدہ نظارۂ حیرت بارش راہ خرام بر امواج بحر اخضر بستہ است و جلوۂ دریا نثارش رونق بازار سبز پُل در شکستہ از رشک زینت مومن عجب نیست کہ مرغان اولی اجنحہ بال و پر خویش باندازۂ سبزہ زار گلزمینی کہ جامہ عالیہم ثیاب سندس خضر و استبرق بر بالایش راست آمدہ با خاک برابر سازند و حوران خضرا لباس بوعید بدلنا ہم جلودا غیر جلودہم خود را بدو زرخ اندازند خضر در ظلمات بزمزم آب حسرت ساختہ است و مسیحا در امید بخیہ اش سوزن از آسمان بر زمین انداختہ سبزان ہند را اگر نہ از رشک دلخون است شائستگی صفت سبزتہ گلگون چون است نساج قضا قماشی بایں خوبی نبافیدہ و خیاط ازل جامہ بدین زیبائی ندوختہ سر بچرخ اطلس راندہ ام و گوشہ کُلاہ بفلک الافلاک شکستہ تار زرینش کہ خط نسخ بزینت خط کہکشاں می کشد معدل النہار را الف سینہ عرش بریں ساختہ و طراز گوہرینش کہ صد نقطہ شک بر طراز عقد پروین میگزارد حلقہ تنین را از دیدہ عقرب بر انداختہ دزدیدہ دیدن ترک فلک اگرچہ از سبز چشمی است اما نہ آن سرفرازم کہ تو اندر بود و قاضی آسمان اگر ہمہ سبز کار است بشرم طیلسان کبودی آب جبینش سبز خواہد بود بوسہ این شیرینی اگر نہ بذوق قنادان سخن لذت فزا است سبز ملیح کنایہ از شکرین لبان شیریں اداچہ است ریشۂ نہال اندیشہ ام سبز کرد طعن خزان سخن شنیدن زرد گوشی است و از سر ناخانم کہ بہمن قدوم این نو بہار زیب و زین شگفتہ چمن پیرائی خرد موصوف بہ سبز یفروش ۔

## فرد

اگر ز شعشہ زرتارش زفم حرفی ‌ ‌ ‌ ‌ زخجلت سخنم آفتاب سبز شود

چون حدیث ستائش سبز کردن بازبان لال دشوار نماید بہ سبز و نیم سبز دعا با ربدا انجمن پرویز تاثیر مرخوشم ۔ سبز کردہ اختر و طالعت سبز باد ۔

معانی توصیف ادا۔ صید معنی کہ شکار کردہ ام خود بچنگلش افتادہ ام و طائر مضمون
کہ بدام آوردہ ام خود را بشکنج دامش دادہ آری خویشتن را از خویشتن برآوردم اگر
حوصلۂ خویشتن بیاد خویشتن در آوردم۔ بیزبانی چون بیمایگی ہویداست و بیحدانی
مانند بیچارگی پیدا۔ عذر تقصیر پذیرائی دارد۔ ہرچند تطویل ہرزہ گوئی سودا تبیان
معلوم است دعجز تحریر رسائی کہ لکنت زبان خامہ از خط ترسائی مفہوم اگر دم
مسیح است بادائی این مطلب سر ناکامی و فتادگی می آراید و اگر زبان کلیم بشرح
این مدعا بزبان لال والکن می برآید۔ بیت

دم حکایت شکری کہ تاب جان گسل است
دل از زبان خجل است و زبان ز دل خجل است

فرمان رفتہ کہ مشت پر دراج جنگلی ارسال محفل گرامی نمایم و ازین نسبت
بی پرداز خویشتن ستائی در آیم ہم مبلغ زردہ پول سفید بہ بہای آن ارسال فرمودید
و عدم گونہ از بی سرمایگی محو انفعال المنۃ للہ کہ از عوارض و علل بوطن رسیدہ
بودم و بہ بستر واماندگی دراز کشیدہ و الا اگر زر مرسولہ بدست فتادی چہ داغہای
کہ بر سینہ نہادی اگرچہ اکنون ہم چہرہ از غیرت رنگ بیختہ باز است و چشم از مژگان
منفعل برگاہ زمین بیخیہ باز۔ فلک منزلتا اگر خاکم زر سے بر من ریختہ اند و اگر مشت
غبارم چندی بعنہ گوہر نثارم بیختہ اند چون ایثارم درہای نثار گشتہ فرق فرقدان
فرساست محروم این عطیۂ عظمی و موہبت کبری پسندیدن چرا ہمانا کارگزاران بی
اطلاع این امر ناپسندیدہ پسندیدہ از و بنا لیاقتی خاکسار نیز بگاہ آستان نرسیدہ
رسیدہ فی الجملہ دام جستجو ہا انداختم صید مطلب بدست نیفتادہ و بکمین پوہا
پرداختم طائر مقصد رو بدام و دانہ نہادہ و بہ جیحرو کانونڈ نگاشتہ ام دام زودی
تر می رسد و می رسانم لاجرم تا فرستادن و منت برخود نہادن گوہر دعا میفشانم
رب طائر ہر گونہ مدعا اسیر دام حشمت و اقبال رسا باد۔

پیغامِ وصل درلب جانان رسیده بود
گر قول خود یقین نکنم بدگمان نیم

واگر خامہ فرسائی بیصرفہ نپسندم واز ہرزہ نوائی اطائل زبان بربندم قاصد نہ نگر کہ زنگ برلبستہ وبہ تمنای دولت بدان در رسیدن بردرم نشستہ گرم تقاضای تحریراست ولو ہم دامن درکشیدن گریبانگیر حیرانم چہ برطرازم ونمی دانم چہ سازم لاجرم بآن رای ہدایت انتما پناہ آوردہ ام وکاربدان اندیشۂ صواب نما سپردہ فی الجملہ بتاثیر ضراعت وابرام امید وارم کہ مضمون کتاب مصلحت دید شما بشما بزنگارم ورنہ فرداست کہ کش مکش دیرینہ ازنامہ بظہیر آید وجان ازین چنین بخواری زیستن نفور گردد۔ والسلام

---

(۴۶)

بموقف عرض عالکفان آستانہ جاہ وجلال نواب فلک جناب قبلہ وکعبہ نیازکیشان عقیدت پرست مہرسپہر حشمت ونام آوری اختر برج عنایت و ذرہ پروری دام حشمتہ می رساند نامہ کہ نگاشتہ قلم نوازش رقم ومکتوبیکہ ریختہ خامہ گوہرنگار بود از فیروزپور بہ جہجر واز جہجر بجہان آباد ورود نمود سرفرازندہ امائل و اقران بل ازامرای بلندمکان ممتاز فرمود حیرت تاب سوزاست کہ صفت خوش اسلوبی نقوشِ نظرنواز سرکنم یا مدیح متانت عبارت معنی پرور مضمون طراز رقم زنم اگر نستعلیق انیست کہ رونق بازار رشید وعماد شکستہ خط میر علی را شکستہ توان خواند واگر انشا عبارت ازین کہ پردہ بدیدۂ خوردہ بینان تیزنظر بستہ کتب پیشینیان را ورق نشاید گرداند چون سپاس یاد فرمودن واجب تراست بشکر بندہ نوازی زبان قلم نغمہ سراست وبمنت مسکین پروری

نہ پسندیدہ باظہار صفائی باطن و آئینہ دلی گزاردم ملائم وزیبندہ قدر شناسی آنست کہ بجائزہ چنین پاسداری شفقت روزافزوں باشد وعنایت از حد بیان بیروں حتی کہ اگر مضمون شکایت آسمان بدل ہم خلد جز سپاس خدام برزبان خادم نیاید وچشم داشت از اخلاق فطری آن دارم کہ چنین خواہد بود زیادہ نیاز۔

---

(۴۸)

پارہ خون شدہ جگرم سلامت روزیکہ نامہ سابق رقم پذیرفتہ تغیر مزاج جناب مستطاب خان فلک پایہ کہ سایہ عاطفت شان بہ فرق فرقدان فرسای شما تا روز قیامت باد رشک افزای گردش ایام وغیرت فرمای روزگار نافرجام بود و لحظہ لحظہ وساعت ساعت کالشمس فی الزوال رواز اوج صحت بحضیض کسل واضمحلال می نمود۔ بیگمان یقین می شد کہ ایام زندگانی بسر آمدہ المنۃ للہ کہ این زمان آفتاب امید از کسوف یاس وحرمان برآمدہ چندان تردد وتشویش بیصرفہ بکار نباید بردو چارہ بیچارگی واماندگان بیہودہ نشاید کرد ہرچہ خواستہ حکیم مطلق است بمنصہ بروز خواہد رسید رنج بیفائدہ کہ از انجا خود ہیچ مداوا نمی توانید نمود چرا باید کشید من خود ہرچہ می توانم بل نمی توانم عرق سعی می افشانم وعدہ زرکہ بآخر ماہ محرم توثیق نما بود اکنون بآخر صفر انجامید یارب وفای زندگانیم تا وفای ایام وعدہ مستدام وجاوید سازو بحق وعدۂ صادق فردای قیامت بکاہش روز وشب انتظار پرداز۔ نشود کہ از نارسائی کوتاہ رشتہ عمر شرمسار یہا کشم وخجلت ذلت وخواریہا بینم واویلا زدست خزانہ داران کہ زرسالیانہ باچندین گرمی صحبت ہنوز نہ رسانیدہ ضمانت نواب مستطاب ہم عقدہ از کار نمی کشاید ووعدہ یکماہ بعد صد ماہ نیز بہمان طول عمر برمی آید

(۴۷)

مهربانی نامه بگونه گونه اظهار کرم واول تا آخر همه مضامین دلجوئی اتم تلافی و مکافات بی اعتنائیهائے رفته که بزعم زمانیان دور و رو داده بود و شرح این ساده دلیها خط بر رسم بیدا آرایان درون خراب می نمود نمود. سپاس بحال دوستان پرداختن را زبانی باید نالرا زبی زبانیم و شکر بتدارک واگشته بر اسم ظاهر طرازان ساختن شاید آه از کج مج بیانیم منطقیکه جز عجز خموشی نداند چه شرح منت بی انتها نماید و لسانیکه سوای عذر لکنت نتواند مضامین دل پسند ابرام چه سراید. بی تکلف اینست که نسبت بی پروائی را هم مینازم که خصوصیت اخلاص برای خلق عمیم و لطف همه کس نواز نیست باری چون لیاقت توجه خاص نبود از بزم مشرکت یاران پاکشیدن اولی و حرفیکه اضطراب. بوالا نامه شفیق کرم گستر لاله شوقی رام ریخته بتمنای اظهار امید دل ساده خویشتن بود نه آنکه بمطالعه ملازمان سامی در آرند و از عهده سر منشی که با همه کس ساختن و با همه کس پرداختن است بر آرند اما می نماید غیرت مخلص نوازی نگذاشته از ممانعت درگذشتند باقی حال اکنون گونه غباری که بدل نشسته بود چون رسم عیادت برخاست ـ بیت

کفر است در طریقت ما کینه داشتن　　آئین ما است سینه چو آئینه داشتن

چون دل نه دهد که صفت انصاف جز بآن آستان بار کشاید ناله چند به معنی از دل جوشیده می سراید کرامت بنا با اگرچه ترک رسوم آئین پرستان آخر تباه از واجبات است اما بی اظهار آثار اعتماد شفقت نهانی را چه ثبات اگر آفتاب پرتوی بیرون نده بیگونه توان یافت که روز است و اگر تراوش سحاب دل بشادابی زمین نه نهد از چه توان دانست که فصل فرودین گلشن فروز ـ از غایت لطف کلک صدق پرداز می نگارد که تا رفع کدورت سر روزه بارسال کتابی می نوازم ازین دست دل می خواست که تا عمر دو روزه وفا کند همه شکایت. برطراز اما ملال خاطر عاطر

# بابِ دوم

رقعه هائے که اکثر پسند افتادنِ طبع مخاطب و کمتر که بضرورت دریافتن مدّعا و رسیدن به مطلب برسم نابلدان این فن قلم را پالغزے داده حتی که بعضے جا به سنگ لغت هندیان پا خورد۔

اکنون کہ شہر صفر ہم بہ تعبیر ماہ ہندی نژادان زیب ترقیم یافتہ اندیشہ عاقبت بین بہ آنسوئے محرومی شتافتہ اگر بقید سند فصلی ہم ثبت نامہ گردیدے شاید طمع خام بہ پختہ مغزی خامکاران بسر انجام انجامیدی توفیق راست کرداری رفیق باد مومن بعرض سلام مسنون ایمان ارادت تازہ می سازد و بہ نگارش شوق ملاقات دل طرح امید دیدار محشر می اندازد۔

اول و فلاسفہ دیگر پیداست شاید رقعہ کہ میر باقر اشراق بملا عبداللہ نوشتہ نشنیدہ عزیز من ازین گفتگوی لاطایل تربیت تست ورنہ کرا دماغ کہ زبان بہرزہ درائی بیصرفہ بر کشاید چہ کنم کہ محبت خواہری برین می آرد ورنہ ہرچہ بمن کردۂ سزائی مکالمہ را نشاید در جواب شگفت فرستادن داہہائی نوفل کہ بزبان قلم رفتہ ہمانا سہو کاتب است زیرا کہ مجاذیب را با انشاء نامہ چہ مناسبت نہی انتظار کہ در شکستن نوفل دلی خوش توانکرد و نہی تنگ ظرفی کہ اگر برسم تا بمن رسد حاشا اگر از حقارت ارمغان سخن کردہ باشم خواری و ذلت نصیب دشمنان شما باد کہ ذلت بشرط عزت است و ہو المعدوم اما خجالت پیداست کہ آنہم مطلب من نیست زیرا کہ انفعال را آدمیت لازم و آن خود از روز ازل قسمت دیگران فضل انسان از حیوان بنطق است و آن نطق کہ معنی آشنا باشد ورنہ صدا ئے چند و نہیق حمار بحساب منطق در نشمارند الحمد للہ کہ آسیب ذلت و انفعال گاہی بشما نخواہد رسید طلب کوزہ فخاری و پیالۂ گلی رمزی لطیفی بود حیف بخیال در نیامد خاک آن دریا را ہم ارمغان میدانم خاک بر سر آن کہ گدایم پندارد و نقصان شما اگر شود گوارا توانکرد زیرا کہ فائدہ ہا نیکہ دست بہم دادہ ہم از دولت من است تنہا کو اگرچہ مشک بہا نیست اما ہمت شما نمک بر جراحتم نفرساید دلّلہ دَرّ قائل ۔ مصرع

ع گر عشق کنی بدلبری دل ندہی

عزیز من بخوبی دل نشین است کہ محبتی کہ ترا با کسی از تہ دل است مرا خود بان چہ سروکار اگر باشد بشرط خبر است کہ بالجزم رفع میگردد و مگو کہ ہرچہ می نگارم باغوای دیگران می نگارم حیف و آوخ ہنوز نمیدانی کہ چہا دا انتقام و بالفرض اگر چنین بودے حرف دیگر کی گنجائش داشتے بیگانگی بآن رتبہ نرسیدہ کہ معنی بیگانہ معنی بیگانۂ من نبود ہمانا خسرو گدیہ مضمون از ما کردہ ۔

فرد

## بفرمان مطربه بنام زن برادرش که ذریعه پیغام باذن محبوبه اش بود و آخر خود میل خاطر رسانید اما بکام نرسید

(۴۹)

خواهر نامهربان من بعد تحریر شوق ملاقات چندانکه ترا با دیگرانست مکشوف خاطر محبت ذخائر باد والانامه که هر حرفش دلیل ساده دلیهاست بود رسیده مسرور ساخت می نگارید که جواب مکتوبیکه پیشتر رسیده بود رقم زده ام خواهم فرست آن یکی هم نرسیده از نظر گذشت یارب که می نگارد و چه می نگارد ظاهراً بمطلب نبرده و درد سر خامه و دوات بیهوده بر خود لازم گرفته قصور بال و پر نیاوردن بینه عدم اشتیاق است ورنه این حرف بیچارگی بزبان خامه گذرد- من خود میدانم که بال و پرے بهم ساندهٔ و بر آسمان می پری هوائی بدماغ داری و دماغی بسیر باغ ـ نگاشتن این سخن که هر که خود را عاقل پندارد نادان است از هجو تو خود منشی بس دور ـ شور شطحیات اهل دل و زبان درازی علما و شعرانه هزل است و نه هذیان و کلام معجز نظام حضرت امیر المومنین کرم الله وجهه بر دانشم دلیل قاطع و برهان ساطع وهو هذا ـ

شعر

رضینا قسمت الجبار فینا  لنا علم و للاعداء مال

عزیز من باید فهمید که هر که خود را نشناخت خدا را چسان تواند شناخت و هر که خدا را نشناسد از و نادان ترے نبود که خدا شناسی فرض است و خود شناسی بدین وسیله فرض عین اگر بنده عاجز خود را نداند بمعرفت خداوند چه پی برد نشنیده ایم که عالمی خود را جاهل گفته باشد یا شاعری قصیده در هجو و قدح خویشتن ایراد نماید اگر دانشمند خود را دانشمند نداند احمق است و این معنی از اقوال معلم

راند که امشب تشریف فرمائی جناب ممدوح محال فردا خود بسر انجام کار می رسند حتی که اگر وهم طلوع هلال عید بود بروز هم می توان و سپیده دم پیغام اقاربش می رسانند که امشب قرار باید ورنه سامانیکه کرده ام برباد میرود نمدام ساحی تا سلامت پور که فرسنگے بیش نیست واکشیده اند وازانجا بطریق یلغار جلوه فرما میگردند چون خاطر فراهم گشت و بیقین واثق شد بهم گیران صلا زدیم و بعضی احباب بے تکلف را نیز خواندیم چنان چه شام گاه همه کس رونق بخش فقیرخانه گشته نواختند و درین حال که مضطربانه تجسس تشریف آوردن خدام می نمائیم معلوم می شود که این دم می رسند چون دیر کشیدی یکی را از یگانگان مصدع استفسار حال و مکلف استخبار ما جرا شدیم آخر به تحقیق پیوست که همه گفتگو بازی طفلانه است ناچار از بهن سالان سبک گشته عذر میخواهم و برخود و بر بازی فلک سفله نواز نفرین می کنم آمدیم برسر مطلب ظاهر است که این حرکت خفیف بزرای طبع دقت پسند نیفتد که گمان اطلاع آن جناب باین پریشانی حواس بدل نمی گزرد و بیگمان هرچه شد از بیهوده سری و یاوه گوئی همان متوسط است ورنه کی باور آید که خدام سامی باوجود اقرار مرتکب چنیں افعال ناشائسته و عمل ذمیم گردند و تشریف نیاورند و بے حرمتی جانبین روا دارند اعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا این زمان هم وقت از دست نرفته اگر تا نیمروز تشریف آرند آخر روز عقد می توان بست زیراکه خصوصیت لیل بهیچ کیش ورسم جائز نیست و درصورت نرسیدن زبان خلق نتوان بست تا این هنگام که با ظهار کسل مزاج گرامی پرده از روی کار نه برداشته ام وعجلت این امر نه از طرف ماست بلکه خطوط تتق آرای عصمت فلانی دفتر دفتر وطومار طومار رسیده محرک ومتقاضی شد واگر فی الحقیقت مزاج خدام کرام از بدگر داری تاسعادت مند مذکور کدورت آماست نوک ریز خامه صفانگار گردد تا فلانی تدارک می توان کرد چه خطبه خوانی شرعاً امری نیست وبموجب رسم اگر بی آبروی است همین تنها برای ما نیست چه ضرور که جاهلانه عذاب جانکاه ابدالآباد اختیار کنیم هرچه

من تو شدم تو من شدی من جان شدم تو تن شدی
تا کس نہ گوید بعد ازین من دیگرم تو دیگری

المنۃ للہ این حرف از نظر کسی کہ مطمح نظر تست نگزشتہ ورنہ چہ ستم ہا کہ بر جان نازنین من نمی رفت وکجا تاب بود کہ دیگر بارہ خطی می توانستم نگاشت می نویسید کہ دیگر بارہ بنوید آن جا رسیدن لب نکشائم ظاہرا مدعا چنین خواہد بود کہ فارغ البال بعشرت گزرانم امید این معاملہ از من باید برید اگر آیم یا نیایم نخواہم نوشت کہ نمی آیم۔

---

(۵۰)

بعد ابلاغ سلام مسنون ریختہ قلم تو دو رقم میگردد کہ درین ظرف زمان خطوط والدہ اقبال نشان فلانی علی التواتر وتوالی بمضمون تاکید وقدغن عجلت وشتاب درمقدمہ سرانجام جہاز بزم تنا کح رسیدہ مکلف آن شد کہ باچندین تشتت خاطر وامور گوناگون از مہمات سرکار جناب مستطاب نواب حشمت مآب اسد الدولہ بہادر بصد تکاپو خود را درین جا رسانیدہ سرگرم سرانجام وتہیہ گشتہ زود تر سبکدوش گردم وبہ اظہار وہم وخیال پردگی موصوفہ بر آن قرار یافت کہ نکاح ہمین ماہ اتفاق افتد تا نحوست عیدین کہ میان جہال وسواق شہرت پزیرفتہ خار خار فزای خاطر ہیچکس نشود ہم نظر برانیکہ تقریر این مناسبت بجشم داشت الطاف خدام شما شدہ بود ورنہ اب وما مش را نمی شناختم وہم اہلیت ومروت وقبیلہ پروری وپاس حرکت ہای خفیف بی اطلاع سامی گوارای طبع نیفتاد لاجرم بوساطت فلانی جلوہ فروزی خدام را اہم مقصد پنداشتہ وانمودم کہ بی رسیدن خدام شما این معنی صورت نخواہد بست چنان کہ دیروزہ حضرت فلانی برزبان

اما چون اجازت بود باین سلوک خلاف مروت دیده بفحوای ۔ بیت

نیمی ببرید چادر او نیمی بگذاشت بر سر او

نصف بصرف خود آوردیم و نصف بصرف شما از کثرت اخراج دلتنگ نباید بود خزانۂ خدا و ندروزی رسان مالامال است لئن شکرتم لازیدنکم شکایت کمتر نگاشتن از چه رواست می دانید که تا نویسندہ دست میگیرد نمی گزارم یکدو نوبت بجان خواہر فلانی گفتم عذر قلت فرصت و ضیق زمان کرد و بہانہ سوال و جواب عدالت و نوشت و خواند معاملات ضروری بیان آورد گو بزعم من از ہمہ ضرور ہمیں باش عذرم لنگ نہ پندارید عریضہ ہائے دراز او کہ ارسال بزم گرامی نمودہ شاہد مطلب است دیگر آن آہنی کہ طلب کردہ اید ماجرا اینست کہ اولین نوبت کہ اسباب شما فرستادہ شد ارسال کردہ ام دران اسباب تلاش باید نمود این جا خود نیست کہ احتیاطاً دیگر بارہ جستجو بکار رفتہ بقولات پیشتر فرستادہ کردو جا بود یکی برائے شما فرستادہ بودیم و دیگری بخانہ حکیم حسین خان معلوم نشد کہ باوشان رسید یا حرص و طمع مانع فرستادن شد چہ رسید آن نہ بخط شما دیدیم نہ بخط شان ۔

---

(۵۲)

ہر چند بر خود لازم گرفتہ بودم کہ حال سراپا ملال خویشتن بکنایت ہم معروض ملازمان سامی نکنم تا ملامت خاطر قدسی سرشت و کدورت طبع صفا آگین روندہ تا بصراحت چہ رسد ۔ اما اکنون کہ ہمت والا نہمت متوجہ استفسار آسیمہ سری و آوارگی است چار ناچار بہ تفصیل سامعہ گداز و باصرہ سوز بساط نشینان و محفل والا جاگزینان نمودم و این ہم نہ بامید تلافی ما فات و تمنائی تدارک و مکافات

مرکوز خاطر عاطر باشد ازان اطلاع ضرور است و منقوش خاطر و مطبوع ضمیر باد که دوستدار را بجز پاس و لحاظ خدام نظر به طعن و تشنیع زید و عمر نیست بهمه حال یابعد ملاحظه رقیمه بشرط آنکه بطبیب خاطر منظور بود خاک جهاں آباد را تا آخر روز رشک فرمای ارم بقدوم بهار لزوم فرمایند ورنه پاسخ تنبیه طراز برنگارند تا از خواب غفلت بیدار شویم و از کرده منفعل و از ناکرده دست بردار گردیم ۔ والسلام ۔

---

(۵۱)

صاحب مهربان سراپا لطف و کرم سلامت مهربانی نامه مملو به تهنیت عید و بخیر گزشتن ماه صیام و یاس ملاقات پس از امید و حرمان دو سه ماه و کثرت اخراج زر در سفر و روز عید بیک طاقه و صحن اشد آرسیده مسرور و شاد کام گردانید ستایش جان آفرین بکدام زبان کرده آید که عید به خرمی رسید و رمضان براحت گزشت خوشتر ازین چه خواهد بود که صحت ذات شما دست بهم داده هیچ نعمت باین موهبت عظمی نتواند رسید که اضمحلال و ناتوانی خیرباد جسم مبارک گفته دل بر جدائی دوام نهاد یارب تا روز قیام صحت و عافیت و آرام برمراد دل و تمنای خاطر کامروا باشند ۔

فرد

تنت بناز طبیبان نیازمند مباد وجود نازکت آزرده گزند مباد

آرزوی ملاقات از حد زیاده بود تا گوش خورد که ازین راه میر وید صد باره بتحریک شوق از خویشتن می رفتم که ناگاه می شنوم که معامله برگشت باخود نیامده ایم هنوز که سفر شما رو نداده این حال است که در سفر آن زمان بکجا خواهد انجامید و از قماش فرستاده دو زیر جامه برای خود قطع کرده ایم و دو زیر جامه برائے شما داشته ایم اگرچه بسیار پسند افتاده بود و دل میخواست که همه صرف خویشتن کنم

بمداوای وہم مفرط ناچار است واگرہمہ فلاطون زمانہ بتدبیر جہل مرکب بیکار کی بدعوی عیسی نفسی لب کشادہ ام وکجا دادلاف جان بخشی دادہ فی الجملہ موجب ملال خاطر صفا جوہر بی تمیزی و نالایقی این ہیچدان است و درین صورت خدمت گزاری و پاسداری ہرگونہ رایگان ۔

(۵۳)

ہرچند جرمیکہ موجب ملال خاطر عاطر باشد ازین گنہگار سرنزدہ و ہیچ کردار نمک بحرامی کہ حلال بود بجز فعل درنیامدہ اما بضرورت حمیت و تقاضای آدمیت استعفا کہ بمعنی مجاز مستعمل زبانیان است میکنم و رخصت عزلت گزینی و خلوت نشینی از دربار دولت مدارمی خواہم و درین حرکت مضطر با نہ مجبورم و کدورت مزاج عالی کہ زنگ زدہ دود تراز آئینہ باد باختیار نیست معذورم چشم از نظر مرحمت کہ بیشتر ازین برحال من بسیار بودہ آن دارم کہ استفسار تفصیل مزاج دانی و ادا فہمی دل پسند خدام کرام نباشد زیراکہ منظور نظر از تذکار این چنین معاملات بجز اثبات گناہ والزام دولتخواہ ہیچ نیست و آن خود درین صورت ہم حاصل شعر نظیری کہ ورد زبان خاکسار است بینہ عدول و گواہ مقبول این معنی است مصرعہ آخرش این کہ ۔ ع

کردہ ام خاطرنشان خویش صد تقصیر را

گستاخی معاف برضمیر منیر مہر تنویر روشن و ہویدا است کہ کمترین بار خاطر احبای ہم نشین ہم نبودہ و دائما ہر شیوہ کہ باعث حزن و ملالت دوستان شنیدہ ترک آن بالکلیہ نمودہ اکنون بار خاطر نزاکت سرشت چنین ولی نعمت قدردان چگونہ خواہم بود اگر فنای ذات و عدم وجود باختیار نیست گوشہ نشینی دہلی چراز

است بل قطع نظر از چشم کرم مدعا همین اطاعت فرمان واجب الاذعان آست ورنه سرهرزه درائی وخیال ژاژخائی ندارم بر ضمیر منیر روشن وهویدا خواهد بود که از سه ماه پیشتر بی التفاتی و سرگرانی وکمی عنایات و فزونی نامهربانی نسبت باین ساده دل بمنصه ظهور رسید. چندی به تقاضای صاف دلی آئینه باطنی غبار اوهام بیجا بباد دادم و اغماض واعراض را بی تکلفی و معاملت خاص نام نهاده رفته رفته گمان به ظن وظن بپایه یقین رسید آنزمان از خواب غفلت بیدار شدم وجویای سبب ووسوسه بند گو نه افکار گشتم. شبها بمشورت بر خود روز کرده ام که کدامین جرم عظیم وچه سیئه عفو کاه ازین سراپا گناه سر زد که مستوجب چندین بی اعتنائی چنین قدر دان گشتم وقرار دادے باعث قرار خاطر شد که اسباب رنجش و سرگروئی شیرین کامان پایه شناسے مذاق نسبت به طبیب جز این نیست که در خدمت قصوری رود یا در تشخیص وتدبیر فتوری راه یابد ودر دو مرض بطول انجامد یا از کم حوصلگی بمدادائے هر مرض آرزومند مراحم شایان والطاف نمایان باشد چون بغور کار روا رسیدم واز طینت واطوار خویشتن شمار بر گرفتم دیدم که ازین افعال ناروا واعمال ناسزا هیچ مرتکب نشده ام ترک وطن واختیار سکونت غربت دلیل قاطع ودو دمی سپاسداری وشکر گزاری علیل نهادن حجت ساطع. آمدیم بر حروف طمع بجای ایجا بجا عالم الغیوب وانای اسرار گواه است وکفی بالله شهیدا اگر این چنین خیال در خواب هم بخلوتخانه دلم راه نیافته تا بزبان چه واگرهم طینت اهل زمانه که بالکلیه مگس طینت اند بودمی رفاقت آقای قدیم را بپاس نعمت صحبت سرا سر تعلیم که این بار زر خطیر عنایت می فرمود خیرباد نه گفتمی واگر گمان عدم ازاله مرض کنم نسبت سودائے سرشار بخویشتن کرده باشم وتقلید آخر حال فاریابی واجب دانسته زیرا که فنا هر شی باختیار واجب الوجود وحکیم مطلق است ومعنی حذاقت آن که خطا در رای کمتر افتد نه اینکه خون ملک الموت برگردن باشد وتلعت کارخانه بحیطه تصرفش بود اگر کسی با فرض لقمان روزگار است

(۵۵)

باستدعاے یکی از احباب

مهربانی نامه بکاغذ زر مبلغ نهصد و بست پول سپید روان رسیده سر و برگ بی سروپایی بکارگاه خرچ والا رسانیده خزینه دار این جا میگوید که سند صحیح است اما بدین مضمون که این قدر زر فلانی دادنی بر ذمه من است و این مضمون که فلانی بفلانی بد هد هیچ ثبت نیست درین صورت چگونه توان داد بنا برین مکرر رقم زدهٔ کلک نیاز میگردد که هر زمان را اشارتے رود نامه بر سے معتبر فرستاده آید انتظار جوابست زیرا که اگر بیشتر از پانزده روز میرسید هم حرمان نصیبی بود اکنون هر وقت که فرایند مشرف خدمت گردد۔

---

(۵۶)

فلک پناها. برادسلامت روزها میرود که کاغذ زر بصحابت کرم فرما میر هاشم علی زاد لطفہٗ ارسال گرامی محفل کرده ام هنوز برسیدش مسرور نفرموده اند تا به زرچه رسد خدایا سبب چه خواهد بود اطلاع توان بخشید وایام وعده هم هشت و نه روز است که وفا کرده مضاف الیه چرا محروم ازین عطیه است التفات خدام از حال خاکساران کم مباد۔

---

دست دہم کہ امکان دارد بل یقین است کہ گاہی ذکر این نالائق سامعہ خراش بزم نشینان عالی نگردد۔

---

(۵۴)

المنۃ للہ کہ ماہ صیام بخیر گزشتہ ہرچند ازین کہ صحت شما رو داد عید ہزاران سال قربان غرہ این شوال است اما ازین رو کہ متوقع رسیدن شما بودم و مایوس گردیدم چون عاشورہ محرم باعث گونہ گونہ ملال در حیرتم کہ بسپاس آن نعمت لب کشایم یا باظہار این اندوہ سر خامہ فرسایم ازان نسبت ہر روزہ نوروز است وازین باعث ہر یوم اگر سرور افزا است عید الضحیٰ است ای من بقربانت چہ خوش بودے کہ ازین راہ میگذشتی ساعتی چشم روشنی نظر خویشتن بدیدارت ملت می گفتم واویلا دیگر بارہ روزہا با نتظار بسر بردن فتاد خداوندا دیر مبادمعا ہزاری چندانکہ تاکید بکار میرود سودی نمید ہد فلانی را ہر روزہ سرزنش می کنم اما ہنوز زر روز اول است زرہا بردو رسید و تمسک ہم نداد آرکا ہم باد ساختہ است کہ کار با نجام نمی رساند بسوگند وعدۂ امروزہ کردہ بینم تا چہ میشود حتی الوسع دست و پای میزنم لختی حلوای گزر مرسل است لذّت فزا و ذوق آشنا باد اسہال فلانی باعث انقباض خاطر است از معجونیکہ فرستادہ اند و باستعمال می آید ہنوز چندان قوتی پیدا نیست دست من ہمان از کار رفتہ است کہ کار از دست رود۔

---

ابداً این شادی در پیرهن نمی گنجم و شوق یعقوب علیه السلام را بالقای یوسف مصری باشتیاق خویشتن نمی سنجم اگر پیشتر از وعده آید زیاده از اندازه مسرور نمائید که انتظار جان گداز است وصبر طاقت گسل ۔ یارب توفیق سعادت رفیق باد والدعا خواهران شما تا ازین مژده آگاهی یافته اند دیگر خود را در خود نیافته با آنکه وعده معلوم است گوش بر آواز و چشم در راه اند که از اثر جذبه شوق و تاثیر اشتیاق آگاه ۔

---

(۶۰)

مهربانی نامه مضمون دل پسند مسرت را پایه فزا شده دماغ یگانگی و یکجهتی باسمان برد قبض الوصول و خط حیات خاں توشک بیگی که سال پارینه نوشته بود بطی نیاز نامه دست بوس می کند چشم دارم که نظر مهربانی روز افزوں باشد دو سه جا قرطاس چشم آشنای سواد نیست ازین که می گویند امسال اسم مبارک صاحبزاده بلند اقبال امضای نا فذ است و نیز و هم طغرای غرای قدیم بوده باشد و هم بعد از نظ معرفت نام هر که مناسب دانند رقم زنند ۔ والسلام

---

(۶۱)

همشیره عزیز جان نواز سلامت بعد دعای مطالب هر دو عالم یا فتن قلم بر سر تحریر است والا نامه ایشان سرمه دیده انتظار شد المنة للّٰه که مزاج کسان بصحت است در امر مقدمه هر چه نوشته بودم شاید بخاطر شما رسیده که باسازش نوکر یز خامه گردیده حاشا و کلا که چنین باشد این زمان نور چشم فلانی

(۵۷)

فرزند سعادت مند رضا جوی من سلامت از آنجا کہ حرف زود رسیدن گوش خورده تاج محمد نوید صحت مزاج آورده ہزار گونہ مسرت دارم ولقای دل فروز را از درگاه کریم کارساز امیدوارم یارب بمرادم زودا زود رسانی کہ تاب انتظاری نمانده ۔

---

(۵۸)

اقبال نشان من سر روز پیش است کہ تپ غریبی دل گیر مہیا دارد وفساد خون خون صحت ہا میکند ہجوم بشوربہ دانہ ہای مروارید می ماند وبخوابے بروز بخت خوابیدگان می نشاند پایان ہمہ دیروزه گوش خورده کہ ہیضہ وبای مگس در طعام شکم پرستان کرده وکاسہ ہای عمر لبریز ساختہ شربت حمات چشاینده چون ازین وہم تلخکامم ترم بتاکید می نگارم کہ چندی از خود خبردار باید بود واز ناگوار خورشہا پرہیز باید نمود ۔ والسلام علی من اتبع الہدی ۔

---

(۵۹)

باعث زندگانی مادر جان نثار سلامت حرفی چند ریختہ خامہ دستی کہ بدہان تصور صد بار بوسہ زده ام رسید دل را کشود شوق تازه کرده در غم بست ونوائی جان فزا کشید مضمون زود رسیدن بعریضہ کہ بنام والد بزرگوار خود مثبت کرده

سازد ۔ آبین آبین ثم آبین
وبی گفت کہ زائچہ ملاحظہ کردم انشاءاللہ تعالےٰ مرض زایل میگردد۔
وصحت حاصل ۔

---

(۶۳)

ہمشیرہ جان فزائے من سلامت ۔ بعد دو گیتی کام خواستن بقلم می آید
سپاس شائستہ سپاس راکہ این جا ہمہ کس بعافیت اند بیتی کہ داشتم ندارم وحال
فلانی آلان کماکان ۔ خط شما رسید۔ موجب مسرتہا شد خدا بملاقات ہم مسرور
گرداند ۔

---

(۶۴)

بعد دعائیکہ برضای داور گیتی آفرین قرین باشد منطبع خاطر باد سپاس
یزدانِ بندہ پرور کہ ہمہ بسلامت وخیراند ۔ ملے کہ ہست از فراق شما و مرض لخت جگر
فلانی است وبس یارب شفای عاجل از دار الشفای تقدیر رسد آبین و فلانی
تصمیم ارادہ آمدن داشت مگر باشما . دشما توقف ورزیدہ ہرگاہ خواہند فرمود
کمر خواہند بست دل فراہم وخاطر مطمئن دارند ۔ المنۃ للہ کہ اکنون جز ضعف ؛
اضمحلال اثری از مرض نیست وحال فلانی متغیر بسیار است دست وپای جنبش
نمی کند وزبان ہم خموش است اما ہوش دارد وادای مطلب باشارہ می نماید
افسوس کہ لعل لبش خموش گشت وگلبرگ زبان زبان لال شد امید کافی منقطع
است وفلانی راصد بار جان بلب آمدہ مگر از حسرت بیرون نمی رود یکبارہ برسیدہ

را بصد سوگند مغلظ بران آوردم که استفسار مافی الضمیر شان نماید اگرچه از خجالت قبول نمی کرد از ایمان مؤکدم چاره ندید پرسید میگویند که پس از چار و پنج روز روانه می شوم تخلف نمی کنم دل باطمینان باشد هرچه در هیچوامور نگاشتن بود بخط من باید نگاشت که مناسب همین است و زبانی فلانی بدریافت پیوست که روز بستم صفر باز می رسد مگر معلوم نشد که همه کس می آیند یا نه ازین رو تعلق خاطر است تمنا همین که همه کس آیند و بدیدار شاد نمایند باری می توان نوشت تا دل مطمئن گردد فلانی را بر چهره ورم رو نموده و اسهال کار دشوار تر کرده چندانکه از ترک اراده سخن می کنم نمی آید و بفحوائے ۔

ع شخص چون پیر شود حرص جوان میگردد

اراده گلگشت فردوس میدارد عمر دو عالم خار راه باد تا قدمی پیش نه نهد ۔

---

(۶۲)

بعد دعای عمر ابد پیوند و ترقی طالع ارجمند نگارش می باید که نیاز نامه از نظر گزشت باعث رنج و مسرت گشت آگاهی از تپ کردن جگر سوخت می سوزم و می سازم یارب زود شفا حاصل گردد و توقف دو روزه که در جواب نوشتن از رعشه دست رو داده قلم از دست می رفت و نامه طراز چند روز پیش بملازمت نارسیده که بدرد دل گرفتار بود و زیستنش دشوار می نمود امروز که بدولت آستان بوس واستفسار حال مزاجش موافق معروضه شما کریم بعرض رسانید که پس از هزار گونه ابرام و لجاجت و دعای اثر سرشت صحت و سلامت شان رقم باید فرمود که بدرد دل مبتلایم و بادل بیدرد آشنا ام با این سنگ جانیها که دارم بیم مردن نیست پایان روزگار بسلامت می کشد حکیم مطلق مزاج مبارک شما را شفائے عاجل عطا

ودانم کہ ہیچ کس گوش بر سخنم نمی گزارد چہ آن مایہ انکساری کہ شرح دادہ بودم نہ آن جواب بے پروایانہ داشت ہمانا کس بعرض عمہ مکرمہ نرساند ورنہ آن شفقت ہا بجا رفت طاقت ۔ مصرع

ع کس بشنود یا نشنود من گفتگوئی من کنم

ندارم معاف دارند آخر فرزند عزیزم ۔

---

(٦٧)

سرور بخش دل حزین طالب بقا ہا دعای کہ بتاثیر ہمدم و ہمزبان است ورد لب ساختہ باد ای مطلب زبان بیان می کشایم از روزیکہ عریضہ خواہر عزیزم خبر از حال خفقان کہ نصیب دشمنان باد داد دل بپہلو می طپید و جان در بدن نمی گنجید بیقرارم و حال خفقانیان دارم یزدان بندہ پرور بصحت و سلامت دارد و ہر آرزو کہ در پردۂ غیب است بمعرض بروز آرد والدعا

---

(٦٨)

نور چشم راحت جان فلانی طول عمرہا عریضہ از نظر گذشتہ باعث سپاس گشتہ از اعتدال مزاج می نگارید و منت بر جان میگزارید عذر سرگرمی کار نویسندگی دانم کہ بجاست ازین دست گاہی نامہ رسیدن نیز تمنا ۔ شوق دیدار تو صد درجہ گذشتہ چشم نگرانست و دل طپان یارب زودتر باز ببینم و در برکشم چند روز است کہ نظر بر تنہائی خود ہمین جا و اکشیدہ ام و بملاقات ہم مسرور شدہ ہی ہی مسرت

بودم چہ حال است گفت کہ ملک الموت تقاضا کردہ بود جواب دادم کہ تا آمدن فلانی نمی روم معاف دار و بگزار ۔

---

(۶۵)

بیت

برنیاید جان بآسانی چو در دل حسرت است
زندہ در ہجر تو بودن نیست از تقصیر ما

باری زود توان رسید کہ ہم بیمار و ہم ملک الموت در عذاب است فلانی سہ بار چون تپ نوبت یکروزہ درمیان آمدہ زمانی توقف فرمودہ باز رفت مگر خادم شان ماندہ و از خدمت طبع باز می ایستد ۔

---

(۶۶)

جان خواہم جان سلامت عریضہ شما بنظر درآمد باعث مسرتہائے تعلق خاطر جانب فلانی زیادہ است یارب بفرجام صحت باد فلانی برسیدن آرزومند است و شتاب زدہ ہمین انتظار اشارہ دارد مگر بزعم من اگر چندی ہمین جا وقت فروشد مفت است کہ حرارت خوردہ و بے مزگی طبیعت و آتش فساد طرفی رو بکمی آرد و از دہ روز زوجہ و والدہ فلانی روانہ اصالت پور شد و خود ہمین جاست و خاطر نور چشم متعلق بطرف شما از حد زیادہ است چندین توقع نبود دل بندا رجمند سعادت پیوند فلانی بطلب در رسیدن آستان بوسیدہ ہرچہ نگاشتہ بودند و انمودم بعد آداب بعرض رساند کہ بیان دردے کہ داشتم دارم در نگارش نیاز نامہ نتوانم

گشت لحظۂ نیست کہ یاد شما جاگیر دل نباشد چشم بشوق دیدار ہر سو نگرانست و دل بذوق در آغوش شفقت کشیدن طپان پیداست کہ ہر چہ از ہوس پابوس حرف بیقرارانہ سر می کنند این خود از اثر دل من است حالا بکجا رسیده از درد تنہائی بجانم کہ از دختر انم خود اکثر ایام مہجورم دل بصحبت شما تسلی می شد اکنون کہ آنہم از دست رفت می دانم کہ در دبیکس نمی گذارد آخر جہاں گزران است ۔ حیف اینست کہ بہ تنہائی میرم اگرچہ بعد مردن چہ بزندگانی کردن نیز ہیچکس جز فضل ایزدی بکار نمی آید اما بحسرت رفتن دل گداز و جان سوز است بعد برشگال ارادہ آمدن دارید اگر عمر وفا کرد می بینم ورنہ شاد باشید کہ اہم مطالب خوشنودی شما ست ۔ والدعا ۔

---

(۱۷)

لخت جگرم سطری چند نقش زدۂ دست گہر فشانت سرمہ سای دیدۂ انتظار گشت بر صحت از مرض و اصابت از نیش حیۃ آگاہی داد جراحت نیشی کہ بدل خوردہ بودم التیام پذیرفت بہ خط نو شدہ از روی نیم جانم بود خداوند جان آفرین دست نوازش بر سر بیکسان اگرچنین ارادت بدین سپاس تا بگردن فرسایم از عہدہ صد یک شکر بر نیایم با این ہمہ چشم دیدار طلب مشتاق است اگرچہ ممانعت از حد می رفت رسیدہ بودم اکنون بزود آمدن شما امیدوارم والدعا ۔ خواہران آسایش و صحبت طلب چندان سرگرم مناجات و سپاس اند کہ فرصت دعا و تسلیم نگاشتن نیست ورنہ چہ امکان داشت کہ خاموش نشینند و بامید ملاقات مشغول دعا ہر چہ بشما گفتنی است بہ مقلب القلوب می گویند ۔

---

از کی چون جای شما خالی است جہان در نظر تاریک و دل از اندوه لبریز زندگانی محسود مرگ دندان طمع به نسخه سنون تیز کرده ام بعمر من که مجرب تر باید فرست که از درد دندان جان بلب رسیده ۔

(۶۹)

ہائی چہ می شد چہ کبوتر اگر نامہ من بال و پر داشتی

جان مشتاق را کو شکیبی که بامید جواب تسکین پذیرد و دل آرزومند را کجا صبرے که تا رسیدن قاصد و بازگشتن آسایش گیرد ستمی که ہر زمانم بدرازی محشر است و ہر آنم بطول عمر خضر روزی بشب چون آرم و شبی بامید رسیدن نوید صحت مزاج چگونه گزارم ستم ترانیست که خط ہم امروز رسیده و خاطر محزونم محزون تر گردیده اگر آن چشم و چراغ دیده بینش طاقت تسوید نامه نداشت نور چشم فلانی نیز می توانست نگاشت از حال دور افتادگان چنین بیخبر نباید بود با آگاہی درد از دردمندان تغافل نشاید نمود عمرت دراز باد و مزاجت لطافت طراز خواہران مضطرب ہم بچنین مضامین گرم فریاد اند و نالہ ایجاد ۔ مومن پس از سلام نداند چه برنگارد که مضمون بسنه بلب آوردن از عیوب سے پندارد ۔

(۷۰)

لخت جگرم سلمہا عریضه ایشان سرزجان کردم ہر چه بمقتضائے سعادتمندی از آئینه روی خولیشتن حوالہ قلم شده پذیرا آمد و باعث فرحت خاطر و انبساط روان

ع کلوخ انداز را پاداش سنگ است

امیدوارم که دیگر بار بکدام کار مامور نگردم زیاده حد ادب مانع گفتار است ۔

---

(۷۳)

همشیره شیرین تر از شیرهٔ جان خدایا تلخکام لذت وصال باشی بعد از دعائیکه شائستهٔ آن نیکو کردار بود ریختهٔ قلم صداقت رقم میگردد نامه نامی بمضمون پریشان رسید موجب حیرت شایان و باعث رنج و ملال نمایان گردید نخستین بدو سبب اولین این که جرأت و مبادرت با وجود آن مرتبه جدوکد هنگام ملاقات شده بود جوش محبت برآن آورد که چنان کلمات بی تکلفانه وگستاخانه بعرض بیان در آید وثانی آن که این گفتگو از کیست و با کیست وچندین واویلا و وامصیبتا از بهر چیست دوئی ملال از آن روکه در فصل بهار جوش جنون بجائی رسید که مضامین پریشانی و معانی بے معنی و مدعای بی اصل مرقوم گردید خداوند انفس وآفاق وحکیم علی الاطلاق از دار الشفای قدرت کامله صحت عاجل عطا فرماید باین پایه الفت ندانسته بودم خدارا مرا بطور من باید گزاشت و دست نازک از دامنم دور توان داشت مبادا آسیبی رسد و بر دل گران آید دست بدل باشد و دل در دست نبود الله الله رقم می نمائید غزلی بنابر تفریح مزاج نوشته ایم اگر پسند آید از کاتب الحروف غزلهای نو نو لیا نیده می فرستم یارب بهزه درایا نراچه جواب دهم ازین غزل خود تفریح چه معنی دارد اگر مدعا مضمون حسب حال است غلط زیرا که غزل خود دست وگریبان نیست و مضامین جداگانه رقم ساختن مکتوب الیها را در تشویش انداختن است واگر مدعای تفریح اینست که الفاظ صحیح و معنی بے گانه واسطهٔ تراکیب ونشست قافیه وبست ردیف دل ربا وبذاق

(۷۲)

والا نامه متضمن نفرستادن قماش شبنمی وطعن بدمعاملگی و بی ایمانی سرافراز گردانید نمی دانستم که اشراف واکابر بدمعاش و بی ایمانند بدولت ارشاد خدمه سامی آگاه گشتم ای کاش اول که چشم می کشادم برذایل وسفلگان هم چون قبایل وابگان می پیوستم ازان باز بغلام زادگان ومطربان همدم می شدم و بعد ازان هرگرا از ناکسان میدیدم صحبتش نعمت غیر مترقب می فهمیدم حیف که وقت از دست رفت وعموم بصحبت اشراف وارا کین ضائع گشت اگر رهنمائی که درین باب تازه شده است بطول انجامد و چنین صحبت کس میاب باهدای خدمه کرام میسر آید زیاده تر شکرگزار وسپاس دار خواهم بود۔ بیت

بایں امیدہائی شاخ درشاخ کرم ہای تو مارا کرد گستاخ

امید از کرم آن دارم که عرضداشتم درجه پزیرائی یابد وبجواب نامه که بدین نوید و بشارت باشد سربلند ومسرور گردم وترک مجالس اشراف یکبار بگویم افسانه وزارت زاغ که در نسخه کلیله دمنا از نظر گزشته باشد باعث عبرت نگشت بلکه تقلید آن پسند خاطر افتاد چون معامله باکنیزان گرامی نسبت از همه کس پیشتر دارم حیرانم تهمت بدمعاملگی بخویشتن برزبان قلم چرا رفت خدایا چه کرده اید که خود را بدین الفاظ ناشایسته یاد می فرمائید واگر مدعا از دیگران است شاید معلوم خدمه بقول وقسم فلانی شده باشد سبحان الله قول مدعی را است گمان کردن این هم یکی از نازک خیالیهاست طعنه بدکردار همی این قوم را است باز نسبت بمن ریخته خامه والا میگردد الحمدلله که در قبائل خود ممتازم وسرفراز۔ فرد

چشم بد اندیش که برکنده باد عیب نماید هنرش در نظر

اگر انصاف را کار فرمایند کتب تاریخ تیموریه مملو از لعن کیست وملاعنه صفت اقوام که۔ مصرع

می شود چه اگر همتش بحرکت جوانانه درآورد فردا که رزا نه میشود میسر سد ورنه دوئی روز که روزگار بسر آمده مشت استخوانش را تواند رساند زیاده حد ادب۔

---

(٧٥)

عرض نواب مستطاب نواب صاحب قبله و کعبه نیازکیشان سرچشمهٔ برّ و امتنان فیاض زمان دام حشمتهم می رساند نوازش نامه سر بفلک رساند و سرمایه اعتبار خاکساران گشت چه مسکین نوازیست با آسمان پایگی بزمینیان پرداختن آری خورشید در ذره پروری ناچار است و نسیم بعطر بیزی مجبور۔ استفسار حال سقیم چاره گر بزن و ملال شد لاجرم۔

از کاوکاو خاطر و خار خار دل شرح میدهد تپی که میکنم ماده آن بلغم است داخل عروق و باصطلاح اطبا حمی لثقه نام کنند صداع هم با آنکه بخلوص و عقیدتم می شناسد چون حاسدان حشمت خدام سرشکن و تاب گسل پهلو به پهلو می غلطم نی نی غلتیدن نتوانم و بستر به بستر می طپم با آن که طپیدن هم زیاده تر از این بکام فرو بردن ادویه مذاق سوز و گنده طعم چه ناگوار است و فرونشاندن آتش معده با غذیه گلوگیر و ناگوار سخت دشوار آنچه بیکه میخورم آتش جان سوز است ندانم تا کجا انجامد۔ درد نر انگشت پای مبارک که وقت سر اعدا باد زیاده تر یا مالم کرده چشم داشت از اخلاق بر درافتادگان سر بچرخ فرسا آنست که پیوسته از آرام و خفت مرض آگاه باشم و از دار و هائی که فرستاده ام هر چه سپید رو بر آید مطلع شوم تا کرهٔ فلک را میل به مرکز خاکست آسمان پایگی مائل آستان نشینان باد۔

---

آشنا ظاهر است که از زبان شعرای مسلم الثبوت و کلک اساتذه بلند خیال نه
ترا دیده بل گمنامی نا آشنائی ازین فن هرزه سرائیها کرده اگر طبع شامل شعر دارد
هر روز غزلی باید شنید و دل خوش باید کرد ندانم که رقم زن باین بی بضاعتی غزل
هائے تازه چگونه تواند نگاشت اگر بفرمایند قباحتهای که در هر شعر است وانمایم
سر هرزه درائیها کراست تخفیف تصدیع دیگر بار دردسر هند دماغی ندارم میخواستم
غزلی حسب حال خود خود گویم و برنگارم مگر میدانم که مخاطب سزای معانی نازک
و مضامین لطیف نیست دو سه شعر از دیگران که چندین بی ربط نیند علیحده نوشته ام۔
اگر خوش نماید برنگارد تا باز هم نویسم هر چند پسند شما لیاقت پسند ما ندارد و پسند من
بشما نیرزد جواب ضرور نیست اگرچه حرفم لاجوابست ۔ بیت

میگویم ز اندیشه ندارم ز ظریفان
من زهره را مشگرو من بدر منیرم

---

(۷۴)

عنایت نامه کلاه گوشهٔ نازم بذروهٔ فلک رسانیده خامه نوازش ۔ رقم
حکایت بنده نوازی باستفسار حال نیازکیش سر کرده حال اینست که امروز دوای
مسهل خوردم و پنج نوبت اجابت پیش نشده درد گرده باز کرده چشم فائده داشتم
احوال خراب تر بنظر آمد تخفیف تپ و صداع یکسو عود این درد زیاده تر جان گداز
است باید دید مشتی چه اثر میدهد ۔ ۴ و بیجامی رساند میرزا جعفر بیگ فردا روانه
بدر دولت میگردند که توثیق وعده مغل بیگ اعتباری دارد باشاره ملازمان جهد
بلیغ نموده ام بجای می رسانم و مکرر پیام بمشار الیه فرستاده ام اما بایلینم نخ امید
شاید بعد مغرب در رسد تاکیدها میکنم می فرستم و فردا پاپس فردا گلچیں بزم ارم تزئین

پاشیده و تپ کردنت چه داغها که بر جگر نسوخت و گرم خوئی حرارت عزیزی چه شعله ها که به شبستان سینه نیفروخت چندانکه تنت از ورم بالیده جسم زارم از الم کاهیده و آن قدر که قامت بلندت بر بستر ناتوانی دراز گردیده قد سرو زارم از بار سخت جانی خمیده اگر دردت در سر است مرا در جگر است و اگر تنت بسوء المزاج حاره شعله خیز است جانم بدل گرمی جگر سوزی کرهٔ آتش خبر داغ مفارقت و آتش شوق دیدار چها که نسوخته بود چرخ سینه سوز باین نازحریق گدازم چون سوخته و لبعد اشتیاق و التهاب دوری چه بزمها که نیفروخته بودم بدین شعله سمندر سوزم از چه سراپا سوخته کاش زود تر رسیدمی تا ابدا وا کوشیدمی اما با دست تهی چه ریزد و از پای شکسته چه خیزد همان که این ماجرا شنیده بودم بیالینت رسیده بودم اما فصل گلفروشان بجوش بود و همه کس در خروش منکه جز نسیم روان اشک نداشتم بپای هر که فتادم دستگیریم نکرد و شرم تهیدستی دیار حسرت و حرمان بسکه بزمینم فرو برد۔

مصرع "بی زری کرد بمن انچه بقارون زر کرد"

اکنون تصمیم ارادت بات استحکام است که بدبوس بهرام فلک نشکند اگر عمر دو روزه وفا میکند وعده بیشتر ازین قلیل بدوری دراز وفا میکنم زهی خوش آن روز که بیالینت رسم و بدرمان کوشم چشم بدیدارت روشن کنم و سرمه بصفاهانیان فروشم وا ویلا من کجا و تیمار کجا انکه چاره خویشتن نتواند نمود بعلاج و دوائی دیگری چه خواهد فرسود من خود ازین الها بیمارترم و زار و نزار ترا اگر از تصدیع طبع ناتوانی قرین و مزاج نازنینت نه اندیشیدمی درد سر دوات و خامه دادمی و ناله چند باظهار حال خویشتن کشیدمی اکنون که اختصار رفت ختم مدعا اولی تا آزار چاره گزین است صحت و عافیت قرینت باد۔

(۷۶)

فدوی شام آدینه خیر باد ملازمان گفته روانهٔ این صوب گشت و صبح شنبه بغریب خانه که عبارت از وطن است رسید آری نوازش که خدام می فرمایند نسبت بآن اگر همه کاشانهٔ روضهٔ رضوان است و حدیقهٔ خلد برین بیابان بلا پندارم خدایا لطف خاص بحالم روزافزون باد که بهمین می ارزم دیروزه در سر داشتم که فصد جبین گرفته شود اما از امتلای ماده حرکتی محسوس نشد رگ زن جواب داد لاجرم امروز مقدار نیم آثار خون بزلو گرفته آمد هنوز راحتی پیدا نیست و بآرامی نرسیده ام با این همه چشم نگران فرمان رسان است و گوش بر آواز پای برید تا اعتدال عناصر لطافت پرور دور نیایم آسایش ندارم و خوشتر ازین دوای برای آزار خویشتن ندانم ۔

---

(۷۷)

گویند نزار شد تن اطهر تو — تب گشت حرارت نشاط آور تو
از گردش آسمان سرت میگردد — ای خواهر مادرت بگرد سر تو

---

ای راحت جان من سلامت باشی — با عافیت و طرب بکامت باشی
از بستر ضعف و ناتوانی برخیز — با شور خرام تا قیامت باشی

ای عزیز دل برم اے چشم و چراغ خواهرم اے جانم فدای تو اے برزبانم دعای تو اے نور نظر من اے لخت جگر من ۔

بیت

اے قوت جان ناتوانم — ای باعث انبساط جانم

تا از اضمحلال مزاج نازکت شنیده ام پردهٔ گوشم چون برگهای گل از هم

وتا تفرق اتصال بمرہم کافور گرمی صحبت نرسد بیشتر آزار دوری سینہ خراش ـ بسر آنداریم کہ با این ہمہ تعلق چندی یکبارہ از ہمہ کس بگسلم و چشم بدیدار جان نواز آن قرۃ العین روشن کنم مگر این زمان جز دست بردل نہادن و صبر بکار بردن چارہ نبود اگر وا ماندگان امید بدسگالیہاے من می پسندید گرامی خواہر و کہین دختر را چنان یافتم کہ خود را در خود نیافتم ـ

---

(۸۱)

در جواب نامہ کہ مضمونش از بی اعتنائی آقای قدر ناشناس ترک آن صحبت گفتہ خلوت گزیدن بود

ستودہ کردار برادرم سلامت باشی دو سہ سطر نامہ حرز جان ناتوانم شد بادراک صحت مزاج سجود سپاس بدرگاہ یزدان ادا کردم از دست ناتوان بینی بی ہنر نواز می نالید دست دعایم بلند است نوید صحبت جاویدانی اگر نبودی از ہجوم غموم و وفور افکار کار مشکل افتادہ بود وعدہ مدت کمی بسیار گران آمدہ بدین سرگرانی سر تسلیم فرو فگندن و بدین آزردگی گردن نکشیدن حوصلہ شناست ورنہ شیشہ دلان بار سنگروئی نتوانند کشید و آئینہ خاطران غبار دوروئی نتوانند دید خدایا فال عیش دوام برای ما کشاید و قرعہ عشرت ابد توام بنام ما افتد بہر چہ دلخواستہ کامیاب گردیم و بہ تمنای خاطر بروی ہم خندیم روزی رسان بمراد رساند و ذوق تلاقی خاطر پسند شیرین کام گرداند ـ

(۸۲)

صاحب مہربان سلامت مہربانی نامہ شرح نامہربانی ہائے فلک و ستم سرنوشت کرد گرفتن مہر و کاہیدن ماہ امروزی نیست روز تیک اختران سیاہ کہ بوسوسہ شیطانی عقل را نادان تر از جہل مرکب پندارند و نور ادلین را ظلمات آخرہ فاسدہ شمع شبستان ہدایت نہ انگارند چہ آن پایہ ناشناس کہ اندرزہای فلاطون بہذیانات مجانین برابر گیرد و نکات بطلیموس و مقالات مجاذیب ہمسر

(۷۸)

سعادت واقبال راپشت وپناه سلامت گج افتادن صحبت بآقای نامدار از گردش
نامدار از گردش چرخ کجباز معلوم شد از پیچ وتاب چه شرح دهم خدا کند زمانه بمراد دوستان
گردد امروز ناگاه فلانی غش کرده حالت دگرگون گشت از برد اطراف چه سر گرمی سخن حرکت
چشم واضطراب نبض بیتابانه بود برین حالت. دو نوبت اجابت وعود حالت صحت روداد
منت حکیم مطلق را که انجام بخیر شد اکنون جز ضعف وناتوانی آن صدمه آزاری پیدا نیست
دل فراهم توان داشت فلانی بعد ابلاغ سلام ورنج خاطر ازاد را که مضمون خط گزارش
گرمدعاست که اشیای مطلوبه جز کلاه که بزم ولادت دختر برادر نیک اختر مانع آن شد میرسد
زود است که کلاه هم بدست معتمدی روانه نمایم خواهران سلام وبندگی با برام وشوق گوناگون
میرسانند وبشکر گزاری ارنج نورس سخن راچاشنی دیگر میدهند وتمنائی فزونی اثمار شجره دولت دارند۔

(۷۹)

شیرینی جان من فدای شیرین شمائلت با دخشک برگ تنبا کو رطلی که تیزیش از
تیزی خوی شکرلبان مذاق آشنا تر بود این تلخکام وصال را شیرین کام نمود تارب تلخ
روزی نه بینی وبروز سرکه جبینان ترش رو نه نشینی از رنج دوری قامتم برگ کاهی
گردیده واندوه مهجوری جان تلخ عیشم را خارها در دل خلیده هر زمان آرزومند دیدارم
ودعاگوی کامیابی شکربار۔

(۸۰)

پرکاله جگر پاره پاره سلامت دعای دل بوسعت نامه نگنجد چون توان نگاشت
وشوق دیدار را که میزان خرد نسنجد بخم دوات چگونه باید انباشت زبان هردم ناله زن
وامیدوار تاثیر است وچشم هر لحظه دیدار طلب وجلوه نما یارب هر دو بکام رسند اگرچه بیقین
است که حال من عکس افگن آئینه ضمیر خواهد بود اما بفرط اضطرار بوهم اعتبار قسم یاد میکنم و
غمگین دلی بساده دلیها شاد بجامع المتفرقین که تا زخم جدائی التیام نه پذیرد شور واحسر تا مکیانش

(۸۴)

خجسته اطوار نیک کردار برادرم سلامت سه روز است که دوای انضاج بقرار داد طبیعت اصابت قرین میخوردم هنوز فائده و حظی نداد بل دیروزه کرتب کردم شدائد زیاده از حد خون گریها نمود و تا زمان تحریر با جوش دم سرد شعله اش بالاگرفته نقل نسخه به پیچ حریر چین کشای جبین عاطفت میگردد ملاحظه فرموده نظر لطفی بکار م توانکرد و چون رسید نامه را دو سه روز گذشته کاهش و تشویش زور آزماست زیبنده نیست که تغافلها از حال دور ماندگان روادارند والسلام فلان بعد سلام و اخبار صحت مزاج خویشتن و بفرستادن نمک سلیمانی انتظار معتبری کشیدن و بزودی امیدوار ارسال آن بودن و بتفصیل حال زبانی میرزایی به مضمون بردن و از گرم و سرد روزگار در یاس و امید ماندن بهمان معنی مرقوم لب خامه می فرساید۔

---

(۸۵)

زود خیزی مومن که از کفر ابلیس هم روشن تر است چگونه پسندد که بآزردن دست و بازوی بیگانگی ها گزیند و از فرمان بری به بیغوله عطالت در نشیند این همه عذری که خامه اش می سراید پیداست که بی سببی نیست دیگر چند روزی او را بحال او توان گذاشت آخر زمانی برخوردن است آن هنگام هر چه ساید هم باشد باشارهٔ ابرو کار تواند کرد بر زبان قلم رفته که مسوده دیباچه که پیشتر بامر واجب الاطاعت زاغ خامه ام تیزبالی کرده بود و هم ثبت بیاض

داند بهمه حال ایامی چند میتوان گزارد اگرچه دشوار است صبری و پردلی بکار باید برد که تلخکامی از سرگردی چرخ ناهنجار است آنچه برلم میگزرد نی قلم گزارش گر نتواند شد خدایا انجام بخیر باد و کوکب بخت مستقیم السیر ۔ فلان پس از گونه گونه لجاجت و ابرام عرضه میدهد که رنج خاطرم از نگارش گره بیشتر است اما اگر شرح دهم باور نیفتد و همگنان زبان بتکذیب کشایند و بلاف و گزاف لاطایل تفوق محبت و یکتادلی در آیند لاجرم بعالم السر و الخفیات سپردم و گوهی مزیت نه بزعم خود که حقیقةً از اقران بردم و هر روزه نیاز نامه جداگانه از ان ننگارم که کم فرصتی آن ستوده کرداری دانم اگر بجواب سرافراز نگردم غیرت و حمیت نگزارد آخر انسانم ۔

---

(۸۳)

اقبال مند پسرا دیریست که ریخته آن کلک و دست سرمه دیده انتظار نگردیده همانا دل نگرانی هایم در نظر نیست شنیده باشی که تا بوی پیراهن یوسف علیه السلام بمشام نرسید دیده پیر اعمی روشن نگشت با صبر و سکون پیغمبری تا این حال باشد بیطاقتی من مضطرب پیداست خدارا زود به نگارش صحت مزاج تسکین دل میداده باشید و نسخه اعجاز میحائی که عبارت از دست خط شماست میفرستاده تا هم فرحت خاطرم رو دهد و هم قوت جان پدر کهن سال که دو روز است که از غم خوردن کار بهیچ خوردن نیفتاد شاید اراده نامه رقم زدن بدل گذشته باشد که طبیعت چاره گر آمد که امروز لقمه بفریاد معده رسید فلانی هم ببرکت عرض سلام سلامت خویشتن بخوبید و به تصور صحبت های گذشته یا اخی یا اخی میگوید ۔

---

(۸۷)

همین پور اهہات اربعہ سرت یا وج آبای علوی رسانا دشداید آزار آقا و خفت آن معروضہ وخط مرقومہ بنام فلان شرح داد اولین درِ عیش برروی جان بست وآخرین قفل از درِ دل بکشاد تنگری تعالی بر یکسان مضطرب نظر رحمت فرماید وازین کشاکش رنج ومحن رہائی بخشد واثر اعجاز عیسوی بتدبیر آن پاک نفس دہد چہ دعاہا کہ بر فلک رسانده ایم اما نارسائی طالع را چہ علاج کوتاہی از دست وتقصیر از زبان نیست فلان را ہمان تپ گرفتہ سیزدہم وچہاردہم روز شعلہ زن بود اکنون آن چنان نیست اگرچہ ہست وہمان دوا کہ پسندیدۂ رای اصابت قرین بوده میخورند اما اخراج مواد باستعمال ادویہ مسہل وملین ہنوز از درمان نیست چہ تعلق خاطر بدان سمت از حد افزون است وگاہی کہ انحراف طبع از مرکز اعتدال گوش میخورد ہیجان مواد رومید ہد اول ماہ جمادی الآخر بشرط تجویز شما غسل روده ومعده خواہم نمود۔ والدعا۔

---

(۸۸)

صاحب من از نامہ کہ نگاشتۂ دست وقلم میرزا بوده بدریافت در آمد سہ روز است کہ طعام شب ترک است ہمین یک نوبت لقمہ چند فرو می برید ازین دست چہ غم ہائے کہ نخوردم خدا ناکرده مزاج معده چنان یکبارہ از مرکز اعتدال انحراف کرد کہ غذای یکبارہ نماند تر صد کہ حال مزاج خود وصحبت با آقای نامدار ومعاملہ حریف پرکار بتفصیل نگارند تا خاطر جمع گردد یا دخاطر بوده باشد کہ وعده بتفصیل حال پرداختن موکد وموثق بایمان مغلظ شده بود ازان کہ ضیق وقت و

مکاتیب گشت خدارا این خود چه معنی دارد و مضامین آن زیبای آن نیست که جز ذات مبارک نواب دیگری مصدر آن بوده باشد و قطع نظر ازین صد پایه ازمقام خویشتن فرود آمده ام تا کس معانی مضامین من گمان نکند این نامهربانیهاست صبری که این قدر مدت درین معامله بکار رفته اکنون هم امیدوارم که وقتی چند نظر التفات بحالم باشد و تا بگرامی انجمن وارسیدن ازین تکلیف مالایطاق درگذرند و این دو سه حرف هم که بوی از اسرار نهان دارد درج آن نتوان فرمود آخر زنده ام و دفتر دفتر و طومار طومار خواهم نگاشت و خدا گواه است و کفی بالله شهیدا که درین سال بسیار نامه ها از زبان قلم تراویدا ما چون همین روزمره عوام مضمون هائے نازک شرح داده بودم به نقل التفاتی نکردم اگر یقین من بودی که شتر و گربه بکجامی بندید صد جزو پیشتر می فرستادم و حال کم فرصتی خویش در نامه که ازین پیشتر هدیه خلد سرشت محفل گردیده بتفصیل نگاشته ام۔

والسلام

---

(۸۶)

سعادت منشا دفتر دفتر که شکایت تغافل و استغنای فلان نگاشته اید همه بجاست و ازین که صبح چهارشنبه روانه آنسمت گشته و به پنجشنبه رسیده سر تا پا بیجا مطلب حواله زبان قلم جای زیبد که لب تقریر نتوان کشود بتفصیل صحت مزاج خود نکرده اید بهانا خاطرم فراهم و مطمئن دانسته این چه فهمید نست چون خودم میپندارید و بنگارید تا دل تسکین گیرد و جان راحت پذیرد۔ والدعا

---

آرام بر تزلزل درآوره باشد که این جاہر سقف خانہ آشیانہ زنبور است و ہر سوراخ دیوار مصداق وفار التنور سائبان کہ از صدمہ صرصر از کار رفتہ ہنوز رخنہ در کارش دارد و سقف و بام از ہجوم غمام بیشتری باردحتی کہ دالان غربرو یہ نیز مستعد بسجود آوردن است با آنکہ خیر الدین راہ کیدہا رفتہ ہمان آب زیر کاہ است کاہ و گلی کہ بہم سرشتہ چون آب وخاک عشاق در شدا ید قطرات سرشک ابتری و متفرق است لاجرم اسباب مکان بحجرہ نہادہ شد و کار بدعائے بسم اللہ مجریہا افتادہ۔

---

(۹۱)

صاحب مہربان سلامت جواب ہمہ مطالب مرقومہ بسمع می رسانم از حال فلانی ہیچکس پرسشی نکردہ و قلیان و تا ز پیچ از اضمحلال و کسل سفر از یاد رفتہ ازین دست نفرستادہ آمد و قلمدان ہم در اسباب خویش و اسباب شما نیافتم تا می فرستم شاید ہمان جاست امید کہ حال مزاج نواب صاحب با حال خویش رقم زنند تا رفع تردد خاطر گردیدہ باشد۔ والسلام

---

(۹۲)

جان خواہر برادر نثار سلامت خیال رنج و آزار آن دل نازک وکاوکاد خاطر لطیف از گوناگون تشویش پریشان ترم دارد یارب انجام بخیر باد و ازین جاست کہ تا این ہنگام لب باظہار حال خود نکشودہ بودم اکنون از بیدرمانی چارہ جوئم

تنگی زمان رسیت گاری می شناسم زبان شکایت خلف عہد نکشوده ام باری یک نوبت مشروحًا رقم زدنی ست تا مضطرب دلی قراری گیرد و میر محمد تقی وعده کرده که کتاب و اجزاء خواہم آورد نیاز نامه که سپرده بود بطی حرر بر نامه از نظر میگزرد خط خواہر نوربی که چون نامه اعمال ظلمت سرشتان سرتا پا سیاه است نیز بدست فلانی باید رساند ۔ والسلام ۔

---

(۸۹)

راحت بخش دل بیقرار ما در جان بهر موفد اساز کامیاب باشی ادراک صحت مزاج لطیف و اعتدال عناصر شریف ملازمان نواب حشمت مآب که بوساطت تسکین بخش نامه شمار و داده جبین سجده آگیں را بمباہات سپاس از سطح زمین به سقف چرخ برین رساند یارب صرف اوقات بسجود شکر چنان شود که فرصت قیام در کوع نیز دست ندہد و بوعده لئن شکرتم لازیدنکم امید واثق آن دارم که شدنی است زیاده چه نگارم که بترک سجدۂ سپاس دل نمی گراید از ین ناچارم ۔ والسلام

---

(۹۰)

نور چشم راحت جان من شب و روز دلم در یاد شماست و صبح و شام خیال شما در دل چه از آن روز که گریه باران برحال خاکیان رخنه در کار دیوارها کرده میترسم که مبادا از ہر اب چکیدن از چشم رخنهای دیوار و در آن جا نیز اساس آسائش و

روز شنبہ سواری و میرزا روانہ آن سمت می شوند رسیدہ انکاریدا ازدل گرانی شما دل نگرانیہاست خداوندا انجام بخیر باد ۔

(۹۵)

اقبال جو ہراد بروزہ آخر روزہ نور چشم فلاں بدرقۂ مرحمت دادار بندہ بارزورسان براحت وآرامش ومتعلقات رسیدہ دل ودیدہ رامسرت زیادہ ازاندازہ دادند وتراکم غمام وترشح مطر ہمین تابہادر گڑھ دیگرمیہاداشت حال دل فراہم دارند فرداحمالان وپس فردا میرزا روانہ آن صوب میگردند وشام شنبہ دولت صحبت درحی یابند ۔

والدعا

(۹۶)

نیکو فطرتا زیادہ از مضمون دیروزہ آرزوی رسیدن نگاشتۂ دست و قلم آن اقبال گوہراست کہ چشم دل انتظارکش قاصد بشارت رسان صحت پیکر لطافت خمیر نواب است واطلاع بہمان سرگرمی زبانہ کشیدن تب وتاب خواہر بیتاب ۔ قلت اشتہا دلیل کثرت مواد وضعف وناتوانی گواہ شدائد فساد ۔ تازہ رنجی رسیدن رقم ازدارالقضا بمضمون دل خواہ بھولا ناتھ مدعی است کہ بدان سند ہزار وششصد وسی وپنج روپیہ خواہد گرفت حسب دستور لفظ دریافتم بمہر ثبت کردہ شدہ اطلاعا بنگارش آمد ہرچہ صوابدید شما باشد آگاہید کہ بہمان جواب لب کشائم ۔

والدعا

دومین روز جمادی الاولی زمان شام صداع درد سر را ختم داد و گونه تپ غریبی آتش به تنم زد دو سه روز پروائی نکردم ازان باز بر جناب والد ماجد نالیدم بعد ملاحظه نبض و تشخیص تپ بلغمی اراده انضاج ماده کردند و حال اینست که حرارت قلیلی همه زمان است و آخر روز زیاده ازان ۔ هفت روز است که استعمال دوا میکنم فائده مرتب نیست امروز جناب ممدوح ارشاد فرمودند که نقل نسخه بان جان خواهر فرستم اما بهمه حال هنگامیکه مهلت ساعتی بود توجه کرده هرچه ملایم طبع اصابت قرین باشد آگاهید تا تیمار خویشتن کنم ۔

---

(۹۳)

سعادت سرشت اقبال فطرت سلامت ایزد را بکدام زبان ستایم که بر صحت مزاج شما آگاهانید مرزا دیروزه رسیده ماجرای آن جا با جوش سودا و هذیانات مالیخولیا شرح داد رنج خاطر افزود که اگر خریف بربیع نمی رسد اما از تابستان خود غلیان مواد سیاه بهار تماشا زیاده تر جلوه میدهد چون شاخ گل دست بدعا برداشته ایم که بیشتر از نسیم بهاری چون مهر تابان باشد در وطن در آئید و چندے باهم دل گرمی ها نمائید ۔

---

(۹۴)

اقبال فطرتا امروز اسباب فرستاده خدابخش رسانید و هرچند تنگ ودو کرد از گرمی هنگامه گل فروشان سواری باجرت مضاعف هم بدست نیامد انشاء اللہ تعـ

(۹۹)

دل بندما در بے دل سلامت عریضہ شرح حال کرد دل نگرانیہا از حد افزون است چہ دعاہا کہ من و والدہ مکرم شما بگوش اجابت نرسانیدہ ایم تاثیر پیدا می کند دل از دست نتوان داد دستی بر دل باید نہاد عریضہ شما جز برادر شما کس نمی خواند و اظہار مطلب از و امکانی ندارد دیوانہ باکس نیامیختہ است و وحشی باکس نیاویختہ او کہ از حال خود شرح ندہد از دیگری چہ گوید ۔ والدعا

---

(۱۰۰)

صاحب من مصاحب من مہربانی نکتہ شفای جسم مبارک نواب مستطاب جلای سویدای دل دادمی نگارید کہ لاغری سطح مستوی نمودہ و ریزش زکام اگرچہ طول نکشیدہ اما عرض زور آزمائیہا میکند جوہر جان جوہر شمشیر پیدا است ہمین کہ اعتدال را آب در جو آید رشحۂ قلم دریغ ندارند کہ تشنہ کامی انتظار جانگداز ست دیروزہ از بزم طوی فلان بغریب خانہ رسیدہ ام و فانوس ابرکی دیدہ ہنگام روانگی حمال یا دیگری از معتمدان حلوای کدوی مطلوبہ خواہم فرستاد ۔ والسلام

---

راحت جان من ادراک سر بالا زدن حرارت غریبی وا زپا نشستن قوی وغلبه ضعف وناتوانی برطبع نازک آقای شما حرارت عزیزیم گداخت وقوی آر زورا خانه برانداخت درد بی اثری دعارا چه درمان از بے دردیها صد نالہ بیمارانہ بگوش عیسی رسانده ام نارسایی طالع نیست راچه علاج شهد تموش باتصدیق شفاء للناس گوارا نیست وشربت سخن همان تلخ کامی فزاست۔ فرد

شور تظلم آب اثرها بباد داد
دشنام میدهیم ودعائے نمی کنیم

---

(۹۸)

فرحت افزای دل من سلامت کتاب مضمون لطف باشاره صحت و اعتدال طبع نزاکت خمیر نواب بلند رتبه راحت بخش جان نظاره گشت سپاس یزدان که دعای بیکسان ناکسی نورزید صرف زر در بزم طرب باطاعت فرمان کمتر از خورده گل وگوهر اشک شمع میکنم بل از حسن نیت عجب نیست که محفل برهم خورد واین خود شدنی است ورنه روزیکه قرار یافته بود ازان تجاوز چرا کرده وهنوز قرار نیافته وازدیروز که دوشنبه روز نیر اصغر بود ع۔ ایم خوانی بعمل آمد۔

---

(۱۰۳)

سعادت جوہر ایاس رسیدن فرزندم امید ہا برید۔ رنج ہا کشیدم و جز سکون چارہ ندیدم ہر چند ایام فراق دراز است میگزرانم واگر روزگار زندگانی بہ پایان نرسیدہ بوصال رسیدہ می دانم دوری شما خود جان گداز تر است زمان دل ناشکیب را بخیال می فریبم و با این ہمہ نمی شکیبم۔ والدعا

---

(۱۰۴)

قرۃ العین سعادت مند اثر دعا ہای کہ ہر روزہ صد بار پیش در اجابت زد شفقتم بیاد دادہ باشد از حال خویشتن چہ شرح توان داد بی اعتدالی مزاج خان صاحب جانم بلب رساندہ گاہی قبض دل گیر دارد و گاہی اسہال در آزار می کشاید ضعف پیری زور آزمائیہای جوانانہ میکند نظر بہ بے چارگی آگاہیدن شما ملایم طبع نیست از دل آزاری بے صرفہ چہ شود قحط نویسندگان مانع تحریر بہر روزہ و میرزا گواہ و شہادت شان از بی تعلقی ہای محبّت و عداوت مقبول ۔ قصہ مختصر۔ ع

ہر زماں یاد تست در دل من

والدعا

---

(۱۰۱)

لخت دل و نور بصر سلامت خط عریضه روشنی بخش چشم دل و دل چشم شد ادراک استیلای صحت جز ریزش زکام بر مزاج نزاکت امتزاج نواب آسمان منزلت انفاس دعا فشا نزاهگی دم مسیحا نمود. دیر نسبت که ادرار شوراب بلغم پردهٔ دماغ را دامن خشک زاهدان گرداند امیدوار انتظار رحمت ایزدی باشند والدعا خان ذی شان را یگانگی مدعا دستوری بهدا گانه قلم زدن نداد فلانی بصد ابرام ابلاغ سلام بترس و هم ترک وجوب که کفر طریقه وحدت و یکتادلی است میکند ورنه حرمان پاسخ نامه ها پیشتر رقم کرده نمی گذاشت که حرف آشنائی رقم شود۔

---

(۱۰۲)

سعادتمند فرزندم سلامت عریضه باخبار افاقه از کسل مزاج که روز افزون باد مسرور نمود سجود سپاس بتاثیر سجود و دعا به جناب یزدان بنده نوازبردم آرزوی دیدار میخواهد که همین زمان بالکلیه صحت آقای نامدار و رخصت شما از حاضرباشی دربار دست بهم دهد چه دعاها که بر آسمان نرسانیده ایم و چه فسونها که که باین امید نخوانده ایم۔ والدعا

---

(۱۰۸)

صاحب من سلامت مضمون مکرر رنج وتشویش از رنج وتشویش شما در
چاره نواب بصد بیچارگی ها درد سر تحریر ورقم می دهد ورنه درین حال تصدیع با صرّ
وتکلیف سامعه کو خواهد پسندید عذر بی حواسی و بیخودی پذیراست که همین
حال شماست بل امیدوار دستوری هر روزه تا روز صحت وآسائش اگرچه بی
اجازت غیر جرأت ومبادرت خواهم نمود ۔ والسلام

---

(۱۰۹)

همایون فطرتا از خط جهیو جان بدریافت آمد که آقا می شما بشدائد اسهال
وتپ گرفتار نزار اند وهر لحظه از لحظه دیگر در آزار تر بقرع این خبر کاهش اثر بردهٔ
گوش چاک زده خدارا هر حالی که هست شرح دهند تا اطمینان دل مضطرب
رو دهد وجانگزا تر آزار اینست که هر روزه همین دخترم مضمحل تر میگردد دو آتش
گرمی غریبی شعلها بالاتر می زند ۔ والدعا

---

(۱۱۰)

فرزند سعادت مند من رقیمه نیاز شما از نظر گذشته هرچه بگمرایه داران مکان
نگاشته اید از یکدلی پیشتر همین حرف زده ام از استماع کسل مزاج شما
که طعام یک نوبت شنیده ام کباب جگر بریان از بن دندان میخورم ودعا

(۱۰۵)

لخت جگرم دو پاره دلم آسوده باشی دو سه پاره تحریر ارادت نامه بملاحظه درآمد و سرمه دیده در فراق اشکبار گشت مزاج والد شما گونه باعتدال مقرون است خزینه دار سه پول در ماه شوال و هشت پول این ماه گرفت بحساب وارسیده آگاه سازند تا هرچه از آن ماه است طلب کرده آید بر ساکن مکان تاکید رفت اقرار کرد که هر زمان خریداری میرسد می بیند مانع نیستم چنان چه به مرزا محمد جان وانموده شد ازین باز هرچه بمنصه ظهور میرسد می نگارم۔ والدعا

(۱۰۶)

جان مادر سلمه دو سه روز است که الفاظ عریضه مردمک چشم انتظار نگشته حلقه چشم و حلقه در در آرزوی نامه رسان یکی است تغافل ناپسندیده است چه درین هنگام که مزاج نواب آسمان منزلت از مرکز اعتدال برگردیده۔ والدعا

(۱۰۷)

قرة العین من دو پاره قرطاس بخط دست و قلم شما پرده چشم منتظر را رشک چرخ اطلس ساخته براعتدال عناصر نواب سجود سپاس بدرگاه خداوند آورده شد با این همه رنج خاطر از تشویش شما دارم رزاق مطلق اوست یارب بخاطر فراهم فراهم شویم۔ والدعا

(۱۱۳)

دانش منشا گزارش خامہ عقیدت از رنج خاطر و عرق ریزیہا بہ تیمار آقای نامدار و استدعای دعای بہبود آگاہی داد سبب کاوکاو خاطر باعث خار خار دل گشت ہمہ زمان دعا بر زبانست و چشم بامید اثر سوی آسمان اما علاج اجابت ندانم بدرمان تاثیر حیرانم ۔ والدعا ۔

(۱۱۴)

اقبال پژوہا باشارۂ کلک صداقت نگار صحت پیکر لطافت جوہر نواب دریا فتہ سر بسجود سپاس جلای نقش پیشانی داد منت یزدان را کہ تاثیرات دعا و اثر دوا پیدا آمد اکنون انتظار ترقی مراتب و ترفع مناصب آن سعادت سگال کہ بنالہ ہای نیم شبی و گریہ ہائے سحری خواستزام میکشم ۔ والدعا

(۱۱۵)

گرامی برادر کریم النفس سلامت کاغذ زر موافق امر خدام باز میرسد امروز رسید نش را یا نزدہ روز شمردہ ام اگر دو سہ روز بقلمدان تعلیم گرفتگان شما باشد گنجایش دارد ۔ والسلام

های درستی صحبت با آقای نامدار کامگار بهمه هنگام میکنم وامید وارم که تاثیری زود پیدا کند ۔ والدعا

---

(۱۱۱)

خجسته اختر پسرم بظل عاطفت اختر آفرین باشی تکرار اخبار صحت آقای نامدار چرانکرده اید مسرت بر مسرت می باید افزود و تغافل فطری و تساہل جبلی را کار نباید نمود ہمین خواہرات را ہمچنان حرارت غریبی آزار مید ہد مداوا بر تدبیر آن سعادت منداست والدعا ۔ فلانی بعد سلام ہمین مرسوم یعنی تعلق خاطر بدان سمت باسباب معلوم وامید ترقی مدارج و ترفع مناصب بزبان قلم سپرده است ۔

---

(۱۱۲)

اقبال فطرتا دعاہای که اثر فریفته اوست واجابت شیفته او ہمه زمان بر زبان دارم ہنگامی نیست که خیال شما ہنگامه آشوب نیا راید و آنی نی که یاد سعادت مندیہا دست بخون دل و جگر نیالاید دیدار فرحت اثر را چشم منتظر میجوید ۔

ع بیا بیا که بلب جان من رسیده بیا

زبان نالہ سنج میگوید والدعا نگارنده بعد سلام مدعا نگار است که نامه بر نامه آورگشت ارشاد نواب ثریا جناب گونه موجب تسلی شد ۔ شاید آخر ماه مهر وعده وفا شود ۔

---

(۱۱۹)

اقبال نشان من چون خدمت والدین و رضا جویی شان موجب فزونی سعادت و اقبال است هر روزه عریضه نفرستادن دور تر از شمایل حمیده و خصائل پسندیده می نماید زار مپسندید و راه نامه و نامه رسان مبندید۔
والدعا

---

(۱۲۰)

نور چشم راحت جان سلمک الله تعالی عریضه دستخط شما مضمون جانگزا و مطلب عبرت افزا خط نسخ بر نسخهٔ آرزو و تمنا کشید یاس بهروزی یکسو و از آوازهٔ نیکنامی چه حرف نوجوان مردن آن مغفرت مآب جنت مکان خود المی است که شرح نپذیرد این مرگ خانه خراب چه طول امل هر کس مختصر کرد۔
ع ای بسا آرزو که خاک شده
چون شکیبائی و صبر هم اختیاری نیست ندانم بعز اجز نگارم واگر نتوان کرد چه توانکرد باین حال اگر به امداد تنگری تعالی سرمایه رضا و تسلیم که اعلی مرتبه ولایت است بدست افتد هزار مرتبه از گنج خسرو و خزانه قارون نیکوتر است وحی نماید۔ درین صورت جز دعای تاب و سکون ملایم بزبان قلم شناسم دیگران تعزیت نامه جداگانه نگاشتن از دل آزاری شمرده بوحدت مدعا اکتفا کردند که اگر بشرح و بسط هم می بود۔ بدرازی مطالبی که جاگزین دل است وفا نمی نمود۔ والدعا۔ والسلام والاکرام

---

(۱۱۶)

فلک منزلتا مرزا زکریا بیگ جان برادر خسته جان شما بتحریک ہندو راؤ بہادر بامید ملاقات خان والاشان حسن علی خان فیض صحبت اکسیر خاصیت دلے می یابند چشم از التفات آن کرتا محفل خان ممدوح بتوجہ خدام رسند تا پیغام جہا راجہ ادا نمایند و دیر نکشد کہ یک دمہ دوری شان دشوار برین خستہ جان است۔

والسلام

(۱۱۷)

نور چشم من تعلق خاطر و خواہش دیدار از حد گزشت بیان مضطرب بیقرار است۔ اگر دستوری یابم برای یکدو روز آن جا برسم بشرطیکہ یکدو ساعت نجومی دیدار فرخندہ آثار نصیب گردد والّا جنبش سے صرفہ چکار آید ہمین جا دستے بردل توان گزاشت۔ والدعا

(۱۱۸)

نور چشم من التجا نامہ بنام نامی والد ماجد باسند عای دعا و اعلام و اخبار گونہ اعتدال مزاج مبارک نواب مستطاب رسیدہ جانرا سرور و دیدہ را نور داد یارب ہر گونہ نقش مدعا دل خواہ نشیند شوق دیدار از حد افزونست بیشتر مافی الضمیر بزبان قلم شرح کردہ ام منتظر جوابم۔ والدعا

۱۷۱

آنروز هم چون دیروز نیسر ذم وگرامی خواهر شمارا میرم فلان خود از دوروز ها نجا رفته است ۔ والدعا

---

(۱۲۴)

شفقت فطرتا سپاس خداوندیگانه که جز رنج دوری و آزار مهجوری هرگونه راحت و آرام دارم گو خلاف رسم زبانیان که همه زیر پرست اند باش ۔ وحیف ترا نیکه بظاهر صورت تلافی بزودی نمی بینم توان شناخت یگانگی ما بین کرانکه شرح ملال هجران واظهار آلام ۔ پنهان رسم نفاق طینتان بیگانگی فطرت گشته پروا نکرده بنوک قلم سپردم وچرا نباشد ۔ ملازمان سامی را به تهمت بدگمانی نمیگیرم هرچند نیل مرام مواصلت دشوار ۔ اما بامید تاثیر دعا ناچار ۔ وشاید که اعتقاد آمن یجیب المضطر اذا دعاه اثری پیدا کند میخواستم که هرچه در ادای قرض بعد وصول زرمرسوم وارسال وصرف زر باز مانده خاطر نشان کرده بودم بیاد دهم ۔ اما هم بر وفای وعده اعتماد است وهم قوت حافظه وتعلق خاطر بحال نیازمند معلوم ۔ نیاز خلیفه غلام نبی دل نشین است بست پول سفید از میر لطف احمد به مشار الیه باید داد ۔ والسلام

---

(۱۲۱)

دل جوئی بزرگان کوچک دلی فطرت دریافتن بخیر وشتاب رسیدن نشه راحت بدماغ رساند یارب زودتر ازین بمنزلی که دل خواسته است رسید وهم بجای رسیده است که همان طالع رسا باورمیکنم درین حال هر لحظه نگارش حال لازم۔

والدعا

---

(۱۲۲)

گرامی نتیجهٔ آبای دانش عریضهٔ ارادت رقم الطاف آقای قدرشناس عرضداشت تنگی تعالے را سپاس که جان فشانیها باآنکه امیدواری بحرمان کشیده. بود رائگان نرفت شادمان توان زیست زود از زود بخت یاری می کند واقبال مددگاری صبروسکون را رضا لازم است ورضا را قبول خلایق سرمایهٔ سعادت ونیک نامی است که می ماند وهیچ نمی ماند۔ والدعا

---

(۱۲۳)

راحت فزای جان وجانفزای راحت سلامت دو قطعه قرطاس عریضه بمطلب کمین جوئی التماس والتماس دلجوئی بهر روزه نقش زدن محبت نامه دل را سرور وسرور را جان داد یارب هر مراد بانجام رسد وهر تمنا برآید دیروزه غلام نقش بند خان را دخترے بوجود آمده روز دوشنبه بزم آرائی قرار داده و

رفت عذر کرد که درین حال فرصت خواستن و رخصت گرفتن نمک حرامی است
این هم بگردن اگر سر دستوری فرود آید ـ زمانیکه فرصت روداد میرسم و سامان
میدهم و تا شور و غوغا یکسو نمی شود معذورم و مجبور بگذارید و بدنامیم روا مدارید
بنابرین ریخته قلم تو دور قم میگردد که سرعت و عجلت با گنجایی تقاضای بیصرفه
ندارد و این خود نه حیله پردازی و سخن سازی است بل همه درستی و راستی چه
گرانبار کردن شما بسر بار ما نرسد پس تمنای سبکدوشی زیاده تر باید درین حال افزونی
اهتمام پیداست و چون چنین است اگر زمانی خامه فرسائی همین باطلاع صحت و
عافیت همه کس که دل خیر سگال مشتاق آنست می نموده باشند بعید از مهربانی
نیست و متوقع عنایت یزدان پاک بوده دعای صحت مزاج سرخیل خواتین
محتشمه یعنی معظمه موصوف کنند که خارج کار همین بیماریست و بس زیاده ـ

سلام

---

(۱۷۴)

امروز که درد گرده متاع صبر و شکیب بتاراج برده بود پهلو به پهلو می
غلطیدم که بیک ناگاه برادر گرامی قدر میرسند و اضطراب و قلقم می بینند
و حیف ها میخورند که شام کشیدن در گمان نبود و تا نشستن چین بر جبین و
اشک در چشم میدیدم و شاد می شدم که برادرم بمن کمال محبت دارد و ای
برساده دلیها ساعتی نمی گزرد که دستوری رفتن میخواهند و کراهت اجازت
نفهمیده میروند از ان باز سواری و چپراسی و پیرزنی بامید فرستادن عزیز از
جان خواهرم میفرستند و عجب تر آنیکه هنگام عذر و تن درندادن فرستادگان
تحکم می نمایند و زبان بالفاظ ناملایم می کشایند چه عرضه دهم که درین مصایب
درد و آزار تپ چه رنجها که ازین معامله بر دلم نمی گزرد اگرچه میدانم مشارالیه

(۱۳۵)

محبت پرور اسطریکہ بوالانامہ سنگی خاں زینت دستخط یافتہ بود نہ لذت ملاقات کہ اندوہ مفارقت افزود اگر بتقاضائے جوش دل و اضطراب خاطر قلم بجنبش آرم دفتری باید و طوماری شاید اشارہ المومن مرآت المومنین کافیست بحرف مدعا نگاشتن دل مضطرب میفرہیم صحیفہ کہ نگارش آن بدست شما سپردم چشم دارم کہ زود تر بانجام رسد طعن فرق حضور و غیبت نتوان شنید بل زیبندہ اتحاد آنست کہ ازین اہتمام کتابی دیگر بمضمون سپاس نقش زدہ آید۔

والسلام

---

(۱۳۶)

سلامیکہ زیبندۂ گرامی منزل تقدس باشد و اشتیاقے کہ از تہہ دل جوش میزند حد خامہ دوزبان نیست لاجرم بتحریر مطالب لابدی تصدیع فزای چشم و گوش نازک میگردم ورنہ شوق دیدار اہم مقاصد بودہ اگر دشوار نبودی اولین باظہار و شرح آن زبان کشودمی سپاس درود مہربانی واجب تر است۔ چہ توانکرد کہ نے قلم را کار مشکل فتادہ ادای این ہم دشوار است مضمونیکہ مثبت جریدہ غفلت بودہ بپاسخ آن اکتفا رفتہ می نگارید کہ بسامان و تہیہ شادی نکاح فرزند عزیزہ سرعت ہا بکار بریم مرکوز خاطر ما ہمچنیں بودہ اما چہ توانکردہ کہ مزاج زوج نواب مستطاب درین زمان از مرکز اعتدال برگشتہ و اضمحلال و کسل در طبع راہ یافتہ گمان زیستن نیست چون تہمت آسیب پری و فتنہ پرداز فسون گری بستہ بودند بتوقع مداوا درین شہر رسیدہ بدین بہانہ دولت دیدار اقبال نشان فلان کہ منصرم این کار ہم اوست میسر آمد و مافی الضمیر بیان

زیادہ ہمان سپاسداری اشفاق روزافزون باد۔

---

(۱۲۹)

جان عم من صداقت نامہ سرور افزای دل وجان گشتہ بر سعادت منشی گواہی داد آرزوی برخوردن وتمنای بسایہ آرمیدن دل نشین وبگوشہ خاطر جاگزین است از حسرتہای خویشتن بیصرفہ کاوکاو خاطر خامہ وخراش سینہ نامہ چہ پسندم ہر چہ برماست از طالع نارساست صد حسرت بخاک خواہم برد و میدانم کہ برضاجوئی من میل شما از حد بیش است اما نگونساری بخت راچہ درمان از بی نوائیہا می نالم ومی رسدم ازانکہ بی زریہا مانع اظہار محبت است وآثار دعا نسبت نیک بختان دلیل نی ازین دست لب خامہ ازین گفتگو بستن اولی می نماید۔

والدعا

---

سادہ لوح و مسلوب الحواس است ورنہ چہ امکان داشت کہ درین حال گزاشتنم روا دارد۔

فرد

بہمہ حال شکر باید کرد کہ مبادا ازین بتر گردد

علاوہ ازین این فکر کہ غرض گویان ماجرا را بعالی خدمت بطرز دیگر عرض نمودہ باشند زیادہ ترمیسوخت اگرچہ خصائل پسندیدہ و اوصاف حمیدہ جناب تسکین دل میداد کہ انصاف را کار فرمودہ زجر و توبیخ او خواہند کرد اما بدین ہمہ پاسداری نگذاشت کہ ازین معاملہ نیاگاہم چہ مبادا بر خاطر مبارک گران آید و گرانی خاطر ملازمان سامی ہیچ گونہ دل پسند نیست و خاکسار کہ ہنوز سراپا سپاس سست چشم آن دارد کہ تا دم واپسین مصدر کاری نشد کہ گردی بر دل صفا سرشت نشیند زیادہ امید انصاف ست و بس۔

---

(۱۲۸)

چہ قدر محو شکر گزاری مہربانی و سپاسداری قدردانیم کہ باسلام واجب الادا فراموش کردہ زبان باظہار مطلب می کشایم عنایت نامہ مملو بگونہ گونہ دلداری و دلجوئی جانفزا گشتہ پیشتر یقین میدانستم کہ این معاملہ ناملایم در بے خبری خدام بمنصۂ ظہور رسیدہ باشد و این ہم دل نشین بود کہ ہنگام اطلاع و گزارش غرض نگردد۔ بر دامن صفا منزل نہ نشیند با این ہمہ پاسداری و منزلت شناسی نگذاشت کہ نیاگاہم المنۃ للہ کہ کار بہ شفیقی سراپا عنایت فتادہ است ورنہ بسادہ دلیہائے گرامی قدر برادرم ساختن دشوارتر بود یارب عاطفت ایں سان بر سر عزیزجان خواہرم باشد و بہ تربیت و خدمت گزاری سامی عمر عزیز گذارد و ہمہ زمان رضا جوی ملازمان بود و بہرچہ ملایم طبع عالی نباشد نپردازد

ز طیب مشام جوش در جوش     از گلشن و گل کنی فراموش
بی تابی من بیاد آری     پیغام محبتم گزاری
برگوی بآنجناب سامی     یعنی به برادر گرامی
کای صدر نشین بزم اقبال     بخت تو چو دولتت جوان سال
دیراست کہ یاد ما نکردی     کاری بمراد ما نکردی
باشوق نگفتۂ سلامے     بکرہ نفرستۂ پیامے
کلک تو خطی رقم نکرد است     دست تو بخود ستم نکرد است
دارم سخنی کہ خامشی چیست     از ہیچو منے فرامشی چیست
آن مہر و وفا چہ شد کہ ناگاہ     از راہ شدی کہ بروت از راہ
باری چو ز حال من نہ پرسی     ز آشفتہ سخن سخن نہ پرسی
بایست نوشت ماجرایت     شکر است ز چرخ یا شکایت
چو نیست ہر آنچہ پایہ ات بود     قدر تو فزود یا نیفزود
این عقدہ نہ مشکل است واکن     ہر نکتہ کہ در دل است واکن
دیگر چہ رقم زنم سوا شوق     دانی کہ مراست تا کجا شوق
با درد فراق جان سپردم     در آرزوی وصال مردم
ختم سخن است بر دعایت     یارب برسی بمدعایت
یابی بہر آنچہ دل گراید     ہر عقدہ ز ناخنت کشاید
توفیق زبون نوازیت باد     بیچارہ بچارہ سازیت باد
صد شکر بکام دل رسیدم     گوئی بدعا فسون دمیدم
دریافت اثر دعای ما را     صد گونہ سپاسہا خدا را
ز اقبال و وفاق بے ریایم     مقبول جناب کبریایم
یعنی کہ ہنوز خامۂ من     میداد طراز نامۂ من!
کز دور نمود نامہ داری     با روی شگفتہ چون بہاری

# رقعهٔ منظوم

ای باد صبا چه هرزه تازی — بر جلوهٔ بوستان چه نازی
از جان روی چه حالت است این — آخر نه ریاض جنت است این
مصئون ز تطاول خزان نیست — این جوش بهار جاودان نیست
گیرم که چنین بود چه باشد — فردوس برین بود چه باشد
آخر سر کوی دل ربا نیست — آرام گه طرب فزا نیست
طوف سر کوی کس نه کردی — برگرد چمن چه هرزه گردی!
در بر مکش این گل و سمن را — یکباره وداع کن چمن را
بگزار دو روزه انبساطے — بگزار بهار بی نشاطے
راه چمن سرور برگیر — از حال خراب خود خبر گیر
اندیش بحال خود زمانے — بشتاب بسوی گلستانے
کارام دمد ز خاک پاکش — چون گل شگفد دلت ز خاکش
آن محفل انتعاش پرداز — کز نسبت او طرب کند ناز
آن بزم بهار آفرینے — از خلد خجسته گل زمینے
چون چرخ بلند بارگاهے — اندیشه پسند بارگاهے
خاک در اوست تاج خورشید — هر ذرّه بشوشهای ناهید
هم رفعت آسمان زمینش — زیبنده مکان زهی مکینش
هم پایه قدسیان جلالش — همسایه مهر و مه جمالش
هم قدر به نسبتش مباهی — هم جاه ز فر او کماهی
هم نازش علم بر ضمیرش — چون آئینه فکرت منیرش
تا بوسه زنی بآستانش — بوی شنوی ز گلستانش

# حصّۂ سوم

حصّہ سوم مشتمل بر خطبہ و دیباچہ و تقریظ خطبہ کہ بواسطہ فقیر بفرمان امیری رقم زدہ بود و فقیر سخن ناشناس یافتہ بر او عرض نکرد. برخود داشت۔

تا جلوه کنان به پیشم آمد — صد رشک به بخت خویشم آمد
دست کرمش چو عقده بکشاد — فرمان سعادتم بکف داد
دیدم که توئی رقم طرازش — شد بار دلم نکرده بازش
بر دیدهٔ دُر فشان نهادم — صد عقده کشاد تا کشادم
چون حرف طرب فزا رقم بود — در سجدهٔ شکر جبهه فرسود
هم پایهٔ ماه و آسمانی — تا کی نکنند قدر دانی
حیرت کش حرف انتظارم — در پاسخ این چه برنگارم
گر دیر کشید جرم ما نیست — بی صرفه فرستنش روا نیست
گر قاصد معتبر رسیدی — بے خواسته پیشتر رسیدی

صد نازش این خرابه برجاست
نواب هنوز جلوه فرماست

بزرگی حرام که بدین غم و غصه خون خوردن حلال نه پندارند. از رنگینی مادهٔ خاک گلدام طیور ارواح ساخته، تا سر ناکسی و بندگی از سلسلهٔ نیرنگی آزادانه نتابیم. و از نه قفس افلاک طرح شکار قرغه انداخته، تا از حصار عجز و واماندگی بیرون نشتابیم.

## مثنوی

درین صیدگه خون حلقی سبیل ز حسرت بخون می طپد جبرئیل
کسی چون چکاوک نوایی زند که در خون خود دست و پایی زند
خرد را بصید افگنی ها چه کار کسی مرغ عرشی نسازد شکار
بسنجیدگی عقل کاری نکرد که شاهین بمیزان شکاری نکرد
نه تیر است منقار زاغ کمان بود گرچه سوفار از استخوان
اگر بلبلی نغمه پرداز شد زبان و دلش طعمهٔ باز شد
اگر قمریی تازه آهنگ زد بذیل عقاب فنا چنگ زد
اگر صعوه ای مشق پرواز کرد بوسعت گه چنگل باز کرد
اسیر دلی محرم راز نیست درین قفس بر کسی باز نیست
ز آزادی خویش فریاد ما ز ترحم پسند است صیاد ما
دگر ما و صید هوای رسول که زو دام شوق ثنای رسول
نوای غمش زیب منقار باد
خیالم بدامش گرفتار باد

از شکار افگنی بحری و سلموا تسلیماً منقار بو تیمار اندیشه سیراب فریاد و تظلّم است، تشنه کامی شوق اوصاف را چه علاج. و از ناوک زنی کماندار مرتبه قاب قوسین او ادنیٰ حال طائر خیال در خون گونه گونه ترحم، بی پر و بالی لاف و گزاف را ببال عنقا چه احتیاج. هدهد نامه پی بمطلب نمی برد و زاغ خامه

(۱)

بلند پروازی طائر نظر باوج محبت دام داری که اسیران دام محبتش را بآب و دانه رسانیده رقص مرغ نیم بسمل است. و هرزه تازی نخچیر زخم خورده اندیشه بمیدان توصیف دل شکاری که قتیلان تیغ التفاتش را هر زمان جان تازه بخشیده لاطائل. مرغان اولی الاجنحه که درین هوا پر میزنند، گسستگی نفس از بستن منقار پیداست. و طائران فلک سیر که حرف قرب شدید القوی سر می دهند، بی پروبالی آواز آشیانه به سدره ساختن هویدا. بیتابی ماهی زمین بقلاب این گرداب زلزله های آرد، دانم که رخت بساحل نتواند کشید. نسر طائر آسمان حال کبوتر آشیان گم کرده دارد، هما نا بجائی نتواند رسید. مرغ خیال عارفان لامکان پرواز چون چشم قربانی از پریدن باز مانده. و طائر اندیشه واصفان معنی پرداز خون خویشتن بمنای ناکسی افشانده. وَاَرْسَلَ عَلَیْهِمْ طَیْرًا اَبَابِیلَ اشاره ایست که همت بر خرابی آشیان پروردگان این حریم سراپا پناه را گماشتن، مرغ روح را بدام بلای چنگل شاهین عذاب انداختن است. و حرمت مرغان حرم اشاره ایست که شکار آشیان کردگان این درگاه حلال پنداشتن، طائر جان را گرفتار پنجه عقاب ساختن است. احل لکم صید البر و البحر احسانیست که گرمی هنگامه سپاس این لذت ملایک را کباب مایدهٔ حسرت ساخته، تا فرصت تبدیل ذائقه بهشت بهره ذات نیابند. و معنی کلوا مما ذکر اسم الله علیه فرمانیست که دل آهوان حرم کعبه محترم از تیغ رشک خون کرده، تا در عرصهٔ نخچیرگاه جلالت و شان مانند صید نیم کشته بیتابانه بشتابند. امر ان الله لا یحب المسرفین عام است که پا از اندازهٔ خویشتن بیرون نگذارند. و دم انسانی با چندین شرافت و

بدام افتاده بے قراری بود — چه رنجها که بر [illegible] آنش وابستگان دامن دولت نه
بردم و چه تابها که [illegible] آن وحشی نژاد [illegible]
تا گرفتگان وادی فتنه و فساد را بجادهٔ اطاعت وانقیاد آوردم و از سرکشی [illegible]
اندازهٔ بغی و عناد را بالکلیه زبون خویشتن کردم. چون ازین معامله انفراغ
کلی دست داد و گردن هر کس و ناکس در ربقهٔ بیعت و فرمان پذیری افتاد،
از فرط بے کاری اسیر گونه گونه پیچ و تاب گردیده بودم [illegible] تعطیل [illegible]
یک اضطراب پیچیده [illegible]
[illegible] و [illegible] سلیمان [illegible]
از گرفتاری [illegible]
[illegible] داختم و مدتی مشغول [illegible]
[illegible] نفیس منوچهر [illegible] ساسان کردیم [illegible]
یا حرارت هوا گرفتار امراض [illegible] می گشتند [illegible]
نمی رسید و نسخه های متعدد [illegible] فرمائی گردید. [illegible] اختلافات [illegible]
فائده دست [illegible] از گردش روزگار ولی [illegible]
مجربات [illegible] مطلب [illegible]
[illegible] آخر کار بحر یک فراست [illegible] داد و کیاست
سلامت و استقامت نهاد ترکیب عجیب [illegible]
کردم و مرةً بعد اولی و کرةً بعد اخری چندانکه [illegible] را افزون یافتند بامتحان
در آوردم. درین طرف زمان بخاطر رسید که اگر این [illegible] نسخ
خامهٔ ملاحت فشان در کشم، موجب حلاوت شیرین [illegible] لطف و لذت
مذاق است. و اگر این مشت پریشانی نصیب را جمعیت یابیتی رسانم،
باعث آسودگی بیماران درد اشتیاق. تا هم شکار افگنان بلاد دور دست
ازین کارنامه فائده ها بردارند، هم گرفتاران زندان عدم تا [illegible] وجود [illegible]

جز استخوان خویشتن نمی خورد ۔ مغز خصم درین بادیۂ جانگداز مانند طوطی از جان رفتہ طعمۂ مور انست و سراپای الیاس در بحر ناپیدا کنار چون ماہی مردہ لقمۂ کشف و سرطان ۔ زمزمہ پردازی ناہید درین مقام بسان نالۂ مرغان نیم بسمل ناتمام است ، و ترکتازی جلاد فلک بصید افگنی این نخچیر گاہ ، معاملہ رسیدن گور نزد بہرام ۔

## مثنوی

پر در رنگ از روی افکار شوق — بخون خود آلودہ منقار شوق
چو طیر ذبیح است پرواز فکر — بفکر خود افتادہ شہباز فکر
حضیض اوج از حسرت بی پریست — خیالات را رجعت قہقریست
ز خونریزی تیر باران سہم — بقاف قلق ماندسی مرغ وہم
چہ صیادی فکرت خاص و عام — نیفتادہ این مرغ وحشی بدام
قدم را بدین رہروی کار نیست — چو باز نوا آموز بیدار نیست
بہ پرواز اوجی ہوس چون کنم — اسیرم ورنہ قفس چون کنم
گرفتم کہ خاکی ہوائی شود — ز دام گرہ چون رہائی شود
بدشت عدم چند نازد کسی — شکار است عنقا چہ سازد کسی
بود صید طاؤس خلد برین
سر مدحت سید المرسلین

صلوٰۃ اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ اجمعین خصوصاً علی خلفاء الکرام و ائمۃ الطاہرین۔

اما بعد! فلانی بن فلانی دو سہ حرف مدعای نگارد و بعالی خدمت پایہ شناسان نازک فہم و معنی یابان نکتہ رس عرضہ میدارد کہ چون سنین عمر صبی بحد شہور شباب گزشت و مسند آرائی حکومت آبای عظام و اجداد کرام بر من مسلم گشت ، بصید دلہای خواص و عوام سعی ہای بلیغ نمودم و بی آرام و آسائش رعایا از مرغ تازہ

گلدوز سرخ زرباف زیب میان و سرپیچ و کلغی مرصع برسر، انگشتری طلا بنگین یاقوت رشک فرمای لعل لب زمردخطان، وسپر و شمشیر بدست راست، وخاتم طلا مرتب بسنگ لاجورد ذهبی، وگل جعفری در دست چپ، روی التفات بجانب جنوب وخوان الوان نعمت پیش نظر ومرغوب، سیما حلوا با امتزاج شیر و گندم لذت بخش کام وزبان است. واکل انگور و کشمش وخرما ازین دندان گلاب وعطر مرکب وغالیه ونفحات ومثلث ولخلخه ترطیب فرمای دماغ ومعطر ساز مشام است. واسپی سبک خرام زیر ران هم کمیت گلگون لجام مشغول شکار بعقاب تیز بال وباز آسمان پرواز است. وبعد ای دف وچنگ و نغمه قمری وساری پردهٔ گوش رشک پردهٔ ساز. بمیمنت دفرخی پایه فزای دیهیم است وبرفعت ومنزلت فرمانروای نه فلک وهفت اقلیم. اکنون خامه معجز نگار عطارد رقم سر آن دارد که نبذی از نتایج تصرف آبای علوی در امهات سفلی ومقدماتیکه بتاثیر اجرام اثیری درعالم طبایع حادث میشوند، برنگارد. هرچند دانای اسرار مکتوم وفرمان فرمای افلاک ونجوم خداوند عرش آفرین است وهیچ آفریده را نرسد که درین مبحث لاطائل هرزه درائی ها نماید وزبان پریشان گفتار بگستاخی وبیصرفه سرائی کشاید، اما بفحوای ربنا ما خلقت ہذا باطلاً، سطری چند باین امید که معنی شناسان بصنعت پروردگار پی برند وباین نقوش روشن سواد نسخهٔ حیرت از صفحات کبریائی والشمس والقمر والنجوم مسخرات، باوره برگیرند. هرچه از تمزیج کواکب وملاحظه مستولی ومستعلے ومبتز وسهم السعادت وسهم الغیب ودیگر سهام وبرج انتها وسال خداداد صاحب دور وتسیر وانتقال ونظرات تثلیث وتسدیس ومقارنت ومقاربت وتربیع ومقابله وتشریق وتغریب نیرین وخمسه متحیره وسعادت وقوت اوتاد وانقلاب جزو اجتماع واستقبال مقدم ومؤخر وصعود وهبوط وشرف ووبال اختر وتفریق فصول و تسویة البیوت وارباب مثلثات وتغیر جتر فلک ثامن واستقامت ثوابت

بی زحمت تجربہ بکار آرند۔ بناءً علیہ بہ تسویدش پرداختم و بچندین باب و چندین فصول مرتب ساختم۔

---

(۲)

دیباچہ تقویم سال ہزار و دو صد و چہل و ہشت ہجری کہ بطرز تحریر ہندیان بخامہ ستارہ ریز سپردہ

شب بست و ہفتم از ماہ شوال ۱۲۴۸ ہزار و دو صد و چہل و ہشت از ہجرت مرکز دائرہ ارشاد و ہدایت، مدار محیط جہان رسالت، بایہ فزای کرۂ خاک، باعث آفرینش انجم افلاک، محمد عربی صلی اللہ علیہ آلہ و اصحابہ وسلم بعد انقضای ہفت ساعت و کسری کہ بحساب مہندسین ہندی نژاد ہجدہ گھڑی و بست و ہفت دقیقہ باشد و سال بکرماجیتی ہزار و ہشت صد و نود کہ مدار زیچ و تقاویم ہنود است و روز انگریزان بستم ماہ مارچ سال ہزار و ہشت صد و سی و سہ از ولادت عیسیٰ علیہ السلام تحویل نیر اعظم خسرو خاور اقلیم سلطان النجوم اسد دہیم در بیت الشرف حمل بعرض افق جہان آباد کہ اربح لط است ہنگام طلوع برج جدی سی و دو دقیقہ از درجۂ سابع استخراج نمودیم۔ چوں ساعت شمس است، رنگ برمذہب ہندیان و قدمای مہندسین بابل و فارس بالاتفاق نارنجی، و بہ تحقیق متاخرین و زردشتیان رخشانیش ظلمت آلود۔ و دور اسلان سال ششم از دور قرارداد ترکان کہ تازیان حیہ و پارسی زبانان مارخوانند و عوام بسواری تعبیر کنند، مرد خوبصورت خوش ترکیب شیریں شمایل و تسبیح مرواریدِ غلطان بگلوی نازکش حمایل، جامۂ زرد و زطلائی رنگ در بر و کمر

سموم جانگداز مانند آه دل تفتگان حزین جانها برباد دهد۔ وتاریکی وخاک بیزی
هوا گل ولاله را داغ هم رنگی نیلوفر برسینه نهد۔ گلچین چون باغبان، بر حال
تازه جوانان چمن دریا دریا اشک حسرت افشاند ونونهالان را تشنه کامی وبی
آبی برخاک مذلت وواماندگی نشاند۔ وکثرت اسقاط حمل از امید توالد وتناسل
محروم ومایوس گرداند۔ اهل عالم آسیمه وآواره وچاره گران چون آزار رسیدگان
بیچاره۔ مسافران هرزه تازه وبیابان گرد بی بینوائی وحرمان نصیبی عمر
عزیز را گزارند که بصد حسرت واندوه روزی بشب وشبی بروز آرند۔ مهندسین
رصد بند واطبای حذاقت پسند روی بهروزی نه بینند۔ ومنشیان بلاغت
شعار وشعرای بادوگفتار بردر ناکسان هیچ میرز نشینند۔ امراض جان ربا از
فساد خون وجوش سودا واحتراق بلغم چون چیچک ومالیخولیا وقطرب وتپ ربع
وسوتا خوش وحذر وبسرغش ودوران سر عارض شوند۔ وای طبیبان نکته یاب
اصابت قرین ومداوا آفرین نباشد۔ ودوبار خسف جرم نیر اصغر وزلزله کرهٔ
خاک رو دهد۔ وابر نیسانی جای گوهر ژاله افشانی نماید۔ وحرامیان تبه کار و
تهیدست، وشیوهٔ طراری ودزدی کم روا اما حیله سازان ومفتریان برسر
کار آیند وخوش آمد گویان گوی پیش دستی ودامن درازی دررباینده۔ غلامان
وکنیزکان خدمت گزار سر از متابعت خداوندگار برتابند وطریق فرمان بری
نسپارند۔ وهم خردسالان پست فطرت بزرگان سال خورد را بلحاظ نیارند۔
سبزه بسیار وشیر کمتر۔ خربزه خروار اما بی مزه۔ زنهاد لجوئی شوهران نمایند ودکان
خود فروشی وخودسری علی رؤس الاشتهاد کشایند۔ سپاهیان شمشیرزن ومبارزان
لشکرشکن چارهٔ جراحت ستان فلاکت وافلاس جز مردن نتوانند نمود وکمری
که باعدا کشی بسته اند، بکارزار لشکر حرمان ونبرد جنود یاس خواهند کشود۔
دلایل مرقومه که بکثرت بینه گواهی دهد۔ همگی صرف کفن مردگان گردد اما نه درین
امن آباد که از دیگر امصار وبلاد مرگ مفاجات کمتر اتفاق افتد واکثر آزار و

وشمار حدود و وجوه و نه بهر و اثنا عشر و تسع قرانات از اعظم تا اصغر بخاطر فاطر خطور می کند، انیست که مزاج مسرت امتزاج شهنشاه کیوان بارگاه اکثر هنگام از مرکز صحت و اعتدال منحرف باشد و طبایع مغلوب شداید ضعف و ناتوانی و نظارهٔ جسم مبارک نور نظر نزاکت و سرگرانی، حتی که آخرین فصل بحال نخستین رساند و تتمه سال آغاز قرن انجامد. بیده الخیر انه علی کل شئ قدیر. و هم کسل و اضمحلال مخدرهٔ پردهٔ رفعت و دولت و ملت خزانه و خسران و زیان زرش متصور از خصومت فرزندان سعدین سپهر عظمت و آزار انیه بانی بدگو خواتین مکرم محتمل. و حال امرای نامدار و قضات انصفت شعار پریشانی و زیاب و از کینه توزی هم و ناعاقبت بینی و ناکامی ناصواب از کارگزاران و کیسان ولایت پنجاب بهم درسازند و بآرام و آسایش و سرور و انبساط بگذرانند. حکام کشمیر جنت نظیر از و فور بیداد و ستم عذاب دوزخ وانمایند و جاگیرداران آن سرزمین بابطال مذهب فلاسفه که از خلاف اعتبار با دانند زبان صدق بیان برگشایند. دار القرار قندهار نمونه آشوبگاه رستاخیز که بقدر المرء من اخیه وامه وابیه گردد. و دار السلطنت هرات طربگاه چغد و بوم شود. مشرقیان از تشویش و تلاش اخبار و سوسه فرما بحال خود درمانند و جنوبیان از تاراج و یغما و غارت قحط سال دشت قبچاق را بآبادی مصر و بغداد مثل گردانند. و هم از کلکته تا مرشدآباد شیوع تیرهای موحش و متوحش و آثار پریشانی روی دهد و مردم از شدت هلاکت و وبا وطن مالوف بملک الموت واگزارند و جان شیرین نازنین بحکیم جان آفرین باز سپارند. آخر تیر ماه الهی و اوایل شهریور باران کرم نامتناهی سلای عام دردهد و تشنه کامان خاکستر نشین را سیراب و شادکام گردانند. و از اوسط شهریور مذکور تا باذر ماه الهی جز طوفان گریه تخم کاران قطرهٔ آبی برزمین نریزد و دهقان سوخته خرمن بالضرت کاه چه کاه کهنه که برباد ندهند و گندم و برنج اگرچه فصل اولین کم بها است اما گرانی روز افزون حتی که روز کاهد و شب جو فروشان گندم نما دراز نگردد و

(٣)

## دیباچہ تقویم سال ہزار و دو صد و چہل و نہ ہجری

روز آدینہ دہم شہر ذیقعدہ کسری کہ کم از ساعت معوج و مستوی کہ بمحاورہ ہندیان دو گھڑی وده پل باشد، سال ہزار و دویست و چہل و نہ از سیر تابندہ اختر برج رسالت فروزندہ نیر اوج پیمبری کیوان رفعت برجیس خصال بہرام حشمت مہر تمثال زہرہ جبین عطارد تدبیر قمر قوس فلک سریر سلطان المرسلین احمد نام صلوٰۃ اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ الکرام بست و یکم مارچ سنہ ہزار و ہشتصد و سی و چہار از ولادت مبشر جان بخش قدسی نفس عیسیٰ علیہ السلام بوفق پھاگن سدی اکادشی سمت ہزار و ہشت صد و نود و یک از جلوس بکرماجیت خسرو خاور سریر مہر از بطن ماہی ناہید یونس برآمده سلیمان وار سریر آرای برج حمل خواہد شد۔ و در یوتت ایل ہفتمین سال است از اثنا عشریہ ترکان و باعتقاد شان نتیج حوادث کثیر است و باعث فرحت صغیر و کبیر۔ تازی بسامان عام الفرس و دری زبانان سال اسپ خوانند۔ چون دور ساعت ناہید است، رنگ سپید رخشان فخار ہنود و قرار داد منجمان بابل بفزونی نقش و نگار بابریشمی تار و پود زردشتیان بزیادتی افشان رنگ معصفری صد حرف نیرنگ طراز بر زبان می آرند۔ و در میان باثبات گلابی سخن ہای رنگین برلب میدارانند۔ آئین مغان آفتاب پرست اینست کہ خسروان گردون بارگاه و تاجداران زرین کلاه لباس فاخرۂ سپید زرتار در کنند و جیغۂ

فساد بصلاح وصحت انجامد۔ من کجا واین ہرزہ درائی از کجا۔ اختر شناس از آنم کہ حال مہ رویان زہرہ جبین شرح دہم نہ ماجرای بہرام صولتان قمر خدم۔ تقویم گردش کوکب و تعدیل دورۂ لیالی و ایام بامید شب وصال می نمایم نہ باز جائزہ از دولت سلطانی یا وزیری صفحہ می آرایم۔ تسییر قرانات و شمار انتقال بگزاردن شبہای دراز فراق است نہ باظہار علم آثار انفس و آفاق۔ استیلای زہرہ بخطوط شتی و قوت گوناگوں از بیت و وجہ و مثلثہ و اثنا عشر برہان ساطع کہ مہر و شان مہ جبین دلجوی سیاہ روزان خود باشند و از صحبت ہوس طینتان ظلمت سرشت پرہیز و اجتناب ورزند و بمسرت و فرحناکی و فراغبالی داد عیش و شادمانی دہند و بہر ناز و ادا حق کرشمہ و ناز و ادا کنند۔ دولت حسن وجمال روز افزون بود و کثرت مال و منال رشک خزینۂ پرویز و قارون۔ از اوّل تا آخر سال سرگرم عیش و نشاط باشند و محو سرور و انبساط۔ رنجیکہ رونماید از جان نثاری بیدلان بود و المی کہ دست دستبرد کشاید از درافشانی چشم بے حاصلان۔ ورجعت کیوان و غربتش گواہ کہ دل باختگان سر باز زند و بطریق وفا و محبت بے محابا تازند۔ روی کہ از ہمہ تافتہ اند جانب بتان مہ رخسار کنند و دستی کہ از ہمہ جا کوتہ است وسوی پای نازنین جانان دراز گردد۔ گاہے سرگرم شکایت فراق باشند و گاہی شکر گزار لذت وصال۔ زمانی ناکام گردند و دمی کامیاب۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ مرجع والمآب ولا تعلم سواہ ولیس لنا علم الا ما اعطاہ ربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطانا انک انت العزیز الحکیم ربنا واغفر لنا خطایانا انک انت الغفور الرحیم۔

وقال النبی علیه الصّلوٰة الاعمال بالنّیات ـ طالع وقت بعض الحی لط لبست و ششم دقیقه از بستم درجه حمل است واستیلای خورشید بشرکت زحل و در انتهای قران اوسط بوسعت ثانی است وحدیسر اعظم اقدم تحت شعاع مثمر جهانبانی بهرام فرمان روا و زهره سال خدا ـ قصه مختصر، اهتزاز واستعلاو احتراق مطربه و دبیر و قوت برجیس کبودی ردا و فرحت و مسرت نیر و صاحب انتظام ونشانه دوزی سهام و حضیض جلاد لشکر شکن تاب گسل و رجعت هندوی سیاه روز سنگ دل وساده طرازی جز واجتماع واستقبال مقدم مزائل اوتاد و تربیع ایسر ماه سعتری و ببرج هوای رسیدن سهم آتش و باد مدلول برآنست کمزات امتزاج بادشاه سپهر دیهیم هندوستان چون ایام بهار باعتدال قرین بود وافزونی خزانه عامره وجواهرخانه مانند نهار کثرت آفرین ـ اما روز دهم فصل خریف محتمل که اضمحلال وکسل طبیعت والا رو دهد و ضعف قوی طبیعی وحیوانی بر داستان گرامی مدبر بدون نفس ناطقه انگشت اعتراض نهد، هلاک یکی از کارگزاران امور سلطانی موهوم و انتقال زن از مخدرات سرادق جاه وجلال بسوی عدم مفهوم ـ حال عامه خلایق بوسط بست وکشاد مرام رشک افزای جلوه گاه بهرام ـ سیه روزی شعرائے خورشید ضمیر و فصحای روشن تقریر هویداست ونایابی رزق نسبت حکمای فلاطون فطنت و مهندسین بلند فطرت پیدا ـ منشیان عطارد رقم از خوان نوال چرخ سیه کاسه جز خون جگر نخورند و حساب طرازان انجم شمار جز زر داغ جهان سوز از خزینه آفتاب عالمتاب نبرند ـ عالمان برجیس طیلسان ازین کارگاه بوقلمون انچه در بر کنند تا ما گریبان چاک راحت وسیمیا گران طلسم ساز سر چار ازین حقه بازیابند غبار بسر افشانده است از مهره خاک ـ سیاحان جهانگرد بهرزه تازی قیس و مجنون انگشت نمای خار مغیلان گردند و مساحان بیابان نورد بوحشت غزالان رم خورده از صیاد پریشان گردند ـ اکثری از مسافرین پامال علک و امراض جان زبا شوند و کمتری گلگشت

مرصع بالماس و یاقوت بر سر زند - و خوان با لوان نعمت مانند فیرینی و یاقوتی و حلوای زعفرانی برطراز زند - و باستعمال اقمشه و فروش ازارش چرخ اطلس پیش بردارند - عطر گل و نسترن بویند و مرحبا با سلطان النجوم گویند - توسن قمر خرام بزین مرصع آرایند و به تقلید نیر اعظم بزرپاشی دست کرم کشایند - نغمه های مطربان ناهید نواد رگوش کنند و مضمون " اذا الشمس کورت " به نشه نشاط فراموش نشناسند که این همان دشمن جان سوز است که روز قیامت دوزخ وار میسوزد و این همان آتش جگر گداز که شعله قامت چون مشعل منکوس می افروزد - باری مومن را چه افتاده که اطعمه و اشربه گوارا و اقمشه و امتعه ملایم نواکب در شمار دو تنقوش پارینه کیش زردشت بوختنوری گرم لاف برنگارد اگر دل گرمی " فقنا عذاب النار " بجوش می آورد و امر " ان فی خلق السموات " دل و دماغ می گردد زبان بذکر شمس و فلک می کشادم و اگر " الی السماء کیف رفعت " پایه نافزودی و پا بجی معنی " الرحمن علی العرش استوی " در میان نبودی بفکر تاثیر اوج و حضیض و شرف و هبوط اجرام علوی نمی افتادم - اگرچه کل یونانیرو زبصرف اوقات عزیز دستور می دهد اما چون خالق مهرآفرین جواب و سوال استدراک هلال گفته است و عرض خاکیان ظلمت سرشت بذیرفته اگر بپاسخ جهل کیشان کبرطینت که استفسار حال حوادث دل پذیر و جان گزا بطریقه مهندسین یعد بندمی نمایند و زبان نیاز بتکلیف خرد نارسا و فهم نادرست بایه " فذکر انما انت مذکر " می کشایند، زبان نیالایم، چه کنم چشم دارم که نظر کمند دانی و اختر شناسی ایمان آرند و پرسش کواکب نورسایه و آسمان های بلند پایه بگذارند - دریابند که با چنین دریافت پیرو قمر گشتن و از عبادت خورشید درگذشتن نور هدایت و ارشاد است نه عنایت جهل و بی تمیزی ماد جزاه الیمن قال -

ع کفر گیرد کاملی ملت شود

جوار خط استوا و نقطهٔ سرطان فتاده اند و زبان لاف بمباهات نسبت شرف وارتفاع اشرف سیارات کشاده رای اطباء حذاقت مآب نخستین بخطا مقرون و آخر بصواب۔ چیره دستی راه زنان بپامالی نرسد و بیراهه روی قزاقان بانتقام بدسگالی فتنه پردازی رعایا جهانگیر است و فرمان پذیری شهریاران از دست فرمان بران ناگزیر۔ تغیر حال قضات و فسخ نکاح سردفتر احکام برجیس است و تبدیل و انقلاب از دفتریان رجعت دبیر قانون نویس۔ سرکشی نوایب از منیب و خدام از مخادیم امسال بیشتر است و جگر بر زنان به خراش ناخن جدائی نوجوانان ملاحت سرشت از سینهٔ مشتاق ریش تر۔ وفای بتان یغمائے مفت جان نثاران است و حجاب سوزی پردگیان بسرایب دل گرمی شوق بے قراران کمی عقد ازدواج و فرف بی طلاق بقلت و وفور صبر و اضطراب عشاق شیوع لواطت بآن ترقی که کیر مجرد عصای پیر صد سالهٔ ناتوان گردد و فتوی قاضی سدوم دست آویز علماء و مشائخ زمان۔ خرابی اقلیم سادس منظور نظر سبعهٔ سیاره است و جگر ششجهت در غم تاراج آن سرزمین بر ترکتازنه سپهر هزار پاره سلطنت و حکومت برنگ زمانه بی اعتبار متغیر الاحوال است و رواج سکه نونقش دل پذیر گردش چرخ کهن سال از رشک خونریزی خطا و ختن شفق آسمان دل خون است و از رنگ آمیزی دم ساکنان کشور چهارم آب فوت گلگونه عذار چرخ زمرد گون۔ اگرچه مغرب هم دار الامان نیست اما چنین شورش جنگ و جدل هندسین را در گمان نی که پایان کار این جا سلامت است و آن جا ندامت۔ حکمرانی مشرقیان هرچند آفتاب وسط السماست اما بجگر گدازی و سینه سوزی رعایا ستم ها بصور معدلت نمایند و در اخذ زر از خلایق بر تعدی مشورت ها اثر خایند۔ اما گرفتن چون زادن چنین دشوار است و فسخ عزیمت مانند هلاکت چارپایه ناچار طفلی که ربع اولین قدم بعرصهٔ وجود

عشرت گاه عدم آباد از خویشتن روند. هرچند رنج راه وزحمت آزار کشیدنی است
اما انجام تگ ودو منزل مقصود واکشیدنی. از شدت تموز بلور مانند برف بگداز
آید واز حرارت آفتاب جوهر آئینه چون سیماب در پرواز. دانه بخاک فشانده ربیع از
حجاب خاکساری وناکسی خاک جگر سوز بشر افشاند ونهال قد کشیده رابی آبی نشوونما
بارو بر نرساند. هرشاخ امسال شاخ گاؤزمین است وهر سبزه سبزهٔ شمشیر. هر برگ
برگ نقوش قالین است وهر گلشن فضای گلزار تصویر. اگرچه فصل خریف
دست بتلافی می کشاید اما پایان کار سعی بے صرفه از یاد رمی آید. تشنا سوختگان
تیر را برد عجوز چاره گر است وسردِ مهری دی وبهمن صد حنیفی گرمی روز محشر
باران رحمت. اگر طوفان غضب است بدعای نوح علیه السلام بر سر عاصیان
کمتر بارد وابر کرم اگر همه سیل عرم است حکم قطرات خون ناقه صالح میدارد.
همین اوسط تیر ومرداد وآخر مهر ماه الٰهی چون دیده نوگرفتار بجوش آید وولی
لبریز کدورت وغبار. وسرشار ابخره مهرتاب خالی نماید اما صاعقه طاقت سوز
بگرمی آه دل سوختگان شررفشانیها کند وثور رعد لطافت فرسای فریاد غریب
بیکس تسبیح خوانی هواهای تیز وتند وشفق رنگ کره خاک را به باد دهد وبرنگ
نسیم آه عشاق ابی ازبی بارد وکثرت شهب داغ. بر جگر آسمانی شعله زن نهد و
تفسیر جعلنٰها رجوماً للشیٰطین. بخامه لمعان بر صفحه فلک برنگارد. سموم جان گسل
زهر در کاسه جنوبیان کند تا آتش عنصری فرونشاند وشعاع قطب انست را نبور
دیدهٔ افعی مثل گرداند. ارزش گندم وجو بدانه اشک دیده بیدار وبهای
عدس وماش بقیمت سویدای دل ظلمت سرشت کفار. از زبانه زدن
آتش وسعت هرکاشانه آتش کده نمرود وهر صاحب خانه باز اصحاب
الاحدو ذات الوقود. کثرت عوارض وعلل ازفساد خون غلبه دم وهم از
احتراق صفرا وبلغم بالخصوص چیچک وآبله که تا طفل اشک هم نگذارد وفالج
وخدر که پیر فلک را هم از حس وحرکت باز دارد. زیاده تر امصار یکه قرب و

است کہ بگوشہ کمان جاگزینست وضیا بخش در یہ تسیر قران مسند آرای فلک چارم کہ بدرگاہ شرف فراکرسی نشین باد۔ ایا میکہ سلاطین فلک بارگاہ داد عشرت و شادمانی میدادند و داغ رشک و حسد بر سینہ شاہ خاور سر بر می نہادند خوان الوان نعمت بصلای عام می کشیدند و عامہ خلایق بالخصوص اختر شناسان روی بہروزی میدیدند نہ اینکہ اگر بجشمداشت نظر التفات سال خداسندس و استبرق پوشند سبزہ بیگانہ اند و بہر چشم افسانہ سال نو بارزوی زرد کہنہ می میزند و کلاہ و اطلس بہ زودی و لعل خشانی نمی گیرد۔ بستر خواب گوسبزہ خوابیدہ اند بمسند مخمل و زکجا کلہای نازان رسیدہ۔ دہان پستہ لبان بنوش خند آشنا نیست تر حیرت حلوای پستہ مغزی چہ توان خورد و شربت ریحانی کام جان بلذت امانی تر ہلاہل سرکہ روئی دنا کامی چہ از کام فروتوان برد۔ پریشان دماغی از رک مشامان از حد گذشت۔ گرنسیم بہاری نکہتی برباد دہد و آشفتگی مشام سمن اندامان عطسہ ریزیے یادگی گشت شاید فسانہ خوانی ہوای ختنی یاد دہد۔ عطر گل کو دست افسوس می مالند و نغمہ بلبل کجا بشور و غوغای زغن مینالند۔ نگاہی بتماشای رقص منت بر چشم نگزارد، ماہ لقایان برگ بیدار بختی گیسوی شب رنگ می کشایند۔ کوشی برگ و ساز ذوق زمزمہ ندارد۔ ناہید سرایان نوحہ سرایند۔ سپاس جہان آفرین کہ از نقش و نگار منسوبات کواکب بی نیازم و بلاف و گزاف اعتقاد کل یوم یوم اللہ ممتاز۔ ہر چہ از احکام می نگارم نظر بر قدرت نمائی آفریدگار دارم نہ این کہ بہرام صولتے گرم تقاضاست یا کیوان رفعتے اشارہ فرما۔

## مثنوی

کمالم آنسوی گردون رسیدہ ہلالم روی خورشیدی ندیدہ
دبیرم جای در بزم شہم کو زعزت پای بر فرق مہم کو

گزارد نام نیکونامی و سرداری برآرد وطفلیکه بربع ثانی زاید اگر همه اشک بیست ساد ترسنده و اندوه گیں برآید و آن کہ آخر سال متوسط الحال نہ بخوبی اولین باشد نہ بخواری دومی سراپا اضطراب واللہ اعلم بالصواب ۔

---

(۴)

## دیباچہ تقویم سال ہزار و دو صد و پنجاہ ہجری

نیم روز کیوانی تاریخ بستم از شہر ذیقعدہ سنہ ہزار و دو و بیست و پنجاہ از سپہر شرف بخش برج رسالت خورشید وسط السمای نبوت محمد عربی صلوٰۃ اللہ علیہ و علی آلہ المعصوم و علی اصحابہ کالنجوم برطبق سال ہزار و ہشتصد و سی و پنج از جلوہ فروزی گیتی بر پرتو صبح ولادت عیسیٰ علیہ السلام ہجدہ صد و نود و یکم دورہ مہ از زمان جلوس بکرماجیت کہ مدار زیچ و تقاویم ہندیا نست ، شہنشاہ ستارہ سپاہ خورشید بر سریر زرین حمل بجلوس اجلال خواہد فرمود دست کرم بزر پاشی تواند کشود ۔ خلاع بوقلمون و تشریف گوناگوں بنوجوانان نازپروردہ چمن خواہد بخشید و بداد مظلومان ستم دیدہ دی و بہمن خواہد رسید ۔ دور قوی ایل مشتمین سال ترکان است کہ دقیقہ یابان عرب عام الغنم خوانند و رصد بندان فارس و عجم سال گوسپند دانند ۔ بساعت فرمان روای فلک اولین است و زمانہ تحویل شانزدہ گھڑی و چہل و سہ پل وسط ساعت ہفتمین ۔ ازین دست ہندی نژادان سبز پوش شوند و ازان روکہ طالع سرطانست و اشراف بہرام رومیان بگلگوں قبای گردند ۔ کلدانیان حلہ ہای خضر ازرباف و منقش سازند و گبران زردشت آئین بارغوانی لباس زرین پردازند ۔ والی سال نیر اصغر

ومرثیه. برزبان وتاثران رابرای کتابه مزارجان پروری همه لفظ ومعانی نوحه خوان ۔ مهندسین به نسبت شعیر شکل حماری شکل عروس وبجسرت نقطه دانه گندم وجوابعاد ثلثه نامحسوس ۔ ستاره شناسان راجزبه طالعی وسیاه روزی درنظرنی ودرزایچه سال غیراز هبوط نیر اعظم ووبال سعد اکبرنی ۔ شجاعان شیرفگن رااز نحوست اسد بخون خوردن خویش دست درازومتهوران صف شکن را از هبوط مریخ بشکستن نان جوین هزاران التجا ونیاز ۔ مسافران رابمنزل مقصود رسیدن مشکل ورخت سفر بعدم آباد کشیدن بی اراده حاصل ۔ غارتیان را مال مغصوب ازمیراث آسان بدست آید ورهزنان رامتاع نامحسوب از غنایم غازیان بی محاسبه تر نماید ۔ تجاررا متاع خسرانی دربار وآتش حسرت باعث گرمی بازار ۔ مزارعان باارزانی غله شکرگزار طالع مسعود وکشاورزان از فراوانی متاع باآسیب برف وژاله سپاسدار حصول مقصود ۔ فصل ربیع گل بدامان مراد افشاند وخریف سرو بید را ببار وبررساند ۔ تموز از آتش لهر اسپ ترجمان است وبنالش آفتاب قیامت شعله فشان ۔ از طول شتا عجب نیست که اجزای صیف هم بکار زمستان آید وشب های دی وبهمن بکوتاهی یوم النشور زبان بپیغاره کشاید ۔ از برد عجوز خرقه پوشان درپوستین هم افتادن واز سردی هوا همه مان یکدل گرم زبان به تشنیع یک دگر کشادن ۔ تذکیر وقودها الناس کالحجاره، بافسرده دلان درنگیرد وبوعید نار الله الموقدة التی تطلع علی الافئدة، هیچکس طریق مسلمانی نپذیرد ۔ آتش لاله وگل از قطرات شبنم فرونشیند وشعله نغمه بلبل از رطوبت خارهای تردامن برچیند ۔ موسم برشکال از اوّل تا آخر سال اگرآبان وشهریور است همه او از آذر ست وزخشیدن برق و باریدن ابرجون فریاد واشک یتیمان پای بند هنگامی نیست ۔ وغریدن رعد وچکیدن سحاب مانند ناله وگریه مظلومان نیاز مند ایامی نی ۔ یوسفؑ مهرنقاب سحاب ازرخ نتواند برداشت ویعقوبؑ غمام باندوه زلیخائی گریه

باین دانش نه بینم سروری را | سعادت نیست گویی مشتری را
سپهرم لیک سیرم زیر خاکست | بحسرت های صبحم سینه چاکست
بعلم چرخم واین لبس دیلم | که از رشک وحسد دارد ذیلم
خداوندا اگر انصاف داری | زمخلوقات مارا هم شماری

بحالم چند گاهی نیز پرداز
فلک را خوار کن مارا سرافراز

اگر از رشک وحسدم نیست هبوط عطارد ووبال برجیس را درین هنگام سبب چیست ـ فی الجمله شرف ورجعت کیوان وتربیع ومقابله اش باخسرو وبهرام وانتهاءت فزانها وپستر درجات سهام دلیل بر آنست که لطافت جوهر شاه اولین فصل باضمحلال وناتوانی گراید وآخر بے چاره گری اطبای فلاطون فطنت وحکمای بقراط منزلت میل بصحت وتندرستی ناید ـ فزونی مداخل وفزونتری مخارج گواه سخاوت وکرم وسرکشی خدمت گذاران بنیه حلم مجسم ـ آستان بوسیدن یکی از امرای آفتاب منزلت سند دعوی شاهنشاهی وپرتو فشانی عاطفت برگردنکشان تیره روز برهان ساطع ظل اللٰهی ـ عزل بعضے از منتسبان بارگاه خلافت همدرین سال روده و نسق آرایی از پردگیان حریم سلطنت قدم بگلگشت گلستان فردوس نهد ـ حال عوام الناس کمتر بامید قرین وبیشتر بیاس ـ خیانت قضات اکثر بسزای از پایه برافتادن مامور وبیدادگری حکام به تعذیر انقلاب مکانی مجبور ـ فیلسوفان فلاطون فطنت از محال خلانظر بکیسه خود سراپا انکار وحکمای ارسطو فطرت باعاده وظیفه معدوم از سعی وتدبیر بیزار ـ علمای عالی مقام بر آستانه جاهلان مایه دار خاک نشین وفضلای ذوالاحترام از خوان نعمت فرومایگان بے مقدار فضله چین ـ اطبا را جز مغز فلوس وشربت دینار همه تدبیر فراموش ودر چاره سازی فیض دست لقمان بواماندگی خویشتن گرم خروش ـ ناظمانرا باتم نیک اختری تاریخ

وآلام چنین انداختن را چاره در دا انتظار مقارنت پندارند۔

ع ای من فدای دلبر عاشق نواز خویشتن

غلیان دم وفساد خون بحدیکه اگر پیر فلک راشریان کشاید دور نیست وطفل اشک از سرزنش نشتر مژگان معذور نی۔ قیفال زدن سینہ ریشان واجب تراست از سیل سرشک چه کشاید وحجامت کردن گلعذاران لازم تر از تراوش دم حیض ونفاس چه زاید۔ از احتراق بلغم بیم است که شمع را دق شیخوخت بسوزد واز جوش سودا دل دونیم که پروانه بیقرار راه وروش قطرب بیاموزد۔ سموم وبا از صرصر عادیاد دهد ونقد حیات ساکنین اقلیم اوّل برباد۔ حجازیان که هم بے خوف وهراس نتوانند زیست وبعض از هندیان نیز بمرگ کسان خواهند گریست۔

ع یارب که زندگانی جانان دراز باد

طفلی که آغاز سال کسوت حیات پوشد در تزئین لباس کوشد واز در سلاطین وامرا تشریف سروری در برکند وکلاه برتری برسر۔ نام نیک جوید وبد مردمان کمتر گوید۔ وآنکه میانه سال، هم نیکو حال، دانشور باشد و نکته پرور۔ مخاصمانش چون فرزندان بسیار الا زیستن شان دشوار۔ وهر که آخر سال اوّل عمرش نفس باز پسین باشد وجگر مادر وپدر از ناخن غم بخراشد۔ واگر زید حالش از ابلهی خراب۔ واللّٰه اعلم بالصواب۔ بتقریب وتخمین حساب نمودار اکبر محتمل که دو نوبت نیر اعظم از جانب جنوب گیرد نخستین بست وهشتم محرم الحرام سنه ۱۲۵۰ھ یوم اربع سی وچهار گھڑی بست دقیقه گذشته آغاز کسوف است، وابتدای انجلاسی وشش گھڑی وپنجاه ودوپل وهنگام تمام انجلاسی ونه گھڑی ویازده درجه وسی ونه دقیقه که بیش از سوبین حصه جرمش باشد۔ وچون تمام انهاسی وچهار گھڑی ویک دقیقه شمرده اید نظاره تیرگی جرم محال است۔ دیگر باره بست وهشتم رجب روز آدینه آغاز کشف بست و

متصل نتواند گزاشت۔ طوفان بحر و بحار فکان من المغرقین درحق کشتی نشینان
داند و طوفان سیول و انهار و آیار امصداق وحال بینهما الموج گرداند۔
از وفور آب عجب نیست کہ آتش سینہ تفتہ دلان ہم میرد و از کثرت باد دورنی
کہ سمندر و ققنس بتقلید بط و ماہی بقعر عمان جا گیرد۔ تند وزیدن صرصر بنای
سیاہ خیمہ لیلای فلک را از پا براندازد و برخود لرزیدن کرد ارمن شاخ گاو زمین
را محسوس بید مجنون سازد۔ بالمخصوص خاک ذوب کہ مہبط آن گونہ بلاد آذر ستان
و مغرب و شام کہ جلوہ گاہ روز سیاہ و شب تار است۔ بطرف افتادن سلطان
روم با یکی از ارکان متغیر الحال پیدا است و اعانت و امداد فرمان روای روس
از انبیای شمس ہویدا۔ یا بہ ہمہ چشم زخمی با لشکر پا کش رسیدنی است و
آزار ہزیمت و آسیب تطاول و تاراج کشیدنی۔ یا پا ان ما زار نصرت و
ظفر مقت لشکر اسلام است و نکبت و ادبار متاع بازمانده کفرہ نا فرجام۔
سیوم فصل تنبیہ و تادیب روسیان ہم تواند نمود و در عیش و شادمانی بر روی
اولیای دولت خواہد کشود۔ خاقان نیز از خون ریختن بحر اخضر را رنگین سازد و
فغفور ہم صحرای ختن را نگار خانہ چین۔ ملک انگریزی فراخ تر گردد و سعادت
و اقبال از اعدا برگردد۔ فی الجملہ ہر فتنہ کہ بخیزد قامت بنا راستہ بنا ک
نشیند و ہر گرد نکشی کہ با سرفرازی در سنبہ دار سرکین برنخاستہ بکوشہ خمول جا گزیند۔
الاعشق و محبت را منطرب عشاق را بر قرار داده و سیاحتی از فکر بیان سپاری
و خیال وفاداری باز نیارد۔ معشوقان نیز بر مناجوئی کوشند و چشم از حال زار
مشتاقان نپوشند۔ عشوہ کہ بجان نثاران میداد ند بباد زان دہند و داغی کہ
بر سینہ دل فگاران می نہادند بر جگر بد آموزان نہند۔ بی حجابی پردہ نشینان
چاک در پیراہن عصمت اندازد و شوخی تنگ گزینان بتان بازاری را محجوب
شرم و حیا سازد۔ بدوری شوہر بعد المقوہ الطامین۔ خوانند و دعوی مشتاق
بہ نص یحبونہم محبب اللہ مبرہن گردانند۔ بار بر افگندن را باعث سبکدوشی انگارند

عرضی ابتزاز زحل ابتدائے طلوع آخرین نیم دقیقه هجدهم درجه جدی از اجزائے سپهراست ورب اللیل زهره ورب الساعة ومستولی مثلثه ناری جرم مهر سهم الحوادث به تراز وجاگزین وکدخدائی وسط السمایا تحت الشعاع شمس زیر زمین نیر اصغر در خوشه برسهم الخط نور افشان وخداوند بیت تاسع را بمقابله نگران کیوان را سوئے مریخ ومشتری به تربیع السیر کرم نظاره وخفتان بهرام وطیلسان قاضی بناخن شیر پاره پاره - دقیقه بابان هند و بابل نظر بر مناسبت صاحبان دور سلاطین وامرارا بنارنجی لباس زربافت مشرف ومجلع سازند ورمز شناسان روم اختیار رنگ آبی را بگونه نکونه برهان جزو آسمانی برطرازند مراکه نه ستاره پرستم نه از باده سپاس افلاک سیاه مست نه فرمان روایان دانش خرد فرمان برم نه آرزومند خلعت وزرچه افتاد که یک یک از منسوبات کواکب بشمارم ورنگ وجوهر ملابس وفروش ومشابهت صور ونقوش بنگارم گرفتم پایه دانشناسی بے جرم پندارد ودانا دلے را به تشنیع نادانی بیازارد - ادا فهمان طرز سخن وآگاهان این مشکل ترفن نیکو شناسند که شناساتری از من بر هیچ زبانه نبوده وبیچ دانشوری باچنین تمیز وفراست وتمریخ سعد ونحس زبان نگشوده - اگر به تتبع اسلاف درآویزم آب غیرت تقلید سوز چگونه ریزم - همه کس می دانید که اوستاد هرمس ومن یکیست وبجز خالق عقول ونفوس به تعلیم دیگرے نیازمندیم - منت آنکه شمس را انور داده، مرا شعور بخشیده وآنکه کلاه برتری به فرق اجرام اثیری نهاده خیال مرا از چرخ اطلس بالاتر رسانیده -

کو مهربان گو هر من افلاک ندیده هم سر من نیرم به یگانگی شناسد

ناهید مدیح من سرآید برجیس وحید عصر داند

هر لحظه صدان یگا وخواند بشگفتن طبع من زهیجی نارد بمن افضا طبیعی

درگذشتم ازین همه چون گوارا شد که همه خونهائے دل وجگر خوردم ولب به تحصیص شراب ارغوانی کشایم وزمان زبان زهرآب حسرت از

چهار گھڑی وسی و نہ دقیقہ رفتہ وابتدای انحلالیست وشش گھڑی و ہجدہ دقیقہ مقدار کشف پنج درجہ بست و نہ دقیقہ کہ زیادہ از ششم حصہ جرمش باشد۔ و چون تمام النہار بست وشش گھڑی و سیزدہ دقیقہ است ممکن کہ محسوس گردد۔

---

## (۵)

## دیباچہ تقویم سال ہزار و دوصد و پنجاہ و دو ہجری

دوازدہم ذیحجہ سال ہزار و دویست و پنجاہ و دو از میل نیر گیتی فروز اوج پیغمبری از داغ رشک سینہ سوز خورشید خاوری طاقت شکن گردون پایہ بلند دستان، برہم زن کیش افلاک و انجم پرستان ناسخ احکام سعد اکبر و نیر اعظم بمدار طیبہ از مرکز عالم صلوٰۃ اللہ علیہ والسلام و علی آلہ واصحابہ الکرام و تاریخ بست و یک از مارچ ہزار و ہشتصد و سی و ہفتم دورہ ہم نشین از ولاد علیسیٰ گردون سریر خاسف بدر منیر پھاگن سدی ترودشی ہیزدہ صد و نود و سہ سنہ بکرماجیتی کہ مصطلح و مرسوم ہندی نژاد ان رصد بند است و روز انیران از اسفندارمذ ماہ الہی دو ہزار چہل و ہفت سال اسکندر دانش پسند آغاز تخاقوی ئیل وہمین سال از اثنا عشری ترکان کہ مترجمان پارسی زبان سال مرغ تحریر کنند و ہندسان تازی لسان بکلمہ عام الطیر تعبیر بعد مرور شش ساعت و نیم از شب سہ شنبہ کہ شانزدہ گھڑی و پانزدہ پل بمحاورہ منجمان ہند بود و تحویل آفتاب جہان تاب در بیت الشرف حمل است و والی سال بقوت

دانی کہ چرا شکستہ رنگم | با اختر و آسمان بجنگم
تا قوت بازویم ہنر گشت | صد رہ بستیزہ بخت برگشت

نگارش احکام ہم از انست کہ فلک زدگان ہمدرد شریک نفرین روزگار باشند و ستم رسیدگان ہم داغ مونس و غم گسار۔ الغرض قوت حیوانی بزور تہمتن نریمانی و روز افزونی طبیعی با ہتزاز نسیم و شمال ربیعی متفکرہ پریشان و خراب و تفکر افزائے شیخ و شاب۔

غضبے از جلاد فلک اوج گیراتر و مجادلہ و مکابرہ از ناز و غرور یار پذیراتر قوت نفسانی مغلوب شدائد ناتوانی بالسبب وبال ناہید مفقود و امساک بعلت تربیع تحسین مردود و قرار نگرفتن۔ نطفہ تا حلول روح از ضعف آفتاب زیر زمین و علت تام فساد ماسکہ رحم تا تمامی چنین حرارت و یبوست ہوا سلسلہ جنبان سموم و باشعلہ زنی۔ سوز غریبی مطفی نار عنصری از احتراق مواد فاسد رنگ غدار کسان خاکستری نے و اسہال صفراوے محرک مادّہ حمات بالخصوص مشرق و جنوب مخیم جنود مرگ مفاجات امراض مرطوب کم کم فساد دم ہم دوا رو صداع بقیفان محتاج و لقوہ و برص سبب درد سر درمان و علاج ہوائے بہاران دل کشا تر از صحبت یاران گلہا بشگفتگی غدار لالہ رخان گلفام و یاسمین و نسترن بہ تراوت محسود و نسرین بران سمن اندام بنفشہ و سنبل بخم و پیچ دود دل عشاق تنگ و رزی اعضان تنگ برکشیدن۔

محبان مشتاق فضائے باغ زیر سایہ بان مخمل از ہجوم اوراق درختان و گرہ خاک از وفود سبزہ رجزہ و طالع سبز بختان۔ اما باور گردیدن اشجار از نخل مرادے برگان کمتر و بہ نختگی رسیدن۔ اثمار با خیال خام حاصل سوختگان برابر از شدّت گرما سردابہ برجگر تنور داغ سوز و از حرارت ہوا با دکش چون دمہ حداد شعلہ افروز عالمے در تمنائے مرگ طوفانی و در تعزیت غریق رسم تہنیت حیات جاودانی۔ حربا مانند شب پرہ خلوت نشین و سمند بقعر دریا جاگزین پروا

حلق فرو ریزم و زبان بترغیب باده ریحانی آلایم باین برشته دلی و تفته جگرے کباب بیاران ندہم ۔ و با چنین تلخ کامی حدیث نقل بادام درمیان ننہم ۔ زخم در تمنائے بوسہ لعل لب شکرین زرد حلوائے زعفرانی چہ فروشم و دلم از دل گرمی شیرین دہان سرد ۔ بہ حدیث شہد و شکر چہ جوشم لذت کش شور بختی را شورش اطعمہ نمکین نمک بر جراحت باراست و چاشنی گیر تزش روئے را بہ سرکہ و انگبین چہ کار لخت لخت دلے بہ سیخ مژگان زدہ را ذکر حسرت الملوک دندان بر جگر افشردن است و پارہ پارہ جگرے بہ دشنۂ غمزہ سپردہ را حکایت قیماء گیما حسرت ازیں دندان خوردن تلخ کامی از حدیث مزعفر خوان سخن نیاز ابد و شور ریدہ انجامے ازادیم تقریر ۔ ذوق نوازش ذلہ تربایداز چلقچی می رسید ۔ پیچ و تاب ہا می خورم و از مقراضے مکو ئید برگ تمنا گریبان می درم ۔ آن را کہ فلک برخاک نشاند از نارنجی مسند پرنیان سخن زیبد و دلے را کہ نجوم بر داغ حرمان سوخت حکایت جامہ کلوزنہ شکیبد سوزش الماس برزخم نہان بستہ دوکان جواہر چہ کشاید و بہ لعل بدخشانی و یاقوت رمانی ترصیع اکلیل سلطانی چہ نماید ۔ بتصور خندہ دندان نما گریانم ۔ آب تسبیح مروارید چہ ریزم بخیال نوخط سبزان ریزہ مینا در جگر افشانم دست بدامن فیروزہ کہن چہ آویزم ۔ با بے سرو سامانے سر تذہیب افسر و تاج ناسزا است و با دستِ تہی فسانہ ترنج پرویز ناروا ۔ دماغ عطسہ ریزی ندارم ۔ شمیم عطر گلاب بشامم نسازد و از جفاہائے بخت خوابیدہ شام تا سحر بیدارم ۔ بتذکیر بنفشہ و یاسمین کہ پردازد و سیاہ روزم صحبت مہ طلعتان از رشک بیاد نتوانم داد ۔ تیرہ اخترم در آرزوے وصال مہوشان گرم فریاد وجد و حال بررقص ناہید نوایان نفرمایم ۔ از بے قراری حسد سرمست رقص بسملانہ ام ۔ بسوختن شمعہائے کافوری زبان نفرسایم ۔ در غم شعلہ رخان ہم داغ پروانہ ام ۔ از دعائے سعادت فزائے نیرین چہ حرف زنم ۔ دعوتم ہیچ گاہ مستجاب نگردیدہ و عزیمت نحوست زدائے نحسین چہ تعلیم کنم ۔ نیم شبی بارم بجائے نرسیدہ ۔

مطلع مناو عرصۂ حجاز سجدہ گاہ دشت کربلا۔ آذربایجان دیلم مسکن و ماویٔ ماتم۔ برابروئے تیغ جنوبیان از خون مکناہان خضاب و مژہ دشنہ نگاہ شرقیان۔ خونریز جانان ہنگام عتاب میان مغرب و شمال ہم فتنہ در ہنگامہ آرائے و انگشت سنان و ناخن شمشیر بجانستانی دست دست حنائی معاملات امید مردم در گرد محرومی و یاس چہ نوا ماندگان اقلیم اول درم ناخریدہ بندہ بیم و ہراس زمین سیوم کشور مورد آفت ہائے وحشت انگیز و پیمانہ عمر سرور خاندان ہائے قدیم لبریز پروردگان سایہ عاطفتش در آفتاب نشاندگان قیامت و خوکردگان مرحمتش از خواری و ناکسی مصدر سرزنش و ملامت۔ یکے دریا کاری از گزاف حکمت لقمانی و دیگرے ازلاف عزیزی و یوسفی زندانی یکے از سرفرازی پامال از خاک برگرفتان طالع مسعود و دیگرے ازبازی شکوہ گرز برگشتگی بخت محمود با نیازمندی سکۂ نو درم و دینارے نیاز تر و با احتیاج رتق و فتق تازہ امتیاز یافتگان درگاہ بے امتیاز تر۔

گو بے ہنر ستارہ شود برفلک تاب ؛ امیدوار طالع ناکس نواز کیست

از زبانہ زنی آتش حباب برلب دریا بتخالہ و گرداب بتاب و تب شعلہ جوالہ صعود ابخرہ از زمین دشوار و طبقات ہوا درمیان و کرہ نار زالہ با اخگرے فسانہ و طراوت آب یکے از سامان سوختگان زبانہ شرار در نہادہ سنگ بہ دل گدازی جگرسوزی و سیصلی تارٗا ذات لہب کہ موعود فردائے جزاست۔ امروزے مدفن برخے از سیاحان بیابان مرگ معدہ شیر و پلنگ و بعضے کشتی نشینان طعمہ کوارائے ماہی و نہنگ۔ اما اکثرے از آسائش راہ و سلامت اسباب شکرگذار طالع نیکو و بسیارے از صحبت نفس و افزائش مال سپاسدار چرخ مینو تاجران از میل شمس روزافزوں ترو سرمایہ دہاقین یوما فیوما عرض قمر اختر شناسان فال اختر کیسہ تہی تر از کاسہ گردون و ہندسہ دانان از فکر نقطۂ موہوم کندم بشکل خط منحنی سرنگوں۔ عمر محاسب

از صحبت شمع گریزان و شمع از اشک آب به آتش خویش ریزان زہادر اعذر قضائے صلوٰۃ اتمام ارکان آب دست وگل آفتاب پرست بتقلید ہندوان آب پرست۔ سرطان از تحویل شمس ماہی بر سیخ کشیدہ و ماہ از اقتباس نور تابہ تفسیدہ۔ فصل خریف قوی نامیہ ضعیف زمان شناز شبہائے مہجوری دراز تروخنگی ہوا از دم سرد ناصبوران جانگداز تر از نہیب بردعجوز۔ پیر فلک را لرزہ براندام زوا ز بیم گرز برطبقہ زمہریر بخار و دخان را میل مرکز حرام ابرہائے بہمنی بحر ابے عالم در قطرہ زنے از باریدن برف تا باتشخانہ دکان حلاج وکشایش وگداز تگرگ و یخ بسان خاطر فسردہ۔ طلبیان لاعلاج اوقات برشگال متغیر الاحوال کاہی بجوش دیدہ۔ یتیم در اشک ریزی کاہی بخشکی جبین فریادی درخاکبیزی از آزار تا بہ نیسان۔ ذرہ ذرہ خاک شاداب تر واز نیسان تا بہ کانون قطرہ آب از در ثمین نایاب تر و تاویل یسبح الرعد بحمدہ۔ فغان خرمن سوختگان صاعقہ و برق و تفسیر یکاد البرق یخطف ابصارہم نظارۂ حال دل تفتگان از شور رعد در آب جگر غرق جزر و مد دریا و طغیان بحار بجوش گریہ عاشق ہنگام وداع بار قوس قزح بخونریزی جبین ابروئے مہروشان سراپا عتاب وسینہ شیاطین واجنہ واقعہ طلب ہدف سہام شہاب ازگرمی ہنگامہ ریاح خاک آلود ابروے نزار سالہ صرعاد برباد و از بیخ دین برکندن قصر و محل مفسر الم ترکیف فعل ربک بعاد ارم ذات العماد قرآن مریخ با مشتری بر ظلم و بیداد اقتضاء دلیل و رجعت زحل خواہی و ذلت فریادیان را کفیل تبدیل و انقلاب حکام بہ تبدیل و انقلاب ایام مقربان جبلت اندوز در سرمایہ اندوزی و شب روان تیرہ روزہ۔ سپاسدار بہروزی کیسہ بران و طراران از غمزہ دلربا چالاک تر و سارقان و عیاران از نگاہ جان فرسا بےباک تر۔ معاندت و معاضدت۔ سپہر با بلقیس قطرتان و اہرمن کاوکان و مخالفت وموافقت روزگار با سہیل طینتان و زنازادگان وسعت ترکستان مقتل چنگیزخانی و آشوب گاہ ایران رنگین نسخہ خونابہ فشانی میدان بیت المقدس

اے مہر شبم نیز سحر باید کرد　　اے ماہ بطالعم نظر باید کرد
اے چرخ بہ آں بدر منیرم برساں　　از آہ فلک سوز حذر باید کرد

---

اے چرخ سیاہ روز مپسند مرا　　داری ز ان مہر وش جدا چند مرا
جرم از تو و دشمنی بمن انصافے　　آخر کہ چنین کرد ہنر مند مرا

---

مولود نخستین فصل گل و بنفشہ مو مہر وش و روشن دل بہ سخاوت و زر پاشی مایل بلند ہمّت و بخت پست۔ فراخ حوصلہ و تنگدست۔ ربع دوم خردمند و ہنر پسند۔ سخت کوش و تیز ہوش کیوان ہمت و مشتری شعار۔ اما دوستانش کمتر و اعدایش بسیار بپایان روزگار محبول مہربانی و وفاداری حق شناسی و حق گذاری سرگرم تاش ذخیرہ ثواب۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابُ

---

از فاقہ ہائے غیر متناہی صرف دم شماری خویشتن و در مبحث ضرب و قسمت از حرمان مقسوم مشغول دست بر سر زدن ۔ انقطاع وظیفہ فلسفی بر دشواری اعادہ معدوم ۔ دلیل قاطع و شعلہ فشانیہائے نفس باانقلاب عنصر ہوا و ناربرہان ساطع جفری را عمل سطر ناطق و حروف مستحصلہ بے حاصل و در طمع صدر موحر روزی لفظ صدقہ جواب ہر سائل رمال آرزومند سیر نکتہ بخود تا بمعدہ از میزان و طالب ضرب حاجب و چاوش باحتمال حصول پارہ نان اطبا را جز درم ہمہ اوزان فراموش در علاج ہیضہ بدعائے سریان علت بے تکلف کرم خروش حسن الطلب ناثران بجائے الف نامہ نگارش ہوالرزاق و عبارت و مضمون ناظمان بفحوائے ذکر العیش نصف العیش برراہ و روش سحاق فضلا نے دانش آئین از خوان لو الفضولان فضلہ چنین محدثین در تنقیہ و تحقیق علماً نافعاً و رزقاً طیباً حیران و مفسرین در بیان توثیق ومامن دابتہٍ فی الارض الاعلی اللہ رزقہا الکن زبان مبارزان شمشیر زن را خونا بہ دل شیر مادر و مجادلان دشمن فگن را لقمہ حلال لخت جگر خانقاہ سست نبیان و میخانہ خار ابنیاد ۔ صومعہ و مسجد خراب و خرابات آباد مشایخ مرید سیاہ کاران و محتسب کاسہ لیس میخوران زینت بزم شراب و رونق صحبت مے آزار ۔ دے و فروردین تا بہمن و دے متاع شکیب جوانان صالح غارت زدہ بتان یغمائے و عنان اختیار پیران پابرجا در دست شوخی سرشتان ہرجائے پردہ نشینان عصمت لباس بشوق چاک گریبان عاشق در پردہ درے ممتاز و تتق گزینان عفت نہاد ۔ بحسرت نظارہ نظر بازان پردہ از روئے کار برانداز حسن با صد ناز و غرور در کمال بے باکی و عشق از غیرت طبع غیور در لباس بے نیازی و ہوس ناکی ۔ غمزہ خانگیان رخنہ انداز کاخ دین داری و ارزش نازو فروشان قیمت شکن ۔ شہدان بازاری ثبات و قرار مشتاق دل نواز تر از اضطرار و ناصبوری و روزگار وصال دراز تر از شبہائے دوری ۔

سامعہ نواز زندان گشت۔ پیمانہ چکند اگر نہ خندد۔ نوائے ارغوان از چرخ ناہید بالاتر گزشت پاس انفاس دم کش کہ پسند و صبائے مشک بار ترطیب دماغ ہا نمود در روئے فرستن می باید و نسیم بہار تعطیر مشام ہا فرمود وعطاس حمد نوا واجب ترمی نماید۔

## رُباعِیاتُ

این غنچہ کہ رنگِ صد گلستان دارد — بوئے چو نسیم باغ رضوان دارد
بشگفتہ دماغ باغ دلہا شگفاند — لب بستن قاہ قاہ امکاں دارد

---

ہر زمزمہ بر اصل طرب می ریزد — ہر نفس . بر آہنگ عجب می ریزد
این نغمۂ دل کشا زبانِ کہ سرود — بے خواستہ احسنت ز لب می ریزد

---

سخن سنجان را نوید کہ شیفتہ معنی نواز، داد سخن شناسی دادہ و سخن شناسان را مژدہ کہ کار بہ داور داد گر نصفت سرشت افتادہ۔ نکتہ دانی جان بلب رسیدہ عمر دوبارہ دریاب عیسیٰ نفس معجز نماست و خارج آہنگے سر با آسمان کشیدہ۔ بہ پردۂ عدم باز شتاب داؤد الحانی نغمہ سرائے بے تمیزے چون نقش تازہ خاک بسر گردد نارسائی مانند۔ حرفِ غلط عزم سفر چین ابروئے آہوگیران نعش سخن چینی بر دوش است و مردم چشم کج نظران در ماتم عیب بینی سیاہ پوش، اگر زبانِ ناہید است جز مدیح سرائی بپردازش زبان نتوان کشاد و اگر پنجۂ خورشید بہ حرف دل فروزش انگشت نہ تواند نہاد۔

## رُباعی

آن شیفتہ کز خرد گرامی باشد — سرخیل سخن وران نامی باشد
اکنون کہ حسد نماند الا بہ عدم — محسود ثنائی و نظامی باشد

نظمے کہ پسندید پسندیدہ شد و بیت کہ برگزیدہ برگزیدہ۔ سخن کہ بہ نگاشت

# تقریظیکہ بر گلشن بے خار سفینۂ نواب مستطاب محمد مصطفیٰ خان بہادر نوشتہ

مومن ہوس مدیح خوانی دارم　　نیسانم و جوش درفشانی دارم
از بہر نثار گوہر درج سخن　　صد لعل زکان نکتہ دانی دارم

طوطی را بہ لذت شکر معانی و ذوق نوا ز آب در دہان گردید از شیرین نوائے ناچار است و بلبل را بہار رنگین بیانی گلشن پرواز گل تا آشیان رسانید ترک غزل سرائے دشوار سرود بہ یاد مستی دادہ اند گریۂ مستانہ سر می دہد و آئینہ مقابل سادہ روئے نہادہ بہ نقش جوہر صفا منت بر جان خود فروشی می نہد۔ حسن شعلہ عذارے بزم افروز است چہ تاب کہ بنگاہ گرم پردہ چشم تماشا گر نہ سوزد و جمال شمع رخسارے عالم سوز چہ مجال کہ آتش شوق جگر سوز شعلہ ہا بہ شبستان ضمیر پروانہ نیفروزد۔ دم مسیحائے معجز نما گر دیدہ زبان بیمارے احسنت آفرین است و شاہدے بربالیں نیم جانی رسیدہ شور مرحبا را سبب این در فردوس بروئے مومن کشادہ اند سپاس گویاں چہ گونہ در نیاید و کلید صنم خانہ بدست برہمنے افتادہ چرا زبان بید خوانی نکشاید۔ شعلہ طور سوز پرتو فگن است کلیم ارنی سنج را سرگرمی حمد ضرور و آتش لہراسپ افروز زبانہ زن کبری بہ شرر ریزی نغمہ مجبور از من بسر کوہ کن رسیدہ۔ صدائے تیشہ بہ سنگ بیستون نتوان شکست و گلزار کشمیر بہ صحن زندان واکشیدہ و زبان دیوانہ بہ زنجیر نتوان بست و اوّد بہ جنت اعلیٰ مناجات نیا فریندگی رواست و باربد در محفل خسرو خاموش نشیند۔ کجا سرا ساز نشاطی آمادہ شد زمزمہ مطرب جا داردو. بزم انبساطی ترتیب یافت۔ پردہ ساز شائستگی نوا ہا قلقل مینا

رواج گفتگوئے ہندیان بہ آن پایہ رسید کہ لغت اعراب شاذ و لفظ دری حرف نادر گردیدہ۔ امروز کہ فصاحت بہ محاورات تا کرم خود ستائیت — لقب عبدالواسع وولی کوہی وصحرائی ترجیح خسرو بر نظامی عجب نیست و تفوق جمالی بر جامی بے سبب نے۔ شاگردی سودا سجل اعتبار جریر است۔ اخطل و اعشیٰ جان دادہ۔ معجز طرازی میر شکن انتخابش چین در پیشانی سادہ رویان انداختہ و صفحہ رخسار نوخطان را گردہ تصویر مسطر ساختہ از روانی طبع تصنیفش تالیف و از دقت فکر تالیفش تصنیف ہر چہ از دیگران نویسد ہم از دوانی کہ موجد مضامین بیگانہ است و آفرینندہ تازہ معانی۔

ندیدم چنین شاعری نکتہ سنج — کہ ریزد ز کلکش گہر گنج گنج
بدقت اگر موشگافی کند — ز موئے میان شعر بافی کند
قلم ران بہ ملک سخن گستری — ز آوازہ دارد جہان داوری
اگر مکر و را مصرعے بستہ است — نہ شادی خوش از جائے برجستہ است
طلاقت شکر خند تقریر او — عذوبت زبان بند تحریر او
شرف داد خود را بہ میزان شعر — چہ کرسی نشین است از وشان شعر
حلاوت دہ ذوق شوریدگان — پسندش پسند پسندیدگان
تراود اگر از لبش آفرین — دمد جان در آن شعر روح الامین
چو نظم ثریا کند انتخاب — شود نقطہ از کاستن آفتاب
بہ نطق گدائے چو جنبد سرش — ز سلطان برد شاہ بیت افسرش
اگر مصرع زلف پیچان شکست — ز فہم درستش نہ گیرد بدست
سند تا ز طبعش نیارد بہار — شگفتن ز گلہاست بے اعتبار
نگارے کہ در کف حنا بستہ است — ز مضمون رنگینش حجت بدست
چو رائے منیرش نداند صواب — افق خط کشد مطلع آفتاب
ز تحسین او حسن معنی بہ ناز — ہزار آفرین بر چنین امتیاز

بے سعی کزلک از صفحہ محو گشت و شعرے کہ در گذاشت ۔ جز بہ ہنگام ہذیان برزبانی نہ گزشت

ع      زہے انتخاب و زہے منتخب

بہ ترک فضول منظور نظر تارکان فضول است و بہ حسن قبول قبولِ خاطر حسن قبولِ سخن چین است و سخن چین نیست ۔ خوردہ بین است و خوردہ بین نے ۔ منتہائے علمش نامعلوم و اندازہ فہمش نامفہوم ۔ مدرکہ را انہم ادراکش دشوار و ناطقہ را بہ عجز وصفش اقرار آیۂ سخن سنجی درشانش نازل، و حدیث ہمتائیش چون دین مشرکین باطل بہ سخنہائے دل پذیر لبریز جان سخندانی و بہ معانی بے نظیر، بے نظیر جہان معانی بہ دائرہ غور عمیقش کرۂ آسمان جزولا یتجزیٰ و بحضیض فکر رسایش اوج طالع رسا نارسا در جنب نثر دل پسندش عطارد از بنات النعش نفور و در برابر نظم بلندش ۔ نظم کرسی نشین ثریا منثور بہ درستی، سطر کتابش سطر کہکشاں خط ترسا و بہ موزونی اشعار بے خوابش از جواب حوصلہ شعرے فرسا ۔

## رُباعی

خورشید ز رشک رائے تابانش سوخت      مہ از حسد فروغ او جانش سوخت
از مہر خمیر انجم افلاک سپند      بر نثر کتاب و نظم دیوانش سوخت

سعادت وطنش جہان آباد را سرمائیہ نازے نگر داینده کہ کمال از نسبت صفاہان عارے دارد و کلیم از نشو نمائے ہمدان انکارے بہ نقش جہان محو ۔ ہر ویرانہ از رنگ نظیر این شہر شد و کوہ الوند خاک راہ ہر خرابہ بہار تعمیر لطافت ہر خاک مصلّے بر مسجد آدینہ سجود گذار راست و آب رکنا باد از تب رشک ہر فیض اشک بار از التفات کہ بحالِ ریختہ گویان فرمودہ و بند از اشعار ایشان فراہم نمودہ پارسی زبانان بحسرت ہندی نژادی نالہ ایجاد اند و تازی لسانان از درد ناکسی و بے اعتباری درفریاد

بہ نسبت ہم زبانیش می نازم و بدولت قدردانیش از سرمایہ از مخاطب بے نیاز۔ ہر دُرے کہ سفتہ ام گوہر احسنت نثارم کردہ و بر ہر سخن کہ گفتہ ام ہزار آفرین بر لب آوردہ۔ از لذت شیرین بیانی تا بہ لب شکرین نہ پرداختن چہ ذوق معانی است۔ دیگرم خوئے شعلہ زبانی دل از صحبت آتشین عذاران سر ساختن چہ دل گرمی آتش بیانی۔

اتحادہم باآن پایہ کہ خودستائی اگر سنت شعراندانستمی زبان انصاف ترجمان بہ مدحش کشودن نتوانستمی و اگر از بدگمانی جاہلان بدظن آگاہ نبودمی نطق از دیگران ہم وام گرفتہ ستودمی۔ لاجرم بہ شائستگی نمی نگارم کہ بیم نادانی ناہلان دارم۔ عذر تقصیر از بے زبانی ندانی و معذرت خموشی بہ اطناب مدیح خوانی۔

تفصیل راستم کش ایجازمی کنم
یک حرف می نویسم و صد نازمی کنم

چون از رجحان اختصار بیم آنست کہ دعائے دل پذیر قبول فراموش نہ سازم۔ اولی آن کہ از خشوع و ضراعت بہ درگاہ خالق سخن آفرین شور اثر نواز در آسمان و زمین اندازم۔ تا حرف جان نواز بر زبان ہا رود و سخنش دل پسند و آوازہ اش بلند باد۔ تا معنی دل پسند مذکور شود کلامش وردِ زبان باشد و نامش بصیت این ابیات مشہور جہان۔

شیفتہ آن ساحر معجز بیان — کز دمش اعجاز و افسون ہم زبان
دست او را در نگاہ نکتہ بین — صد ید بیضا بود در آستین
گفت نظمش را ملک سحر حلال — لاف سحر سامری شد خاک مال
نازہایش دل پسند شاعری — نے رگِ گردن کمند شاعری
نالۂ عاشق چہ آید در شمار — طبع او موزوں تر است از قد یار
برگزیدہ نہ بندی از اشعار ہا — حرف دل کش چیدہ از گفتار ہا

تعالیٰ اللہ کتابے کہ از مکتوب سادہ رویان دلرباتر ست واز عتاب نامہ سلسلہ مویان تاب فرساتر سوادش بہ سیاہی شب وصال مہ رخان، ہلال ابرو ناخن می بندد و بیاضش بہ سپیدۂ صبح گلوئے زہرہ جبینان خورشید رو می خندد۔ حسرت کشان دیدارش پیشِ نظر دارند۔ آرزومندان ہم آغوشی یار در بر بہ معنی معجز قرین جان بہ تن مردہ دلان درمیدہ و بالفاظ جان آفرین نسخہ انتخاب روح القدس گردیدہ۔ ہر صفحہ اش از رنگینیٔ مضمون صفحہ تصویر و ہر ورق از شگفتگی معنی گل برگ گلزار کشمیر۔ بے قراری ایوب در فراقش ضرب المثل است و دیدۂ یعقوب از فرط اشتیاقش احول واعظ خوش گفتار بہ ذکرش ذکر جنت و حور از محرمات شمردہ و زاہدی سالوس شعار بہ یادش جزو اوراد بفراموشی سپردہ چشمی کہ دیدہ دیدہ بیناست و گوشے کہ شنیدہ گوش شنوا بہ روش کوشیدن مردود خردمندان شدن است و طعنہ تراشیدن۔ تیشہ بہ پائے خوزدن۔ تحسینش سند اعتبار عقل محال اندیش است و تقریش نفرین ادراک پست فطرت ناقص کمال خویش کسے کہ مضمون کس میابش نہ فہمیدہ ناکس است و فہمے کہ بہ اوج معیش نرسیدہ نارسی ما وحش محمود است وقا وحش مطرود و ستایش ہمہ انصاف است و کاوش بہ جہل اعتراف مہمل سخن چینی ہرزہ درائی ست و عیب بینی از نابینائی۔

از نالہ ماتمے ملک غم نکند — نفریں کساں قدر فلک کم نکند
رد کردۂ خالق و خلایق باشد — ابلیس اگر سجدہ بر آدم نکند

---

کوری کہ گرفت خوردہ بر مہر منیر — بگزار کہ چشم او ندارد تنویر!
گر کحل کسے ہمہ جواہر دارہست — بینا نشوند دیدہ ہائے تصویر

---

# اُردو ترجمہ

## بابُ اوّل

ایسی انشاء پر مشتمل جو یکتائے زمانہ سخن وریگانہ
کے نام سے منسوب ہونے کے شایاں ہے۔

---

## بابَ دوم

کچھ ایسے رقعات پر مشتمل ہے جو اکثر مخاطب کی پسندِ
طبع کی رعایت سے اور کم تر کسی مدعا کے معلوم کرنے
کی غرض سے ناواقفان فن کی طرح لکھے گئے۔ جن میں
کوئی لغزش واقع ہوئی حتی کہ بعض جگہ ہندی محاورے
کی ٹھوکر کھائی۔

لختے از تعریف شاعر ہم نوشت | دیگری با این صفت ہا کم نوشت
بر بہار نظم رنگ تازہ بست | نے سخن اوراق گل شیرازہ بست
نغمہ ہائے گل فشان تا بر کشید | تیغ رشک او سر بلبل برید
از پئے تاریخ سال این کتاب | ہر سخنور مصرعے کردی حساب
گفت مومن نکتہ پرداز اجل | انتخاب دل پسند بے بدل

بسکہ با یکتائیش افتاد کار
نیست از اعداد ثانی در شمار

قارورہ طینی[1] اور رنگ کا ہی یہ دونوں جسم کے تحلیل ہونے کی دلیل ہیں۔ میرا بدن حضرت جرجیس[2] کی طرح اذیت اٹھا رہا ہے اور میری نبض نملی[3] حضرت سلیمانؑ اور بلقیس کی حکایت یاد دلا رہی ہے۔ لیلیٰ کی فصد کا افسانہ جوش خون کا باعث ہے اور شیریں کے جوئے شیر کی حکایت رطوبت و بلغم کی زیادتی کا سبب۔ میں نے شوق کی آگ کی شعلہ زنی کا نام حمی النقہ[4] بخار رکھا ہے۔ اور تپ عشق کی جگر سوزی کو غلط طور پر تپ محرقہ قرار دیا ہے۔ سرگرانی کا خیال درد سر اور سرگردانی کی فکر درد شقیقہ[5] بن گئی ہے۔ سر پر پٹی اس لئے باندھی ہے کہ بخت مخالف کی اطاعت سے سر نہیں اٹھا سکتا۔ اور قرانیطس[6] اس غرض سے ہے کہ کچھ دن تو غم خواروں کی جھنجھٹ سے چھٹکارا پاؤں۔ طبیبوں کی بکواس سے نسیان لاحق ہو گیا ہے اور رقیبوں کے رسوخ کی فکر سے آفتہ التخیل[7] پیدا ہو گئی ہے۔ دماغ دماغ فلک ناہنجار کی طرح ہر گھڑی چکر میں ہے اور سدر[8] ہر وقت روز سیاہ اور شب تاریک کے غم سے مشابہ ہے۔ میں دوستوں سے بھاگتا ہوں، اسی کو قطرب[9] کہتے ہیں۔ اور اپنی کم نصیبی پر بہت کم ہنستا ہوں۔ داء الکلب[10] اسی

---

ے۱ قارورہ طینی ۔ مٹی کے رنگ کا پیشاب۔

ے۲ جرجیس : بنی اسرائیل کے ایک پیغمبر جن کو ان کے عہد کا ایک ظالم بادشاہ طرح

ے۳ طرح کی اذیتیں دیتا تھا۔

ے۳ نبض نملی : چیونٹی کی طرح آہستہ چلنے والی نبض۔

ے۴ حمی النقہ : ایک قسم کا بلغمی بخار جو دق سے مشابہ ہے۔

ے۵ درد شقیقہ : آدھا سیسی۔ آدھے سر کا درد۔

ے۶ قرانیطس : سرسام کی ایک قسم۔ ے۷ آفتہ التخیل : خیالات میں افراط و تفریط۔

ے۸ سدر : آنکھوں کے نیچے اندھیرا آنا۔

ے۹ قطرب : جنون کی ایک قسم۔ ے۱۰ داء الکلب : دیوانے کتے کے کاٹے کا مرض۔

(۱)

بنام مرتبہ ہذا (حکیم احسن اللہ خاں) کہ دو روز تک مومن خاں کی عیادت کی سعادت سے محروم رہے۔

نظم:

آپ کے دورِ علاج میں موت کا کسی پر بس نہیں چلتا۔
آپ کے عہد میں حسینوں کی آنکھ کے سوا کوئی بیمار نہیں ہوتا۔
اگر آپ فاتحہ کی غرض سے قبرستان کی طرف قدم رنجہ کریں۔
تو وہ دار الشفاء میں تبدیل ہو جائے گا۔

بیمار بھائی (مومن) کا حال سُن کر اور علل و اسباب معلوم کر کے بھی پرسشِ حال نہ کرنے اور عیادت کی غرض سے قدم رنجہ نہ فرمانے کی حقیقت ظاہر ہوئی۔ چوں کہ رازِ سربستہ پنہاں اور سرِّ پوشیدہ مخفی نہیں رہا۔ اگر میں بیماروں کی طرح فریاد کروں تو زبان اختیار میں ہے اور اگر وصیت لب پر لاؤں تو دمِ واپسیں برسرِ صواب ہے۔ ورنہ مریضِ عشق کا مداوا معجزہ عیسیٰ کے نسخے سے کہیں منقول نہیں اور دردمندِ محبت کا علاج لقمان سے ممکن نہیں۔ آپ نے کرم کیا کہ اپنی رائے صائب سے نوش داروئے وصال کی ضرورت دریافت کی۔ لیکن معشوق عاشق کو میرے غم کدہ میں کون لا سکتا ہے۔ اس موقع پر اپنی شرحِ احوال اور تفصیلِ ملال غیر ضروری نہ ہوگی۔ دم شماری کا شغل جاری ہے۔ مرنے کے بعد بھی دوست کے آگاہ کرنے پر غم خواری ہو سکتی ہے۔ الحاصل اخلاط[۱] اربعہ کی شورش مجھ پریشان حال، نیم جاں کے لئے باعثِ مصیبت ہے اور حواس خمسہ کی ابتری ستہ ضروریہ[۲] کے خلل کا موجب۔

---

[۱] اخلاط اربعہ: سودا، صفرہ، بلغم اور خون۔
[۲] ستہ ضروریہ: وہ چھ چیزیں جو جزوِ زندگی ہیں۔ کھانا، پینا، سونا، پاخانہ، پیشاب تعلقات زن وشو

محبوب کے بغیر جینا دمہ کے مترادف ہے ۔ کسی زہرہ الحان کے تصور سے باتیں کرنے سے طنین[1] کا اثر پیدا ہوتا ہے ۔ کسی شمع رو کے یاد کی سرگرمی کے باعث تشنگی کی شدت ہے ۔ کسی جنت نظیر گلی کی سیر کی تیاری زکام کا باعث ہے اور کسی بدمزاج محبوب کے ہاتھوں ہونٹ کاٹنا ضرس[2] کا سبب ۔ ہونٹ کی بیماری گرمیٔ تقریر کا اثر اور زبان کا پھٹنا نالۂ دل خراش کا نتیجہ ہے ۔ غم و غصہ کھانے سے منہ کا مزہ خراب ہے اور دل کا راز زبان پر لانے سے دم گھٹنے[3] کی تکلیف ہے ۔ کھانسی کیا ہے ناصح کے جواب کا بہانہ اور منہ سے خون آنا[4] دراصل فریاد خونیں کا شاخسانہ ۔ ٹھنڈائی پینے کی وجہ سے حلق دکھنے لگا[5] ۔ اور حریرہ[6] کے لقمے ہضم نہ ہونے سے گلے میں خراش ہوگئی ۔ شوحہ[7] کی علامت ہے کہ کسی کروٹ نیند نہیں آتی ۔ اور [illegible] ہے کہ اس فصاحت کے باوجود بولا نہیں جا سکتا ۔ بادپیمائی کی مصیبت خفقان کا باعث ہے اور وصال کی طلب اور شدت کی تشنگی توام ہے ۔ ضعف دل کے باعث غشی اور کشمکش شوق کی وجہ سے ضعف دل لاحق ہے ۔ اشتہائے کاذب میں کباب جگر کھانے سے بدہضمی ہے اور کسی کی ترش روئی کی شکایت لب پر لانے سے کھٹی ڈکاریں[8] آتی ہیں ۔ رقیبوں کے رشک کی بے مزگی سے متلی[9] ہوگئی ہے ۔

---

[1] طنین : کان میں گنگناہٹ پیدا ہونا ۔

[2] ضرس : دانت کا کھٹا ہونا ۔

[3] خناق : دم گھٹنے کی بیماری

[4] نفث الدم : خون تھوکنا ۔ [5] عسر البلع : حلق سے نوالہ نہ اترنا ۔

[6] صریر : سوتے میں دانت بجنا ۔ [7] شوصہ : پہلو [illegible]

[8] جشاء حامض : کھٹی ڈکاریں آنا ۔

[9] تہوع و غثیان : متلی ہونا ۔

کا نام ہے۔ اگر بے دار رہتا ہوں تو اس لئے کہ خواب عاشق کے لئے حرام ہے[۵۱]۔ اور اگر زیادہ سوتا ہوں تو وہ درحقیقت بے خودی مدام[۵۲] کا اثر ہے۔ طول امل کا خیال ابیلیمیا[۵۳] اور خون کا جوش میں آنا ابوبلقیسیا[۵۴] کا باعث ہے۔ رقیب کا رشک بے خودی میں کابوس[۵۵] کی طرح ستاتا ہے۔ اور غنودگی ایسی ہوتی ہے گویا مست کے سر پر محتسب آ دھمکے۔ میرا آئینۂ چشم محبوب کی جلوہ گاہ ہے جس کو لوگوں نے سکتہ قرار دیا ہے۔ اور طبیبوں کی ہدایت سے گردن پھیرنا (سرتابی) تشنج و کزاز[۵۶] ٹھہرا ہے۔ ٹوٹی پھوٹی زبان میں خم زلف یار کا تذکرہ کرنا لقوہ سے تعبیر کیا گیا۔ اور روح حساس کا اعضا کی صحبت سے گریز کرنا خدر[۵۷] سے موسوم ہوا۔ شوق کی بے اختیاری میرے حق میں رعشہ ہے۔ حسینوں اور عاشقوں کی صحبت کو حسرت سے دیکھنا اور چہرے کے رنگ زرد پر یرقان کا گمان ہے۔ اور ٹھنڈی آہوں کو ضبط کرنے سے برد اطراف[۵۸] کا سماں ہے۔ غیر کے نظارے سے آنکھیں بند کر لینا میرے لئے سبل[۵۹] ہے۔ محبوب کے اُلٹے ہوئے مژگاں کا تصوّر میرے لئے شعر المنقلب[۶۰] کا اور محبوبہ کے حنابستہ ناخون کا خیال ناخنہ[۶۱] ہے اور چشم خون بار سے دل کے ٹکڑوں کا نکلنا سلاق[۶۲] ہے۔ مسلسل رونا موتیا بند اور

---

۵۱ سہر: بے خوابی کا مرض۔

۵۲ سبات: گہری نیند کہ بے حد شور سے بھی نہ اُچاٹ ہو۔

۵۳ ابیلیمیا: مرگی کی ایک قسم جو بدن کے تشنج سے پیدا ہوتا ہے۔

۵۴ ابوقلیبیا: ایک قسم کا فالج جو جسم کے دونوں حصّوں کو متاثر کرتا ہے۔

۵۵ کابوس: ایک مرض جس میں سونے والا سینہ پر بوجھ محسوس کر کے ڈر جاتا ہے۔

۵۶ کزاز: گردن کا سردی سے جکڑ جانا۔ ۵۷ خدر: اعضا کا سُن ہو جانا۔

۵۸ برد اطراف: ہاتھ پاؤں ٹھنڈے پڑ جانا۔ ۵۹ سبل: رو ہے ۶۰ شعر المنقلب: آنکھ میں بال پڑ جانا ۶۱ ناخنہ: ظفرہ آنکھوں کی بیماری ۶۲ سلاق: پلکوں کی بیماری۔

قلب کی حرارت غریبہ ہڈیوں کی جڑ تک پہنچ گئی۔ اس صورت میں دق کے آخری درجہ کا انکار جہل مرکب سمجھتا ہوں۔ روز کے بحران کا سبب محبوب کے بے وقت جلوؤں کا رنج ہے اور ہذیان کی علت غائی بے محل اداؤں کا جواب ہے۔ ایسی حالت میں جب کہ ملک الموت نے رگ جاں پر نشتر لگایا ہے، اور مسیحؑ نے " ان تعذبھم فانھم عبادک"[۱] کا نعرہ عرش بریں سے پرے پہنچایا ہے۔ غسّال نے (میری میت کو غسل دینے کے لئے) گلاب میں کافور ملایا ہے اور بڑھئی نے تابوت کا تختہ تیار کیا۔ درزی نے کفن کا گریبان چاک کردیا۔ اور معالج نے ہائے ہائے کا شور بلند کیا۔ قبر نے آغوشِ تمنا کھولی اور نوحہ گر نے زبان فریاد دراز کی۔ نماز جنازہ خواب غفلت سے زیادہ دل کشا ہے اور دعائے مغفرت نیند کی آواز سے بڑھ کر جاں فزا۔ خبردار آپ ہرگز نہ آئیں اور تلقین و استغفار کے لئے لب نہ کھولیں)۔ خدا شاعر کو بخشے، جس کا قول ہے

بیت
اگر تو مومن کے جنازے پر نماز پڑھے گا!
تو فرشتے رشک کی جلن میں اس کو (مومن) دوزخ میں
ڈال دیں گے۔

والسلام آپ کی حیات جاوید کا خواہش مند۔

بچی صاحبہ کو " الصبر عند الصدمۃ الاولیٰ"[۲] کہہ کر تسلّی دیجے اور مخلص خواتین اور بہنوں کو " من شق الجیوب فلیس منّا"[۳] سمجھا کر ڈھارس دیجئے۔ صبر نامی بوڑھی کو جو مسلمان خادماؤں میں سے ہے " ارجعی الیٰ ربک راضیۃ مرضیۃ"[۴] سنائیے اور محمود کو جو میرا اپنا شاگرد ہے " من احبی سنتی

---

[۱] اگر تو ان کو عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں۔ (قرآن) [۲] صدمہ کے آغاز میں صبر کا ثواب ہے۔ (حدیث) [۳] جو غم میں گریبان چاک کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے (حدیث) [۴] اپنے رب کی طرف لوٹ اس حالت میں کہ تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش ہو۔ (قرآن)

اور محبوب کی نیم خوردہ گزک کی خواہش میں معدہ خراب ہے۔ جدائی کے زہر آب کی جلن[۱] سے ہچکی لگی ہے۔ بکثرت غم کھانے سے مجھے ڈر ہے کہ ماساریقا[۲] کی کوتاہی ہاضمہ کی خرابی کا سبب نہ بنے۔ مذہب کے اختلاف سے اندیشہ ہے کہ سدہ اثنا عشری[۳] کو ایلاؤس[۴] کا مرض لاحق نہ ہو۔ قولنج کی یہ کیفیت ہے کہ دل کی تمنا کے باعث دل کے ساتھ ساتھ تڑپتا ہوں۔ استسقا[۵] کی یہ کیفیت ہے کہ سیکڑوں گھڑے پانی پینے پر بھی پیاسا ہوں۔ کدورت کی شکایت میں میں نے لب نہیں کھولے۔ اس لئے مثانے میں ریگ جمع ہوگئی۔ اور خون کے امتلاء کی حالت میں اگر میں نے لڑکوں کے ہاتھ سے پتھر نہیں کھائے تو پتھری کیونکر پیدا ہوگئی۔ فریسموس[۶] کی شدت حکۃ الرحم[۷] کے تصور سے اور فلق[۸] کی زیادتی رقیبوں کی . . کذا . . کے ارادہ سے وابستہ ہے۔ ملاقات کی محرومی کے باعث وجع مفاصل[۹] کا عارضہ ہے اور التفات کی مایوسی کی بنا پر عرق النسار[۱۰] کی شکایت ہوگئی ہے۔ ران کا ورم ہاتھ پاؤں تک پہنچا۔ اس حالت میں اعضائے رئیسہ کی سلامتی کا دعویٰ کرنے والے کو میں احمقوں کا سردار خیال کرتا ہوں اور

---

۱ لذع وفواق: جلن اور ہچکی۔
۲ ماساریقا: وہ رگیں جو ہضم معدہ کو جگر تک پہنچاتی ہیں۔
۳ اثنا عشری: ایک آنت کا نام۔
۴ ایلاؤس: ایک موذی مرض جس میں پاخانہ منہ سے آتا ہے۔
۵ استسقا: جلندھر . . کی بیماری
۶ فریسموس: ہوت
۷ حکۃ الرحم: رحم کی خارش۔
۸ فلق: شگاف دہن
۹ وجع مفاصل: گٹھیا۔ ۱۰ عرق النسار: راگھنی

کا فرکیشوں سے مستعار لی اور آپ کے واجب اطاعت حکم کے جواب میں زبانِ نیاز کھولی۔ معذرت سننے والے دل کو سمجھنے کی توفیق خدا عطا کرے۔

ظاہر ہے کہ میرے گوہر معانی تمام بے بہا ہیں اور میرے دُرہائے مضامین سب کے سب درِ سے حاصل ہوئے ہیں۔ میرے کلام کے خالص سونے کے مقابلے میں پرویز کا طلائے دست افشار کھوٹا ہے اور میرے سینے کے خزینہ کے سامنے خزانۂ قارون بے اعتبار۔ میرے مضامینِ رنگین نے جو یاقوت کی طرح قیمتی ہیں، رنگین لب حسینوں کے لعل لب کا بازار سرد کر دیا اور میرے قیمتی موتیوں کی چمک کے رشک نے پاک گہروں کے گوہر اشک کو غبار آلودہ بنا دیا۔

ابیات: سمندر اور کان میں میرے مضامین کا فیض پہنچا ہے کہ
ایک کے لئے موتی اور دوسرے کے لئے لعل لے جاتا ہوں۔
جیسے غریبوں کو خیرات دی جاتی ہے۔
میں وہ ہوں کہ سحبان[۱] کی فصاحت میری عبارت کی ہمسری
نہیں کر سکتی۔
اور مختاری[۲] کی زبان میری لطافت کو نہیں پہنچ سکتی۔
جو ورق کہ میرے قلم سے زینت پاتا ہے۔
اپنے بلند درجہ کی وجہ سے لوح پر خطِ بطلان کھینچتا ہے۔
ندرت کلام کے لحاظ سے میں زمانہ میں یکتا ہوں۔
اور نہ کوئی نظم میں میرا ہمسر ہے اور نہ نثر میں۔
میری بندگی کے فخر سے شروان کے شاعر کے نزدیک۔
خاقانی اور پرستاری دونوں کے معنی ایک ہیں۔

---

[۱] سحبان: عرب کا ایک مشہور فصیح۔

[۲] مختاری: ایران کا مشہور شاعر۔

فقد احییٰ سنتی من بعد امتی فساد عند امتی...

فقد امیت بعدی[1]" کا پیام پہنچایئے۔

---

(۲)

مومن دیوانہ کو کس نے چھیڑ دیا کہ تسبیح فرشتوں کے لب پر گراں ہے اور مطربہ فلک (زہرہ) خوشی کے ماتم میں نوحہ خواں ہے۔ فغاں کا غل ملائکہ کے کان تک پہنچا ہے اور فریاد کا شور آسمان کے گنبد میں گونج رہا ہے۔ زنجیر تڑا کر بھاگنے والے دیوانے کے سر پر پتھر مارنا سنگ ملامت کا نشانہ بننا ہے اور جاہل کو نصیحت کرنا عقل مندوں کے نزدیک مطعون ہونا ہے۔ دریا میں طوفان کس نے اٹھایا ہے۔ اور سیلاب کو کس نے اپنے گھر مہمان بنایا ہے۔ غم زدہ کو بزم عیش کی دعوت نہ دینا چاہیئے اور مجروح دل کے زخم پر نمک نہ چھڑکنا چاہیئے۔ مایوس بیمار کی عیادت کرنا اس کے پیالے میں زہر گھولنا ہے اور مٹھی بھر غبار کے حق میں آندھی بننا اپنے سر پر خاک ڈالنا ہے۔

بیت: کوئی ہے جو مری فریاد کو سُنے
دہائی ہے کہ میری فریاد، فریاد رس کی شکوہ گذار ہے۔

اے تغافل شعار! آپ کا عنایت نامہ خطوط کے مسودات کے بھیجنے کی تاکید پر مشتمل پہنچا اور حسینوں کی زلفوں سے زیادہ مجھے پریشان کر دیا۔ ابھی میرے قلم نے جواب تحریر کرنے کی نوبت نہ آئی تھی کہ دوسرا خط تغافل کی شکایت میں صادر ہوا۔ بے شک میں نے پیماں شکنی اور عہد کی خلاف ورزی، مسلماں دشمن

---

[1] یہ ٹکڑا حدیث کا ایک جز ہے۔ پوری حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو میری سنّت کو جو مردہ ہو چکی ہے زندہ کرے گا اس کو سو شہیدوں کا ثواب ہوگا۔ (حدیث)

بیت : بلند آسماں کے سر پر خاک کہ
اس نے مجھ جیسے عزیز کو خوار کر دیا ۔

اس اجل گرفتہ[1] نے کہ جس کے قتل سے اب تک فتنہ بپا ہے اور جس کی روح ناپاک جنات کی طرح ہل چل ڈالے ہوئے ہے ۔ اپنے مقتول ہونے سے ایک دن پہلے میری موروثی زمین جو میری نان جویں کے لئے کافی تھی سرکار ماند رپت میں ضبط کر لی ۔ اور اپنے لئے رسوائی مول لے لی ۔ چند سانسوں کی ہوا سے جو اس کو حاصل تھی اور جن کو گن گن کر لے رہا تھا ۔ اس نے دل آزاری اور ستم شعاری کی گرد بلند کی ۔ بے شک اس ظلم کی سزا میں وہ خاک میں مل گیا ۔ اور اسی ستم کی پاداش میں اسفل السافلین میں پہنچا ۔ اس کے علاوہ میں مدت سے خریدار ڈھونڈھ رہا ہوں اور گاہک کا جویا ہوں ۔ اب یارانِ مخلص اور دوستانِ خیر طلب کے مشورے سے میں نے سفر کا ارادہ کر لیا ہے اور ترک وطن و اہل وطن پر آمادہ ہو گیا ۔ سامانِ سفر کی فکر میں دن گذرتا ہے اور زادِ راہ کے حصول کے خیال میں وقت کٹتا ہے ۔ اس بنا پر اگر تحریر جواب میں تساہل ہو اور سرکش قلم تعمیلِ حکم میں سستی کرے تو میں سزاوار عقوبت اور موردِ عتاب نہ ہوں ، کیونکہ میرا عذر قابلِ پذیرائی ہے اور میرا نالہ سزاوار رسائی ۔ اور یہ کاغذ و قلم کی زحمت بھی آپ کے تعمیلِ حکم میں ہے ورنہ نقدِ سخن کی بے قدری سے لکھنے پڑھنے کا دماغ کس کو ہے ۔ میں جانتا ہوں کہ سفلہ نواز آسمان کو مجھ سے جو عداوت ہے وہ میرے سرمایہ سخن کی بدولت ہے ۔ میری تلخ کامی حد سے بڑھ گئی ۔ کلام کی شیرینی کس کام آئے گی ۔ شاید خاموشی کے شہد میری شوربختی کی تلافی کر سکے ۔ بیت : میں اپنے نفس کی شعلہ زنی سے برباد ہو گیا کاش
شمع کی طرح میری زبان سزا کے طور پر کاٹ لی جائے

---

[1] غالباً یہ فریزر کے قتل کی طرف اشارہ ہے جس کے قتل کی سازش میں نواب شمس الدین خاں کو سزائے موت ہوئی ۔

لیکن زمانے کی ناقدری اور نافہمی کے باعث کوئی میرا خریدار نہیں ہے اور میرے آب دار موتیوں کا تاریکی میں بھی بازار مندا ہے۔ میرا سامان جو بند پڑا ہے اس پر کساد بازاری کی گرد اس قدر بیٹھ گئی ہے کہ طوفان نوح سے بھی نہیں ڈھل سکتی، اور میرے آئینہ پر کس مپرسی کی زنگار اس قدر جم گئی ہے کہ صرصر عاد کا غبار بھی اس کو جلا نہیں دے سکتا۔ میرے یوسف (کلام) کو بوڑھیا کے سوت کی انٹی کے بدلے بھی لوگ نہیں خریدتے اور اس کو چاہ کنعاں سے کھوٹے سکّوں کے عوض بھی نہیں نکالتے۔ ید بیضا کے معجزے کے باوجود میں خالی ہاتھ ہوں اور دم عیسیٰ کے ہوتے ہوئے بیماری میں مبتلا ہوں۔ سامری کیش میرے صحیفہ کمال کو پسند نہیں کرتے خواہ قلم قدرت کا لکھا ہوا کیوں نہ ہو۔ اس کے برخلاف ان نا اہلوں کو جو "عجلاً جسداً لہ خوار"[۱] کے مصداق ہیں، سونے میں تولتے ہیں۔ میری موشگافی فرعون کی موتیوں میں پروئی ہوئی ڈاڑھی پر رشک کرتی ہے۔ اور میری باریک بینی سرمۂ شدّاد کی حسرت میں اشک خوں برساتی ہے۔ اس ناقدری کے باوجود میں نے کبھی ہنر کی آبرو نہیں بیچی اور امراء کی آستین سے توقعات وابستہ نہیں کیں۔ میں نے جَو کی روٹی پر قناعت کی ہے اور آسمان کے خوشۂ گندم پر کبھی نظر نہیں ڈالی۔ میری خرقہ پوشی آسمان کی اطلس کی طرف راغب نہیں ہوتی۔ اور میری خاک نشینی ذات الکرسی[۲] کا سہارا نہیں لیتی۔ لیکن کیا کیا جائے، اگر ناانصاف دنیا یہ بھی نہ دیکھ سکے اور ناقدر زمانہ بستر خاک سے بھی ایک درجہ نیچے بٹھائے۔ ایک نیا ظلم جو پرانے دشمن (آسماں) نے کیا یہ ہے کہ تھوڑی سی زمین جو مجھے والدہ سے ورثہ میں ملی تھی وہ بھی زبردستی چھین لی۔

---

۱؎ قرآن حکیم میں گوسالہ سامری کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ گوسالہ ایک پیکر تھا جس میں سے بچھڑے کی آواز نکلتی تھی۔

۲؎ ذات الکرسی: ستاروں کی ایک شکل جو کرسی نشین عورت سے مشابہ ہے۔

(۳)

سخن شناس نکتہ داں برادر گرامی (احسن اللہ خاں) کے والا نامے سے جو حقیر (مومن) کے نام تحریر فرمایا گیا یہ حکم پہنچا کہ میں اپنے مسودات جو میرے حال زار سے زیادہ پریشان ہیں، ترتیب دوں اور موصوف کی خدمت عالی میں بطور ہدیہ پیش کروں۔ نیز ان معاملات کی تازہ تحریر سے جو اہلِ زمانہ کے لئے دلچسپی کا باعث ہو اور ان مضامین سے جو سلف کی چشم باریک بیں کے لئے سُرمہ کا کام دیں، اپنے لئے سرمایہ افتخار بہم پہنچاؤں اور نکتہ سخی جو تیرہ باطن نااہلوں کے ہاتھ سے شکوہ گذار ہے اور اپنی کھوئی آبرو کی فریاد میں پیشانی پر خاک ملے ہوئے ہے، اس کا حق ادا کروں۔

مثنوی : یہ مکتوب نکتہ دانی کی بہار
اور باغ معانی کا گلستاں ہے
اس کا ہر حرف خوش نگاہوں کی آنکھوں میں
سرمۂ اصفہانی کی طرح ہمک کئے ہوئے ہے۔
ہر سطر محبوب کی زلف پرخم کی مانند
عاشق زار کی نظر کے لئے بال ہے
اس کے مضامین میں نازنینوں کی اداؤں کی شان
اور اس کے معانی حسینوں کی وفا کی کیفیت ہے

مجھ پراگندہ حواس کی پریشاں فطرتی اس کی اجازت نہیں دیتی کہ میرے مضامین پریشاں کو محبوب کی زلف پریشاں کی جمعیت بھی میسر ہو اور مجھ شوریدہ حال کی آشفتہ سری اس کی روادار نہیں کہ میرے بے نشان افکار دہانِ یار کے برابر بھی تشکیل پائیں بموجب " الولد سر لابیہ "[۱] جنون سے جو چیز پیدا ہوگی وہ

[۱] (حاشیہ پر)

مثنوی : اب میں ہنر کی طرف مائل نہیں
اور درد سر کی تکلیف سے چھٹکارا پا گیا۔
میں جانتا ہوں کہ زمانہ اب میری گھات میں نہیں ہے۔
اور مجھے آسمان کے ظلم کا اندیشہ نہیں ہے۔
جب محفل ختم ہو جائے۔
اس وقت راگ الاپنا مناسب نہیں۔
جہاں کے باغ میں خزاں آگئی ہے۔
اگر بلبل سکون سے بیٹھی ہے تو بے جا نہیں۔
میں بخوشی افسانہ سرائی موقوف کرتا ہوں۔
نصیب سو رہا ہے ایسے میں افسانہ کا کیا موقع۔
میں یہ کہتا ہوں اور اس میں کسی کو اعتراض کا محل نہیں ہے۔
بشرطیکہ اس سے میری خاموشی پر حرف نہ آئے۔

جو تقریظ میں نے گلشن بے خار یعنی تازہ تصنیف جناب مصطفٰے خاں بہادر پر لکھی ہے اس کی نقل محمود نا محمود سے کروا کر موصوف کے ذریعہ سے آپ کی خدمت عالی میں روانہ کر چکا ہوں، نظر سے گزری ہوگی اور دیدہ دانش کا سرمہ بنی ہوگی۔ نقش ونگار کا خاکہ جو میرے حصہ میں پڑا تھا اس کو حال نیا نامہ بطور تحفہ آپ کی محفل کے فیض یاب اور آپ کی بزم کے ادب شناس اصحاب کی خدمت میں پیش کرے گا۔ والسلام۔

تحریر کاغذ پر اُتارنے کا کام خدا بخش نے انجام دیا۔ جن کے قلم کی تیزی حسینوں کے خطِ رخسار کی طرح خداداد ہے، موصوف نے دادِ تحریر دی اور نکتہ سنجوں کی گردن پر بار احسان رکھا۔ چوں کہ وہ (خدا بخش) صاحبِ عقل و تمیز ہے ان کو وہ نسخہ اپنی جان سے زیادہ عزیز ہے۔ نسخہ مذکور کہیں ایسی جگہ رکھا ہے کہ خود ان کو بے جستجو دستیاب ہونا مشکل ہے۔ یہ شاید اس لئے ہے کہ وہ کج نظروں کے ہاتھوں پامال نہ ہو اور بے بصیرت لوگوں کی آنکھ کا غبار نہ بنے۔ اگر آسانی مل سکتا تو خدمتِ عالی میں پیش کرتا۔ جس دن ملا دستِ مبارک کو بوسہ دے گا اور یہ جو تحریر فرمایا ہے کہ مضامین خیالی لکھ کر پیش کروں یہ مناسب نہیں، کیونکہ سخن سازی اربابِ صدق و صفا کا شیوہ نہیں۔ اس کے ساتھ ہی آج کل میں کسی کے گیسو کے خم میں تازہ اسیر ہوا ہوں۔ اتنی فرصت کہاں کہ شانہ کی طرح موشگافی کے لئے زبان کھولوں اور تعمیلِ حکم میں کاغذ کو اپنے اعمال نامے کی طرح سیاہ کروں۔ اگر کبھی دل کو سنبھالتا ہوں اور ضبط پر آمادہ کرتا ہوں تو بدنصیبی کا شکوہ مجھے روز و شب کے دور کے حساب میں مصروف رکھتا ہے اور گردشِ کواکب سے برگشتہ بختی کا گلہ کرتا ہوں۔ نونِ سخن اور شینِ نقوش کا دائرہ خطِ پرکار کی طرح ہے (کہ گھوم کر اسی جگہ آجاتا ہوں) اور پست و بلند اشعار کے مضامین رات دن کی کوتاہی اور درازی سے مشابہ ہے۔

رباعی : کبھی کسی ماہ رو کے وصل کی حسرت آتی ہے
کبھی کسی امید میں [illegible] ہے
غرض قسمت کی بے مہری [illegible] کے باعث
مجھے مخالف آسمان سے کوئی نہ کوئی سروکار رہتا ہے۔

اس آشفتہ مزاجی کے باوجود میں نے عہد کیا ہے کہ آئندہ جو نغمہ (شعر) بھی زبانِ قلم پر آئے گا پہلے محفل والا میں بھیجا جائے گا اور جو موتی کہ خامہ گوہر افشاں سے صفحہ کے جیب و دامن پر گرے گا پہلے بزمِ عالی کے حضار کے سر پر

صرور دشت گمنامی میں آوارہ گرد ہوگی۔ جاننا چاہیئے کہ آج دیوانوں کی بڑ کے بارے میں کوئی کتاب موجود نہیں اور باہمہ شورش تلخ کامی فرہاد کے کلماتِ شیریں کا کوئی نسخہ دستیاب نہیں۔ وادیٔ عشق کے دیوانے سمندر کی ناپیدا کنار موجوں کا ساجوش رکھتے ہیں اور بزم عشق کے ہرزہ سرا دانائوں کی بے سود نصیحتوں کو خاطر میں نہیں لاتے۔ دیوانوں کے کلام کا سلسلہ دائرہ ہائے فلک کے خطوط کی طرح آغاز و انجام سے بے نیاز ہوتا ہے اور وحشیوں کی بات قید تحریر سے آزاد ہوتی ہے۔

رباعیات: میرے نقوش فیض کے خطوط کی طرح تحریر سے آزاد ہیں
اور میرا کلام حسینوں کے دہن کی طرح معدوم
میرا ہر نکتہ نقطہ کی طرح فرضی ہے۔
کہ میں جانتا ہوں کہ ہے اور نہیں بھی ہے
ہم نے سینکڑوں باتیں کیں مگر بے ربط
ہم نے ہزاروں نقوش بنائے لیکن ایک بھی نہ بن سکا
ہو نہ ہو اس بادِ بہار میں صرصر کی کیفیت تھی کہ
پھول مرجھا گئے اور گل دستہ تیار نہ ہو سکا۔

خاطر والا پر یہ امر روشن ہے کہ جو کچھ میرے قلم نے لکھا وہ خط پیشانی کی طرح حک و اصلاح سے بے نیاز رہا اور جو کچھ میری رائے ناقص میں آیا اس کو قلم آشفتہ رقم نے بے غور و فکر تحریر کردیا۔ پہلی تحریر کی تست دل پر اتنی گراں تھی کہ دوبارہ تحریر کرنے کو مصیبت خیال کیا۔ کبھی کبھی نواب عالی جناب (مصطفےٰ خاں شیفتہ) کی محفل میں کوئی پھڑکتا ہوا مضمون خیال میں آیا اور کوئی کاوش خاطر ظہور میں آئی تو ان آب دار موتیوں (اشعار) کو قید تحریر میں لانے اور ان نقوش روشن کو

---

(بقیہ حاشیہ ص      ) بیٹا اپنے باپ کا بھید ہوتا ہے۔ اپنے کلام کو فرزند قرار دیا ہے۔

حکم رکھتی ہے ایسا شخص " انہ، لقسم لو تعلمون عظیم "[۵] کے معنی کا احترام کرتا ہے اور دروغ حلفی اس کے پاس نہیں آسکتی۔ مجھ ناکام پر افسوس ہے کہ ان امور کے باوجود سخن سنجی کا حق ادا نہیں کرتا اور جس مضمون کے تیار کرنے کا حکم ہوا ہے۔ اس کو تحریر کر کے قلم و کاغذ کو زیر بار احسان نہیں کرتا۔ نہ جانے میں نے روز جزا کے لئے کیا جواب سوچا ہے اور " اما من استغنی "[۵۲] کا کیا مفہوم سمجھا ہے۔

رباعی : اسے وہ کہ میرے علم میں عقل بھی تیری دانش کی ہمسری نہیں کر سکتی۔
تو جانتا ہے کہ کوئی پاس و حرماں میں میری مثل نہیں۔
دل تیرا حکم مانتا ہے اور میں تیرا غلام ہوں
لیکن کیا کروں کہ دل میرے کہنے میں نہیں۔

مجھ تیرہ باطن کی بدحواسی اس کی روادار نہیں کہ کوئی تحریر اطمینان خاطر کے ساتھ تیار کروں اور مجھ گنہ گار کی پریشان خاطری اجازت نہیں دیتی کہ دل پسند مطالب کو ترتیب دوں۔ اس خط کے مضامین کی بے ربطی میرے دعوے کی گواہ ہے اور الفاظ کی صورت کی بدنمائی میری عذر خواہ۔ نکتہ شناس جانتے ہیں کہ اطمینان خاطر کے بغیر دل نشین نکتے نہیں سوجھتے اور عالی نظر سمجھتے ہیں کہ کافی غور کے بغیر شاہد معنی کا چہرہ (چشم آفتاب ہی کیوں نہ ہو) دکھائی نہیں دیتا۔ بے تکلفی کی حالت میں شاعرانہ تکلف بن نہیں پڑتا اور انتشار خیال کے عالم میں نادر مضامین نہیں سوجھتے۔ جب تک شاعر محو حیرت نہ ہو اس وقت تک الفاظ کی صفائی بغیر کسی دقت کے میسر نہیں ہوتی اور جب تک وہ اپنی خودی

---

۵۱ بے شک یہ بڑی قسم ہے کاش تم جانتے۔ (قرآن)

۵۲ جو شخص بخل کرے اور (حق سے) بے نیازی برتے اور اچھے دین کو جھٹلائے تو ہم اس کے لئے دشواری کی راہ (دوزخ) کو آسان کر دیں گے۔ (قرآن)

پنچھا ور کیا جائے گا۔

مصرع : میرے دلِ بے قرار کی قرارداد یہی ہے

شہاب الدین نامی جو غفور خاں کے بچوں کی تعلیم کے لئے وہاں رہتا ہے عرصہ تک حقیر کی صحبت میں رہا۔ جس زمانے میں وہ مجھ سے پڑھتا تھا میں نے حسینوں کی بے وفائی اور کج ادائی کے بیان کی تمہید میں کچھ اجزا لکھے تھے وہ ان کو اُڑا لے گیا۔ جو کوئی اس ناقدر ظالم صیاد کے چنگل سے ان اجزا کو حاصل کرے گا۔ گویا مطالب شوخ کو گھاٹ میں بیٹھے بغیر اپنے دام میں لائے گا۔

والسلام

---

(۴)

وہ غریب کس قدر خوش نصیب ہے جو برادر گرامی کے عنایت نامہ کی آمد سے خوش ہوا۔ اور وہ نیاز مند کس قدر خوش بخت ہے جو تعمیل فرمان کے لئے مامور ہو۔ بہ خدا اگرچہ بندہ ادائے شکر سے معذور ہے، پھر بھی معذور نہیں۔ اور اگرچہ کام کو سرانجام دینے سے مجبور ہے، لیکن مجبور نہیں۔ انجان بننا حق ناشناسی ہے اور کاہلی کرنا ناشکری۔ خصوصاً جب کہ مومن صلہ رحم واجب جانتا ہے اور آیت " اولی الامر منکم[1] " عقیدت کے ساتھ پڑھتا ہے۔ جو کہ عہد و پیمان باندھ چکا ہو اور اس خاک پا کی قسم کھا کر تاکیدی وعدے کر چکا ہو۔ جو راست بازوں کے لباس کے لئے عبیر اور آسمان کی آنکھوں کے لئے سرمہ کا

---

[1] اللہ کی، رسول کی اور اپنے حاکموں کی اطاعت کرو۔ (قرآن)

کے پستہ دہن سے تشبیہ کے طور پر بھی پستہ لینا پسند نہیں کرتا۔ ایسی حالت میں کیا کروں اور کس کی فرمایش کی تعمیل کیوں کر کروں۔ دل ہاتھ سے دینا اور دل پر ہاتھ رکھنا (صبر کرنا) محال ہے۔ کس کے انتظار میں لگے رہنا اور کہیں بھی اپنے کو قابو میں رکھنا محض خیال ہے۔ میں ہوں اور آنسوؤں کی جھڑی۔ ایسی صورت میں عبارت کی سلاسل کا کیا ذکر۔ دل ہے اور ہمہ وقت اضطراب، شوخی و اشارات کی کسے فکر۔ نادر مضامین کس کام کے جب کہ ایک آشنا بیگانہ سے کام پڑا ہے اور مضمون دل کشا سے کیا فائدہ جب کہ ایک محبوب صیاد نے دراز دستی اختیار کی ہے۔ کسی کے قامت کے الف نے میرے خیال کی قوت زائل کر دی ہے۔ ذالک الکتاب کا نقش لوح دل پر کیوں کر جمائیں اور کس کی نگاہ کانوں دل میں چٹکیاں لے رہا ہے۔ پس میں "والقلم وما یسطرون"[1] کیا جانوں۔

بیت: جب سے میں نے محبوب کے عشق کا نقشہ جمایا
اس کے قد کی یاد میں قلم توڑ دیا۔

---

## (۵)

(ایک خط جو دیباچہ تقویم کے ساتھ شامل تھا)

مومن سیاہ روز بدبخت کے قلم کی تگ ودو کامیاب ہوا اور نگوں طالع دوات کی سرمہ آلود آنکھ تیرہ بختی کا منہ نہ دیکھے۔ آج میں ایام گذشتہ کی محرومی کی تلافی پر آمادہ ہوں۔ یقیناً میرا ستارہ پستی سے اوج کی طرف مائل ہے۔ ضائع شدہ

---

[1] قسم ہے قلم کی اور اس کی جو کچھ لکھتے ہیں۔

نہیں کھوتا۔ زبان سخن گوئی پر اور سخن زبان پر نہیں آتا۔ اگر آپ تجاہلِ عارفانہ سے کام نہ لیں۔ تقلیب[1] اور حسن تعلیل[2] کی طرف توجہ نہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ مضامین کے جواہرات کا جڑنا کس قدر دشوار ہے اور سپیدی و سیاہی کا تقابل کتنا مشکل ہے۔ پوشیدہ مضامین کا نام بے ہودہ گویوں کے بس کا نہیں کہ اگر بے وقوف لوگ لف ونشر غیر مرتب[3] سن پائیں تو اس کی قسمیں کرنے بیٹھ جائیں اور لغو گویوں کی تخیل نہیں ہے کہ اگر تجنیس ناقص[4] کا نام زبان پر آئے تو ہر کس وناکس اس کا حق ادا کر سکے۔ دراصل مراعات النظیر[5] وہ ہے کہ معانی کی رعایت ہی بے نظیر ہو اور تنسیق الصفات[6] وہ ہے کہ مترادف الفاظ کی زینت سے دل پذیر ہو۔ جو لوگ مہمل کو لزوم مالایلزم[7] سمجھتے ہیں اور بے معنی عبارت کو ذو معنی خیال کرتے ہیں وہ ادنا کوشش سے سو ورق لکھ سکتے ہیں۔ اور ایک سانس میں سو راگ الاپ سکتے ہیں۔ ان کے برخلاف میں کنایتاً بھی دوسروں کے مضمون کو مستعار لینا عیب جانتا ہوں اور شیریں لبوں

---

۱ تقلیب : بات لوٹ دینا۔

۲ حسن تعلیل : کسی چیز کی اصل وجہ کے علاوہ کوئی دوسرا سبب خوبی کے ساتھ بیان کرنا۔

۳ لف ونشر : عبارت یا نظم کے ایک ٹکڑے میں کچھ الفاظ لائے جائیں اور دوسرے میں ان کی مناسبت سے دوسرے الفاظ استعمال کیے جائیں۔ اگر وہ الفاظ با ترتیب ہوں تو اس کو مرتب ورنہ غیر مرتب کہیں گے۔

۴ تجنیس ناقص : دو الفاظ کا شکل میں اس طرح مشابہ ہونا کہ ایک میں کچھ حروف زائد ہوں اور دوسرے میں کم۔

۵ مراعات النظیر : کسی ایک سلسلہ کے مناسب الفاظ استعمال کرنا۔

۶ تنسیق الصفات : ایک موصوف کے لئے کئی صفات بیان کرنا۔

۷ لزوم مالایلزم : کسی ادیب کا اپنے لئے کوئی قید لازم کرنا جو لازم نہ ہو۔

خیال ۔ مجھ کو آسمان کی طرح شرم و خجالت سے سرنگوں ہونا چاہئے کہ اس تیز نگاری کے باوجود میں کیوں تحریر پر مائل نہ ہوا ۔ ناہید وش حسینوں کے غم کی بے حواسی کا عذر قابل قبول نہیں کہ اس کے باعث ایک مہر لقا ، برجیس شیم (مکتوب الیہ) کی محبت سے کنارا کرتا ۔ معاذاللہ کہ ایسا ہوا در استغفراللہ کہ یہ امر وجود میں آئے ۔ شوق حوصلہ شکن نے (کہ میرے بے لکھے ہوئے خط کا کوئی جواب تھا) مہلت نہ دی ۔ یہاں تک کہ حالات کی تبدیلی انقلاب زمانہ تک منتہی ہوئی ۔ اور کاہش پیہم نے میرے وجود کے بدر منیر کو آخری مہینہ کا ہلال بنا دیا ۔

قطعہ : آفتاب کارد و قبول درکنار ، میرے دل کو مایوسیوں کے ہجوم نے جلا دیا ۔

میری تاریک رات اس قدر سیہ تاب ہے کہ چاند بھی اس کی برابری نہیں کر سکتا ۔

میرے شوق بے حد کے طالع کی نارسائی سے

شام غم میں میرا نالہ برسوں میں بھی سحر تک نہیں پہنچ سکتا ۔

آمدم برسر مطلب ۔ حرف اشتیاق کی ابتدا و انتہا خط پرکار کی طرح ایک ہی ہے ۔ ورق کی وسعت میں قلم کی ہرزہ تازی اتمام دور فلک کی طرح کم و بیش ہے ۔ لہٰذا اوضاع فلکی[1] کے آثار بیان اور اس طریقے سے اپنی آوارگی اور سرگردانی کا اظہار کرتا ہوں ۔ اس زمانے میں جب کہ ارباب فضل و ہنر کی سربلندی سُہا[2] کی طرح کم ہے ۔ اور دانش مندان عالی منزلت کا اوج بلندی کی جانب نارسا ہے ۔ درویشان باکمال کا کوکب بخت نصف النہار تک نہیں پہنچتا اور عالی ہمت قدر شناسوں کا اختر طالع جود و سخا کے حدود تک منتہی نہیں ہوتا ۔

---

[1] اوضاع فلکی : آسمان کے حالات

[2] سہا : ایک چھوٹا ستارہ

زمانے کی مکافات کے خیال میں عمر بسر کرتا ہوں۔ ہو نہ ہو میرا کوکب ہبوط[۱] سے شرف[۲] کی جانب متوجہ ہے۔ قلم پرکار کی طرح اپنے گرد طواف کرتا ہے اور صحیفہ آسمان کی طرح فضائے گلشن کو شرمندہ کرتا ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ میں فلک اعظم قدر و منزلت۔ عطارد فطرت۔ برجیس خصلت۔ مرکز دائرۂ حکمت و دانش وری قطب معدل النہار[۳] خوش بختی و برتری۔ بدر منیر۔ زہرہ سیما۔ خورشید ضمیر، عیسیٰ رائے۔ فرید عصر۔ وحید دوراں۔ حکمت مآب۔ احسن اللہ خاں کو خدا کرے موصوف کی ترکیب عناصر۔ اجرام عناصر کے امتزاج کی پراگندگی تک دنیا کے خاتمہ تک (اعتدال طبیعی کے ساتھ صحت مند رہیں) نامہ رقم کر رہا ہوں اور ظالم آسماں کی بے دادی کی شکایت لکھ رہا ہوں کہ جس کی بدولت ایک زمانۂ دراز تک نصف الملاقات کی مسرت خمسۂ مسترقہ[۴] کی طرح حسرت و حرماں اور تغافل نمایاں میں گم ہو کر رہ گئی۔

(اس کے بعد کی چند سطروں کا مفہوم واضح نہیں ہوا)۔

ہے ہے میں کیا لکھ رہا ہوں۔ اگر اس داستان کا ایک حرف بھی بیان کروں تو میری زبان قطع ہو جائے۔ اگر عقل اول سے بھی اس واقعہ کو سن کر بیان کروں تو سعد اکبر[۵] مجھے نحس اصغر[۶] کی پستی میں پہنچائے۔ اس ثریا مرتبت کا ہم اہل زمین کے حال پر نظر نہ کرنا محال ہے۔ اور اس مہر جلوہ کا سطح خاک پر سایہ ڈالنا محض

---

۱۔۲ ہبوط: کسی کوکب کا کسی خاص درجہ سے نیچے آنا۔ یہ شرف کی ضد ہے۔

۳ معدل النہار: ایک دائرہ ہے جو مشرق سے مغرب کی طرف آسمان کی تنصیف کرتا ہے۔

۴ خمسۂ مسترقہ: سال شمسی میں ۳۶۵ دن ہوتے ہیں مگر متاخرین نے ہر مہینہ کو تیس روز کا قرار دیا ہے اور بقیہ پانچ روز کو آخری ماہ میں بڑھا کر حساب پورا کر لیتے ہیں۔

۵ سعد اکبر: مشتری = یہ سب سے مبارک ستارہ۔

۶ نحس اصغر: مریخ = چھوٹا منحوس ستارہ

(۶)

دربارۂ اطلاع وعدہ خزانچی متعلق بہ ادائے زرسالانہ

خامۂ اشک بار ... تی برہ ... تا ہے اور نامہ گوہر نثار مسند قیصر خاقان کی ہمسری کو سرشان سمجھتا ہے کیونکہ یہ نامہ ... اور سراپا احسان کے نام نامی سے منسوب ہے۔ مضامین دل ... مند کے قیمتی موتی اور مضامین بلند کے خوش رنگ یاقوت ... ن اللہ ... (جو ... ماسئے زماں اور یگانہ روزگار ہیں) کے سر مبارک پر نثار کرتا ہوں۔ یہ نہ سمجھیں کہ میرے دُرہائے ناسفتہ دریائے عمّان کی بھیک ہیں اور یہ خیال نہ فرمائیں کہ میرے گوہر ہائے درخشاں ابر نیساں کی دین ہیں۔ جو دعا کہ تہہ دل سے جوش مارتی ہے بے زبان صدف سے نہیں بن پڑتی اور جو صنع کرتا تیر کو جھوٹے موتی اور ٹھیکری کے داموں بیچتی ہے۔ معدن ہی کو زیب دیتی ہے۔ قبولیت کو خوشخبری ہو کہ سینہ کے خزانے سے گنج شائیگاں (دعا) با... ... تا ... ... مدعائے خالص کا طلائے دست افشار میرے لب و زباں سے اس کے ہاتھ آیا۔ یا الٰہی جب تک سونا کان سے نکلے مکتوب الیہ عقدہ کشائی کی مسند پر متمکن رہے اور جب تک سیمیں بروں کی چاندی (روشن چہرہ) سے بے سر و سامان عاشقوں کا کام بنتا رہے۔ مخلوق کے رشتہ امید کی گرہ ممدوح کے ہاتھ کی جنبش کے بغیر نہ کھلے۔

ہنڈی بذریعہ عنایت نامہ موصول ہوئی۔ سیمیں بروں کے وصال سے محروم رہنے والے کے لئے دل فریب تسلیت کا باعث ہوئی۔ کنج گنج کے خزانچی کو بھیجی ... کہتے ہیں کہ وہ سر تسلیم ہلاکر اور خندہ دنداں نما کرکے یوں گویا ... تہی دستی کے سوا اور کوئی عذر نہیں رکھتا اور اس بے زری کے ہوتے ہوئے ادائگی زر کی بات کیوں کر زبان پر لاؤں۔ کیونکہ اگرچہ خزانہ کی چھت بام فلک سے بھی عالی ہے۔ مگر اس کی وسعت جوف فلک سے زیادہ خالی ہے۔ اگر فرمائیں

نکتہ رسانِ معنی یاب کے اصرار پر چند سطریں بیت الشرف (برج حمل) اعظم کے تحویل[1] کے زمانے کے استخراج کے بارے میں تحریر کرتا ہوں۔ ... دانانِ سلف اور منجمین قدیم کے فن کی از سرِ نو بنیاد رکھتا ہوں۔ اس حد تک کہ ... میری ہنرمندی کے رشک کی آگ سے تب و تاب میں ہے اور عرفی اپنے قول

بیت : جب میں احکام کو اک رقم کرنا چاہتا ہوں
تو مشتری میرے دبیر کے سامنے ادب سے دوات لے کر
حاضر ہوتا ہے۔

کی شرم سے آب آب ہے۔ حریفانِ عیوق[2] کمال نے ہر ہر موقع پر میری خرد آفرینی کی داد دی ہے۔ اور یارانِ فرقدان[3] خیال نے بارہا میری تعریف میں زبان کھولی ہے۔ لیکن جب تک جناب کی زبانِ معجز نظام سے تحسین کا جملہ نہیں سن لیتا اپنی سعی کو لائقِ اعتبار نہیں سمجھتا۔ اور جب تک وہ (سعی) آں محترم کی خاطرِ ... ودقیق یاب کو پسند نہیں آتی۔ راقم انصاف طلب اس کو پسند ... ٹھہراتا۔ اس بنا پر ان سطروں کا ارسال خدمت والا کرنا لازم آیا۔ خدا کرے کہ طبع ثواب قرین کی قدر دانی روز افزوں رہے۔

---

[1] تحویل : کسی سیارے کا ایک برج سے دوسرے برج میں منتقل ہونا۔

[2] عیوق۔ ایک سرخ اور روشن ستارہ۔

[3] فرقدان : دو ستارے جو قطب شمالی کے قریب ہیں۔

(۷)

دوبارہ اظہار ناسازیٔ مزاج وطلب حب مسکین نواز
کشتہ زر و مشک خالص ۔

یارب میری بیماری کی فریاد میں اثر ہو اور چارہ فرما تغافل کیش برادر گرامی کو میرے حال زار کی خبر ہو۔ نہیں نہیں۔ محض خبر سے کیا فائدہ اور محض علم ہونے سے کیا نفع۔ تاثیر کے لئے قبول شرط ہے اور یہ ٹھہرا محال۔ شاید کبھی طالع رسا مجھے اس آستانے تک پہنچائے اور آسمان دادخواہوں کی طرح مجھے اس گلی میں لے جائے۔ ورنہ پرسش غائبانہ کے لئے لب کھولنا عقل سے بعید معلوم ہوتا ہے اور تدبیر و علاج کو تحلیل کے ذریعہ عمل میں لانا نازک انگلیوں کو زحمت دینا ہے۔ دوا بھیجنا تو ایک طرف، کاغذ کا پرزہ بھی نہ آیا۔ معجونوں اور گولیوں کا لکھنا تو درکنار عیادت نامہ بھی نہ بھیجا۔ اے چارہ ساز۔ حب مسکین نواز اسم بے مسمیٰ کیوں ہے اور کشتہ سیم وطلا اکسیر و کیمیا کی خاصیت کیوں رکھتا ہے۔ انتظار سے جان لبوں پر آگئی اور شور اشتیاق سے دل خاک میں مل گیا۔ اگرچہ میں نے روپے پیسے کو مٹی کے برابر کر دیا ہے۔ لیکن صحت کو مجھ پر رحم نہیں آتا۔ ناچار محرومی کی آگ میں جلتا ہوں۔ حسرت سے کب تک نبھاؤں آخر مجھ میں نیم جاں کے سوا کیا ہے۔ ہر چند ایک دو سانس سے زیادہ باقی نہیں، لیکن علاج کی آرزو میں اس کو عمر خضر کی برابر سمجھتا ہوں۔ اگر آپ طلائے کشتہ نہیں بھیجتے تو مجھے درد انتظار میں کیوں ہلاک کرتے ہیں۔ اگر آپ کی گولیاں مسکیں نواز ہیں تو مجھ سے بڑھکر مسکین کوئی نہیں کہ میں اپنا نقد دل و جان سیم بروں کو دے چکا ہوں اور اشک یاقوت رنگ کا سیلاب آسمان فیروزہ رنگ کو بھیج چکا ہوں۔ الغرض ۔

قطعہ :　　میں مشک تتار کی طرح

تو آنسوؤں کی چاندی جو بے سروسامانی پر میری آنکھوں سے جاری ہے آپ کی آمد پر نثار کروں۔ اور اگر منظور ہو تو نقدِ دل افلاس کی ٹکسال سے ڈھال کر خدمت میں پیش کروں ورنہ اتنی مہلت دی جائے کہ کاسۂ گدائی لے کر خدا کے لئے کچھ مل جائے، کہ گردشِ روز میں ہر دوکان سے رقم فراہم کروں اور مینا پر اپنے داغ کی طرح جو گردشِ مہر و ماہ سے آسمان نے میرے دل کو دیئے ہیں۔ ایک ایک کر کے آپ کے خدام (مراد خود احسن اللہ خاں) کے مصارف کے لئے حاضر کروں۔ اگرچہ ادھار کی امید میں نقد کو چھوڑنا بے وقوفی ہے۔ لیکن کیا کیا جائے کہ یہ چاندی (آنسو) سیمیں رخساروں کے فراق میں میرے پاس اس سے زیادہ ہیں۔ مجبوراً ادھار پر روز اور اس کے وعدے پر جو یاقوت لب حسینوں کے عہد و پیمان سے زیادہ دل فریب ہیں، گزارتا ہوں۔

چند الفاظ جو آپ نے اپنے خط میں تحریر فرمائے ہیں ان میں میرے بے ریا اخلاص پر حرف گیری کی گئی ہے۔ جناب نے تحصیل میں جو زحمت اٹھائی وہ میری سپاس داری اور شکر گزاری سے بالاتر ہے کہ میں ظاہرداری کی رسم سے ہزاروں کوس دور ہوں اور ادائے حقوق پر مجبور۔ ظاہر ہے کہ نقد دل و جان تک مجھے عزیز نہیں اور درہم داغ سے لے کر قرص آفتاب تک سب میری نظر میں یکساں ہیں۔ ہاں اگر مجھے کسی چیز کی طمع ہے تو وہ یک دلی اور یکتائی ہے۔ اگر میں کوئی چیز لینے کے قابل سمجھتا ہوں تو وہ جنس محبت و آشنائی۔ آپ کے کرم سے توقع ہے کہ الفاظ بے تکلفانہ تحریر فرما کر مجھ پر احسان کریں اور ایسے کلمات جو یک جہتی کے منافی ہوں دوبارہ زبان قلم پر نہ لائیں۔ جو الفاظ کہ اپنی نسبت شایاں سمجھیں ان کو تحریر کر کے اس مخلص کو بھی ممنون فرمائیں۔

والسلام

صاحبان نے بھی فرمایا کہ ایک مہینہ کا سود دینے میں چنداں نقصان نہیں۔ لیکن اتنا ہے کہ اگر حسب سابق غلط وعدے کئے اور ایک ماہ کے بعد روپیہ وصول ہوا تو بڑا نقصان اور نادانی اور دیوانگی کی دلیل ہے۔ اس صورت میں حساب کے بعد جو کچھ نفع و نقصان نکلے اس کو ادھار پر نہ ٹالا جائے۔ تھوڑا عرصہ ہوا کہ میں نے ایک دو خط خدمت عالی میں بھیجے تھے شاید پہنچے ہوں۔ لیکن چونکہ ان کا کوئی حوالہ نہ تھا اس لئے خیال ہوتا ہے کہ قاصدوں نے تلف کر دیئے ہوں گے۔ اگر پہلا خیال صحیح ہے فبہا ورنہ مطلع فرمایئے کہ دوبارہ ان کی نقل لے کر خدمت والا میں روانہ کروں۔

والسلام

---

(۹)

بہ مضمون سابق سال دوم

گرامی برادر۔ قرارداد یہ ہے کہ جب آفتاب برج اسد[۵۱] میں آئے تو ایک اشرفی نواب صاحب کے خزانے سے خاکسار کو ملے۔ اب جب کہ آفتاب برج سرطان[۵۲] میں ہے اور ادائگی میں زیادہ عرصہ نہیں۔ آپ کی عنایت سے خواستگار ہوں کہ آپ کا آدمی خزانہ عامرہ سے خزانہ دہلی تک (جو ایک ڈگری سے کم ہوگا) جائے۔ اگر آپ اجازت دیں تو رسید لکھ دی جائے۔ چونکہ اگر پارسیوں کے حساب سے شمار کیا جائے تو وہ (آفتاب کے) برج سنبلہ[۵۳] میں تحویل کرنے تک پہونچے گا۔

---

۵۱ برج اسد: پانچویں برج کا نام ہے جس میں آفتاب ماہ جولائی میں تحویل کرتا ہے۔

۵۲ برج سرطان: چوتھے برج کا نام ہے جس میں آفتاب ماہ جون میں تحویل کرتا ہے۔

۵۳ برج سنبلہ: چھٹے برج کا نام ہے جس میں آفتاب ماہ اگست میں تحویل کرتا ہے۔

حب مسکیں نواز اور کشتہ طلا چاہتا ہوں۔
اگر آپ ان کو بیچنا پسند کریں تو میں اپنے دیدہ تر سے
گوہر آب دار مانگوں
اگر آپ مفت بخشیں تو خدا سے
شکر و سپاس کی زبان طلب کروں
اگر اس پر بھی آمادہ نہ ہوں تو اس مشک بار تحریر سے
ہمت شکن جواب چاہتا ہوں
میری خواہش ہے کہ وہ (دوائیں) موت سے پہلے مل جائیں۔
یعنی وقت پر مجھے پہنچ جائیں
نہ کہ شمع کے دھوئیں اور پھول کے زیرے کی طرح۔
ان چیزوں کو قبر کی زینت کے لئے مانگتا ہوں
دوا ملے یا جواب۔ جو کچھ بھی آپ دیں
انتظار سے خالی چاہتا ہوں

---

(۸)

دربارۂ تاکید زر سالانہ از خزانہ نواب
فیض محمد خاں بہادر

گرامی برادر مہربان، برادر نواز، افلاطون دانش آب احسن اللہ خاں (اللہ ان کی صورت اور سیرت کی طرح ان کا مآل بخیر کرے اور مجھے ان کی ملاقات نصیب کرے) عنایت نامہ مل کر باعث مسرت ہوا۔ تعمیل حکم میں میں نے رسید لکھ دی۔ فطری احسان کا اقتضا یہ ہے کہ روپیہ جلد بھیجا جائے چچا جان

(۱۱)

رباعی : مومن تجھے کیا ہوا کہ تیرا رنگ زرد ہے
تیرا دل جلا ہے جو ٹھنڈی سانسیں لے رہا ہے
یہ دل خراش نالہ درد کے بغیر نہیں ہو سکتا۔
بے شک تیرے دل میں درد ہے اور سخت درد۔

شوق زیارت کا مواد روشنائی کے مغز فلوس[1] کے تلیین[2] سے خارج نہیں ہو سکتا، اس کا کیا علاج کیا جائے اور حسرت دیدار کے پیچ و تاب کی آنتوں کے سدّے دل کشا تقریر کے سقمونیا[3] سے دور نہیں ہو سکتے، کیا تدبیر ہو۔ دل میں خون جوش مار رہا ہے مکتوب کے برص[4] کا علاج نہیں۔ میری انگلیوں کی پوریں حرکت مذبوحی[5] کر رہی ہیں۔ قلم میں جنبش شریانی[6] کیوں کر آئے۔ بے فائدہ ہزیان سرائی کرتا ہوں۔ جمعہ کی شام شہر لورماہ الہٰی کو ایک شعلہ رو کے عشق کی حرارت غریبی[7] نے حرارت غریزی[8] کو مشتعل اور شوق وصال کے خیال نے ان رونگٹوں کو جو بدن پر کھڑے ہو گئے تھے، مشتعل کیا۔ میرا حال پریشاں کسی زلف پریشاں کے خیال میں درہم برہم ہو گیا اور اعصاب کے تشنج کی وجہ سے قدان ابروؤں کی یاد میں جنہوں نے محراب کعبہ کو شرمندہ کیا تھا، کمان بن گیا۔ دوران سر نے گنبد دوّار (آسمان) کی گردش کا ستم یاد دلا دیا۔ کسی شکرلب کے وصال کی ناکامی نے زہر ہلاہل کی تلخی کے دعوؤں کو خاک میں ملا دیا۔ تپ لرزے

---

[1] مغز فلوس : املتاس۔ یہ دافع قبض ہے۔
[2] تلیین : دست آور دوا دینا
[3] سقمونیا : مسہل لانے والی دوا
[4] برص : کوڑھ

(باقی حاشیہ صہ آئندہ پر)

امیدوار ہوں کہ میری درخواست کی تخم ریزی پھل لائے۔ اگرچہ عملہ کا کدورت آگیں اور شورش پسند دل بنجر زمین کی طرح ہے (خدا کرے کہ وہ ویران ہی رہے)

والسلام

---

(۱۰۱)

فلک شکوہا۔ عرصہ ہوا کہ آپ نے اپنے عاجز بھائی کو پیغام سے یاد نہ فرمایا اور اس کے کلاہ گوشۂ فخر کو عرش تک نہ پہونچایا۔ بے گناہی کے باوجود میں ناقابلِ معافی جرم اپنے اوپر اوڑھے لیتا ہوں۔ آخر بے وجہ شرمندگی کا کچھ علاج ہونا چاہیئے۔ میں آپ کی پرسش کا مستحق ہوں۔ خود رفتہ سے بے اعتنائی روا نہیں اور خود فراموشی سے تغافل زیبا نہیں۔ یگانگی کے ناز پر مجھے جو شرمندگی ہے وہ کب تک میرے وجود کو گھلاتی رہے گی! اور یک دلی کے دعوے کا انفعال کب تک میری پیشانی کو (جسے آپ کے آستانے کی خاک سے مل چکا ہوں) پسینہ سے تر کیے رہے گا۔ میں جو التفات کا خوگر رہا ہوں بالقصد فراموشی پر کیسے صبر کروں اور اس نیم جانی میں وفا کے فریب کھائے ہوئے دل کو کیونکر دھوکا دوں۔

مصرع: کبھی بھول کر تو وفا کی راہ پر بھی چلنا چاہیئے تھا۔

تقویم کے دیباچے کا مسودہ حسب معمول ارسال خدمت ہے اگر پسند آئے تو مجھے آفتاب پر شرف حاصل ہوا اور میں فخر سے اپنا پاؤں زحل کے سر پر رکھوں۔ والسلام۔ یارانِ جلسہ کو بھی سلام۔

---

دمِ عیسیٰ سے بڑھ کر سیراب تھے اپنے لعل لب اور دردنداں پر نچھاور کئے۔
جب میں نے سُنا اور اس کے مفہوم سے آگاہ ہوا تو میں نے جانا کہ دردمندانِ محبت کی بے خودی گویا آپ میں آنا ہے۔ اور وحشیانِ عشق کی ہرزہ سرائی بڑے بڑے دانا چارہ گروں کی باتوں پر خطِ نسخ کھینچتا ہے۔ ورنہ اس بے خبری کے عالم میں کہ مجھے خود اور خدا میں امتیاز نہ تھا۔ میری فریاد، یا صنم یا صنم، کیا معنی رکھتی تھی۔ اس بدحواسی میں جب کہ دوست اور دشمن میں تفریق ممکن نہ تھی۔ میری طعنہ گو زبان نے عاشق کُش طبیبوں کو ملک الموت کیوں کر سمجھ لیا۔

بہرحال اس (تحریر) کو جناب حکمت سرشت فلاطونِ فطرت (حکیم احسن اللہ خاں) کے ملاحظہ کے لائق جان کر محفل والا میں بطور تحفہ ارسال کرتا ہوں، اور اس حیلے سے دو تین گھڑی کے لئے بے تابیٔ دل کا علاج مقصود ہے۔

بیت: تیری عمر دراز ہو۔ ہم نے اجل سے جان واپس لے لی
اور عشق کی طرح از سرِ نو زندگی اختیار کی۔

والسلام

---

(۱۲)

ستم رسیدہ بھائی کی دادرسی کرنے والے سلامت۔ دو روز گذرے کہ میں نے زر [illegible] وصول کرنے کی درخواست کی تھی اور مجھے یقین ہے کہ آج کل میں میرے جواب میں عنایت نامہ باعث دل نوازی ہوگا۔ لیکن شریکوں کے تقاضے اور بدگمانی کے ظلم کا کیا علاج ہے۔ وہ کہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اتنی کش مکش کے باوجود اس (مؤمن) نے ناکسی و خواری کی وجہ سے ابھی تک طلب نہیں کیا۔
اس نافہمی پر افسوس ہے کہ برادر قدر شناس (احسن اللہ خاں) کو مرتبہ [illegible] نہیں

نے اعضاء کو ایسا جھنجھوڑا لہ پسینہ کے ہر قطرے نے سیماب کی کان میں آگ لگا دی اور بالش نے مادہ کو اس قدر ہلایا کہ معدہ کا زہریلا پانی زبان پر پہونچ کر رطوبت عنصری[له] سے جا ملا۔ متلی اس قدر خلا کی مقتضی ہوئی کہ قریب تھا کہ نیم جان بھی تن سے نکل جائے اور خفقان نے دل کو اس درجہ بے تاب کیا، خیال تھا کہ یہ شئہ کا وہم افلاطون اور بلینوس کہیں یقین نہ بن جائے۔ اس حالت میں جب کہ میں بے قراری سے نا شدہ درہ تھا۔ میرے تیمار دار نے جو دردِ دل کی طرح میرے پہلو میں تھا اپنے سامنے وصیت لکھی اور کاغذ قلم کی جان پر ظلم کیا۔ یہ اس وقت ہوا جب آپ عیسیٰ نفس صنم کی خوشبو سے اچھے ہوش آیا اور جان بلب رسیدہ واپس آئی۔ الغرض میرا چارہ ساز وقت پر آیا اور میرا حال زار پوچھا۔ بے اختیار یہ قطعہ زبان پر آیا۔

قطعہ : تو نے بیمار عشق کا حال پوچھا
اور وہ عیسیٰ کو زندہ کر دیا
مومن کی زندگانی کے رشک نے
عیسائیوں کے فرشتہ کو بے گناہ ہلاک لیا۔

چونکہ اس نے حیرت زدہ عاشق کے سکتے کو آئینہ زانو کی ضرورت سمجھی لہذا میرا سر بالیں سے اٹھایا اور تکیہ زانو کے نیچے اور سر زانو پر رکھا۔ رات کا خط جو تکیہ کے نیچے تھا اس کے ہاتھ لگا، پڑھا۔ موتی جو آب حیات اور

---

له رطوبت عنصری : گرداب کی رطوبت

(آئینہ مرگ گشته)[له] حرکت مذبوحی : حرکت بے فائدہ۔ ذبح ہونے والے کی سی حرکت۔

له جنبش شریانی : رگوں کی جنبش۔

له حرارت غریبی : غیر طبیعی حرارت۔

له حرارت غریزی : اصلی حرارت۔

(۱۴)

ایک ایسے کام کی تکمیل سے معذرت میں
جس کی مکتوب الیہ نے فرمائش کی تھی۔

فلک مرتبت۔ میرا حال سننے اور ہمدردی کرنے کے لائق ہے۔ میں جو بے دادِ آسماں سے نالے کرتا تھا اور حسینوں کے ناز چیں بہ جبیں ہو کر اٹھاتا تھا۔ اب ذلیل دنیا والوں کے ستم اٹھا رہا ہوں اور تیرہ باطنوں کی بے داد پر سرِ تسلیم جھکائے ہوئے ہوں۔ ان شب پنجوں (خون خواروں) کی دست برد سے سر کھجانے کی فرصت نہیں ہے اور ان گرگ منش ظالموں کی گرفت سے سانس لینے کی مہلت نہیں۔ مضمون کی تحریر سے جس کے لئے چند روز کی فرصت درکار تھی۔ زمانہ کی تنگی سے مجبور رہوں اور تعمیل حکم کے شرف سے مہجور۔

بیت : سر میں کسی مہ لقا کی خدمت کا ولولہ ہے مگر بے سود،
جب کہ ہمیں غم روزگار ہی سے فرصت نہیں ملتی ہے۔

جو لیل و نہار گذار رہا ہوں ان کو اپنی حسرت میں گذری ہوئی عمر کا جزو نہیں سمجھتا۔ وہ تیرہ نصیب بھی جو زندگی سے ناامید ہو گئے ہیں میری قسمت کے شریکِ حال نہیں بن سکتے اور وہ سیہ بخت بھی جو اختر شماری کرتے کرتے عاجز آ گئے ہیں ان شب ہائے دراز میں میری طرح جان دینا نہیں جانتے۔ کوئی صبح نہیں گذرتی کہ میرے نالے بسترِ خاک کے سونے والوں (مُردوں) کو خوابِ ناز سے نہ جگا دیتے ہوں اور کوئی شام نہیں آتی کہ میری فریاد نہ پاک طائر سدرہ (حضرت جبرئیل) کے بال و پر کو جلا کر اس کو زمین پر نہ گرا دیتی ہو۔ اب جب کہ رفقاء کے تپاک کا لحاظ نہیں رہا، برادر محترم (مکتوب الیہ) کی سامعہ خراشی گوارا کرنا تعجب کی بات نہیں۔ کچھ اپنا حال لکھتا ہوں اور آسمان کے مظالم کی شکایت میں وقت گذارتا ہوں۔

جانتے اور جو برتاؤ کہ خود میرے ساتھ انھوں نے کیا ہے اس سے جناب کو متہم کرتے ہیں۔ انصاف شرط ہے میری حالت آیۂ کریمہ " لوکان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا[1] " سے بخوبی روشن ہے۔ جب کہ خداوند بے ہمتا شریکوں کے فساد کا ذکر فرماتا ہے تو ظاہر ہے کہ غریب ناتواں بندہ کس حد تک مجبور ہوگا۔ ایک میرے گریۂ بے کسانہ پر نظر جمائے ہوئے ہے تاکہ آنسوؤں کی چاندی بھی مٹی میں نہ مل جائے۔ دوسرا میرے داغ جگر کے زر کی خاطر فساد برپا کرتا ہے تاکہ جو کچھ ہاتھ لگے اس کو لوہنی سمجھ کر اپنے قبضہ میں لائے۔ ان سب باتوں کو برداشت کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ وہ زر مقررہ سے دست بردار ہو جائیں۔ ستم یہ ہے کہ پھر بھی نہیں چھوڑتے۔ مفت کی رسوائی ہے اور بس۔ شاید یہ مصرع۔

مصرع : مطمئن ہو کیونکہ ویران گاؤں سے خراج وصول نہیں کیا جاتا۔

کسی بوالہوس کا قول ہے کہ اس کش مکش میں میری فریاد کو نہ پہونچنا بڑی ناانصافی ہے زیادہ امیدوار تدارک و تلافی۔ بزم والا کے حاشیہ نشینوں کے سر پر عجز و نیاز کے موتی بکھیرتا ہوں۔

---

[1] اگر زمین و آسمان پر دو خدا ہوتے تو تباہ ہو جاتے۔ (قرآن)

ہم راہیوں کی آمد کی خوش خبری سُناتا ہے۔ جب تک میں ازراہ مروت "آیئے تشریف لایئے" کہتا ہوں "یوم یکون الناس کالفراش المبثوث"[1] کا سا ہنگامہ برپا ہوجاتا ہے۔

رباعی: میں علم سے تنگ آگیا ہوں کاش یہ میرے دل سے نکل جائے
میں ہنر کے ہاتھوں مغموم ہوں کاش ہنر بھی مغموم رہے
دانش کی کاوش سے میرا دل خون ہوگیا۔
خدا کرے کہ دانش کا دل بھی خون ہوجائے۔

بحث و تکرار کے ہنگامے سے ان لوگوں کا مقصد ادب سیکھنا نہیں ہوتا بلکہ سوختہ جگر استاد کے دل و جان کو جلانا ہوتا ہے۔ بہرحال ان ظلمتوں کو برداشت کیا جاسکتا ہے۔ لیکن بڑا ظلم یہ ہے کہ جس کسی کے کام میں کوئی گرہ [illegible] پڑتی ہے وہ عقدہ کی طرح اس عاجز کے جو سوائے [illegible] سے بھی زیادہ [illegible] ہے پیچھے پڑجاتا ہے۔ یہی مضمون ہوا کہ [illegible] [illegible] من اوزادهم شیئاً[2] زمانہ جو فتنہ لوگوں کو ستانے کے لئے [illegible] مقصد میرا دل دکھانا ہوتا ہے اور آسمان جو زہر دوسروں کے پیالے میں گھولتا ہے اس کا مدعا میرا تلخی سے مرنا ہوتا ہے۔

رباعی: عقل مجھے ہر گھڑی سرگرداں رکھتی ہے
میرے طالع کا ہر ستارا میرے لئے نقصان کا باعث
ہوتا ہے
میرے غموں کی جہاں میں کسی کو پروا نہیں
مگر میرا دیوانہ دل ایک جہان کا غم رکھتا ہے

---

[1] اس دن قیامت کو لوگ ایسے نظر آئیں گے گویا پتنگے بکھرے ہوئے ہیں۔ (قرآن)

[2] یہ پوری حدیث کا ٹکڑا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ "جو کوئی گناہ کی رسم نکالے گا
(باقی صفحہ آئندہ پر)

بیت : میری بات پر کان لگانا چاہئے
چونکہ میرا نغمہ سننے کے قابل نہیں

ہر صبح جب کہ نالے کا مرغ سحر نوبتی کی طرح نقارہ بجاتا ہے اور حی علی الفلاح کی آواز دنیا میں غلغلہ برپا کرتی ہے تب میں ناتوانی کی افتادگی کے باوجود خاک سے تنکے کی طرح اٹھتا ہوں اور غم کی خشک مغزی کے باوصف خواب شیریں کی حسرت میں آنسو ٹپکاتا ہوں جیسے آسمان سے بلائیں۔ موذن کے جواب میں میں لاحول و لا قوۃ کہتا ہوں اور وضو کے بجائے آسائش سے ہاتھ دھوتا ہوں۔ اور اسے نماز میں شیطان کے شر سے امن چاہتا ہے اور نمونہ بنا ابلیس فطرت انسانوں کے ظلم سے فریاد کرتا ہے۔ ورنہ یہ کب جائز ہے کہ دل میں بت نما نہ ہو اور منہ قبلہ کی طرف ہو اور آستین میں بت ہوں اور کاندھے پر جائے نماز ہو۔

بیت : اے برہمن کعبہ کے گرد کوئی نہ گھومے
اس لئے کہ گھر تیرے دلوں بت خانہ رہا ہے

ابھی نماز زبان پر ہوتی ہے اور لب تسبیح میں مصروف کہ حلقہ در کی آواز دل پر خوشی کا دروازہ بند کر دیتی ہے اور لبیک کا شور "یایتھا النفس المطمئنۃ"[5] میں مشغول نہیں رہنے دیتا۔ مجبوراً میں مرحبا کہتا ہوا گھر سے نکلتا ہوں اور مسرت کا دروازہ پہلے اپنے پر بند کر لیتا ہوں۔ جب دروازہ کھولتا ہوں تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک خدمتگار تیوری چڑھائے دروازہ پر کھڑا ہے اور زبان طعن کھولے ہے کہ دروازہ کھولنے میں اتنی دیر کیوں لگائی۔ ابھی میں معذرت کر ہی رہا ہوں کہ دوسرا بلائے آسمانی کی طرح نازل ہوتا ہے اور کچھ پیچھے رہ جانے والے

---

۵ اے مطمئن روح : قرآن کریم کی پوری آیت کا مطلب یہ ہے کہ "اے مطمئن روح اپنے خدا کی طرف [illegible] کہ تو اس سے خوش ہو اور وہ تجھ سے"۔

سخن آفریں خدائے پاک کی بخشش کے دسترخوان سے ایک نیا قصیدہ عطا ہوا ہے (موزوں ہوا ہے) جولب وزبانِ قلم کے لئے لذّت بخش ہے۔ اگر محمود نے اس کے نقل کرنے میں ناک بھوں نہ چڑھائی تو جناب کے چشم و گوش کی ضیافت کی غرض سے بھیجوں گا۔

---

(۱۴)

از طرف والدہ ماجدہ موصوف

غیرت مند فرزند۔ تمہاری عمر دراز ہو اور خدا تمہارے کام بنائے۔ تمہاری خاطر لطیف کے رنج و فکر کا علم ہو کر سخت رنج ہوا۔ زیادہ افسوس اس کا ہے کہ نالائق ناقدرے سے کام پڑا۔ یہ بات ایسی ہے گویا جی متلانے کی حالت میں لقمے نگلنے جائیں اور نمک سو وہ لب زخم پر چھڑکا جائے۔ ملّا نظیری نے خوب کہا ہے:

بیت: میں نے دیکھا کہ شکر بالکل زہر آلود ہے

اس لئے میں نے لاحول پڑھ کر اہل کرم کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔

جس کسی نے "ومامن دابۃ الا علی اللہ رزقہا"[۱] پڑھی اور قرآن مجید پر ایمان رکھتا ہے وہ ذُ فر نعمت مخلوق کا ازبے بالیوں اٹھاتے اور جس نے آیہ "ترزق من تشاء بغیر حساب"[۲] پر نظر ڈالی ہے اور اس کے مطلب تک پہونچا ہے وہ کسی بدخو، گردش کش کی ترش روئی کی تلخی کیوں چکھے۔ بہر حال

---

۱؎ کوئی مخلوق ایسی نہیں ہے جس کا رزق خدا کے ذمّہ نہ ہو۔ (قرآن)

۲؎ تو جس کو چاہے بے حساب رزق دے۔ (قرآن)

افسوس کہ مومن "لاتتحرک ذرۃ الا باذن اللہ[۵۱]" کے اعتقاد کے باوجود ستارہ پرست ہے اور دنیا سے اتنی بے تعلقی کے باوجود صبح سے شام تک اصطرلاب کا علاقہ ہاتھ میں لئے رہتا ہے۔ آفتاب کا ارتفاع (بلندی) اختر شناس (مومن) کے طالع کی پستی کا گواہ ہے اور "تسوید البیوت[۵۲]" اس سست بنیاد (مراد خود) کی خانہ خرابی کی دلیل۔ الحاصل غروب آفتاب تک میں نجوم کے مدرسہ سے اٹھتا ہوں اور ثوابت کی گنتی کے مطابق اشک ندامت کے قطرے کرۂ ارض کے دامن پر گراتا ہوں۔ اب مہ رخوں کے وصال کی حسرت جگر جلاتی ہے اور مہر لقا حسینوں کے فراق کی یاد مصیبت ڈھاتی ہے۔

رباعی: دیکھئے میرا طالع اور نصیب کیا ہوگا
میرا دن سراپا شب ہے پھر شب کیا ہوگی
میں ستارہ شناس ہوں لیکن اتنا نہیں جانتا
کہ میرا طالع اور ستارا کیسا ہے[۵۳]

---

(بقیہ صر گذشتہ) اس پر ان تمام لوگوں کا مواخذہ ہوگا جو اس پر عمل کریں گے۔ بغیر اس کے کہ ان لوگوں کے گناہوں میں کچھ کمی ہو۔

۵۱ کوئی ذرہ خدا کے حکم کے بغیر حرکت نہیں کرتا۔

۵۲ تسوید البیوت: نجوم کی اصطلاح میں یہ ہے کہ تختہ یا کاغذ پر بروج کے بارہ خانوں کی شکل کھینچتے ہیں اور بروج میں کواکب کے ہونے کے مطابق ہر خانے میں خاص کوکب کا نام لکھتے ہیں۔ اور اس سے نومولود کے طالع کی نحوست یا سعادت معلوم کرتے ہیں۔

۵۳ یہ در اصل رباعی کا وزن نہیں ہے۔ نیز مصرع اول اور مصرع چہارم کی تکرار ہے۔

رباعی یہ ہے: تا طالع و کوکبم چہ باشد
روزم ہمہ شب شبم چہ باشد
سیارہ شناسم و ندانم
تا طالع و کوکبم چہ باشد

(۱۵)

نمک و تپت۔ آفتاب کا زرِ اسد کے ہاتھ آگیا[1] اور سینۂ مجنوں کا دل گھٹنے لگا۔ زرِ گل تماک میں مل گیا اور یاسمین کی چاندی عاشقِ مضطر کے بہتے ہوئے اشکوں کی طرح رائج ہوگئی۔ ابرِ نیساں نے اہلِ زمین پر موتی نچھاور کئے اور آبِ مروارید کی طغیانی نے مردمِ آبی کو ڈبو دیا۔ جب یہ ہے تو مومن زرِ سالانہ سے کیوں محروم اور دولت مند کا فروں کے رشک سے کیوں نہ لوں رہے۔ اس صورت میں مجرم کون ہے اور گناہوں کی ترغیب کا جواب کیا ہے۔ ایک عرصہ تک ہیں دستِ کرم پر امید لگائے رہا اور کچھ روز درہم و دینار کی حسرت میں بسر کئے۔ کبھی زبان کو "یغنیہم اللہ من فضلہ"[2] سے آشنا کرتا اور کبھی بے صبر دل کو "واستعینوا بالصبر"[3] کے مضمون سے فریب دیتا۔ لیکن سگِ صفت کارگذاروں سے ڈرتا ہوں اور اہلِ دفتر کی عیاری جانتا ہوں۔ ہر سال فرمان کے نانہ اور حکم واجب التعمیل کی تائید کی حاجت ہوتی ہے۔ اسی بنا پر میں نے تقاضا کیا اور سکوت وسکون کی مشتِ غبار کی بجائے اضطراب سے کام لیا۔ آپ کی بہانہ جو عنایت کا اقتضا یہ ہے کہ شاہدِ مقصود بے طلب پھر آغوش میں آجائے۔ اگر کچھ رقم کا نقصان ہوا اور خزانچیوں کی جیب کس قدر بھاری ہو جائے تو مضائقہ نہیں۔

والسلام

---

۱؎ یعنی آفتاب برجِ اسد میں پہنچ گیا۔ یہ تقریباً ۲۰ جولائی کے مطابق ہے

۲؎ اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی کرے گا (قرآن)

۳؎ صبر کا سہارا لیا کرو۔ (قرآن)

بددل اور افسردہ نہ ہونا چاہیئے۔ چند روز جو تم تکلیف میں بسر کرو گے تو نیک نامی کی ایسی جنس پاؤ گے جس کے خریدار تو بہت ہیں مگر ہر کسی کو ملتی نہیں۔ اس طرح وقت صرف کرنا دولت جاودانی کا سرمایہ جمع کرنا ہے۔ گوشہ نشینوں کی دعا کا تیر ہمیشہ نشانے پر بیٹھتا ہے۔ اور قوی بازو تیر اندازوں سے سبقت لے جاتا ہے۔ مردوں کو ستانے نے ہزارہا آسمان کو زمین پر دے مارا اور شکستہ پاؤں پر دست درازی کرنے نے بارہا بہرام فلک کی مٹی پلید کی ہے۔ میر بدرالدین کی لڑکی سے بات چیت ہو رہی ہے۔ اور عنقریب مشکل حل ہوتی ہے۔ اب جو تحریر جائے گی اس وقت تک اجرت کی قرارداد مکمل ہوجائے گی اور اغلب یہ ہے کہ جو کچھ پہلے زبانی گفتگو ہوئی تھی وہ درجہ تکمیل کو پہونچے گی۔

جو مکان کہ سلیمان شکوہ کی اولاد چھوڑ کر اکبرآباد چلی گئی دو تین جگہ شکستہ ہے اس کی مرمت اور تعمیر ضروری ہے۔ دیوان خانہ کے رہنے والے چاہتے ہیں کہ اسے از سر نو بنا یا جائے۔ کہتے ہیں کہ صحن و میدان کی وسعت صحرائے مجنون کی یاد دلاتی ہے اور عمارت فرہاد کی تنگ دلی کی وجہ سے دل تنگ کیا کرتی ہے۔ عدل شاہی جو ہماری فطرت سے ظلم سے متنفر ہے۔ اس لئے زمین کی کمی بیشی کا انصاف ضروری ہے۔ مقصود یہ ہے کہ سائبان اتنا ہو کہ سورج کی روشنی ناہید طلعت اور دیوں کا دل نہ جلائے۔

والسلام

(۱۷)

مومن بے کس کے برادر محترم سلامت۔ مدت سے دل چاہتا تھا کہ ارسال خط و پیغام سے میری جان ناتواں پر احسان رکھے۔ میں ہر طرف حسرت سے دیکھتا تھا کوئی نظر نہیں کرتا تھا۔ میں نے دل کو یہ تسلّی دی تھی کہ خود آستان والا پر غم نامہ جدائی پہونچاؤں گا مگر شکستہ پائی، آوارگی اور دشت پیمائی میں حائل ہوئی۔ آخر کار اس نے (شکستہ پائی) تمنا کو ناامیدی سے بدل دیا۔ ناتوانی کی وجہ سے میں بالکل امید چھوڑ بیٹھا۔ رفتہ رفتہ دوست دشمن میرے حال زار پر رونے لگے مگر کوئی چارہ گری پر مائل نہ ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ لالہ دوارکا پرشاد جو زمانہ طفلی سے میرے یار رہے ہیں ان کا دل میری مصیبت پر پسیجا اور مجھ کو مرہون احسان کیا۔ وہ خط پہونچانے کے کفیل ہوئے۔ اور پیام ادا کرنے کی ذمہ داری لی۔ چونکہ ان کا مقصد میری چارہ سازی ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ اس بہانے سے علاج کا سامان بھی اس بیمار (خود) تک پہونچے۔ میں جانتا ہوں یہی وجہ ہے کہ وہ (لالہ دوارکا پرشاد) نارنول کی مہندی جو آتش دل سے جلے ہوئے ہاتھوں کے کام آئے۔ اور خواست گار تھی رنگین لکڑی کے ٹکڑے جنہوں نے فرش خاک سے بستر ناز پر سلایا۔ جناب کے سپرد کریں گے۔ اگر اس مہربانی لے عوض میں جو لالہ صاحب آپ کے مہجور بھائی (مومن) کے حال پر فرماتے ہیں آپ ان کی درخواست قبول فرمائیں اور جو کچھ وہ حضور میں پہونچائیں اس کو آپ غریب خانہ پر بھیج دیں تو مناسب ہو۔ والسلام۔ یاران صحبت کی خدمت میں بھی سلام

(۱۶)

نیاز مند نواز، راقم ایک دوسرا فریاد نامہ بھی ارسال کر رہا ہے۔ ہر چند کہ ایک مسلمان کا خط ہے لیکن ایک نامسلم کی جناب کیواں مآب میں اس کا پہونچنا دشوار ہے۔ اس لیئے مدد کی ضرورت ہے اگر عقدہ کشائی کی توفیق معاملہ کو سدھار سکے تو اچھا ہے۔ میں سوئی کی طرح آستینِ کرم پر آنکھ لگائے ہوئے ہوں اور زرِ خالص کی حسرت میں جل رہا ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کی بے نیازی آرزومندوں کا کام بگاڑ دے۔ اثر صحبت کا عذر زبان پر لانا اور پاس نمک حلالی کا تذکرہ فرمانا ضرور نہیں۔ سقراط ظالم بادشاہ کی محفل میں بھی حکمت کے سوا اور گفت گو نہیں کرتا اور بطلیموس قیصر کے جواب میں بھی احسان کی حکایت کے علاوہ لب نہیں کھولتا، قبول نہ کرنے اور بے مروتی سے کام لینے کا وبال اس (حاکم) کی گردن پر۔ کاش امید قطع ہو جائے تاکہ میں اس کش مکش سے چھوٹوں اور دوبارہ کاغذ و قلم کو زحمت نہ دوں۔ میں کہ گنج قارون کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا اور خزانہ پرویز کو اپنے سینۂ پر داغ پر قربان کرتا ہوں۔ کب تک اپنے سخن کے موتیوں کو مفت لٹاؤں اور معانی کے گوہر شب چراغ کو ٹھیکریوں کے مول بیچوں۔ میں ایسا خزانہ رکھتا ہوں کہ ملک سکندر کا خراج اس کی زکوٰۃ کے سوئیں حصے کو بھی کافی نہ ہو اور ایسے گنجینہ کا مالک ہوں کہ دریا و کان کا حاصل (موتی و جواہر) اس کے وظیفہ خواروں کے ہزارویں حصے کے برابر بھی نہ پہونچیں۔ المختصر میں اس طرح نغمے گاتا ہوں کہ بلبل بھی میری ہم سری نہیں کر سکتی اور وہ گل افشانیاں کرتا ہوں کہ زرِ گل ان کی حسرت میں جلتا ہے۔ لیکن کیا کروں کہ سننے والے کان اور دیکھنے والی آنکھیں نہیں۔

والسلام

کرتا۔ اب جو بات میرے خیال میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ وہاں تک پہونچنے کا بہانہ تھا نہ کہ امید زندگی بالکل قطع ہوگئی ہو۔ حرارت ضرور ہے اور ضعف پیری میں اس قدر اضمحلال بھی ہو جاتا ہے۔ جمعرات کی صبح کو دوبارہ آستاں بوس بلکہ شرف یاب ملاقات ہوں گا اور اگر خدا نخواستہ کوئی رنجش دیکھوں گا تو جناب سے عرض کروں گا۔ خاطر مبارک مطمئن رکھئے اور طریقہ صبر و ضبط ترک نہ فرمائیے۔

والسلام

ا

(١٨)

مؤمن جفا مشرب۔ برادر گرامی، سراپا نوازش و کرم۔ فلاطون فطنت، ارسطو شیم نبض شناس و مزاج دان بیماران محبت چارہ فرمائے دردمندان چشم بیمار، معنی یاب اور نکتہ رس۔ خورشید جمال و مسیحا نفس، خدا ان کا وصال میسر کرے)کے والا نامے کا جواب تحریر کر کے اپنے لئے سرمایۂ ناز و غرور بہم پہونچاتا ہے۔ آج بھی میں حسب ارشاد آں جناب کے والد ماجد سے نیاز اور عیادت کا شرف حاصل کرنے کی غرض سے گیا مگر دولت دیدار نصیب نہ ہوئی۔ جناب پھوپھی صاحبہ نے دروازے پر دیدار فیض انوار سے مشرف کیا۔ اور فرمایا کہ آج بخار نہیں آیا اور کسی قدر مرض میں تخفیف ہے۔ صحبت سراپا برکت کے حصول کی التجا اس خیال سے مناسب نہ معلوم ہوئی کہ مبادا موصوف کے اشارے کی بدگمانی خاطر کج فہم میں راسخ ہو جائے۔ شروع سے خاکسار کے حال پر یہ نوازش ہے اس کے مطابق یہ دستور رہا ہے کہ اگر چند روز دولت حضوری سے محروم رہتا ہوں تو طلب فرماتے ہیں اور ان عنایات کی بنا پر فقیر بھی اپنی آزاد مزاجی کے باوجود دولت قدم بوسی حاصل کرتا ہے اس ماہ سات مرتبہ جناب ممدوح کی عیادت کے لئے گھر پر میں گیا اور محروم دیدار واپس ہوا۔ اگر ایک چشم زدن کے لئے نور نظر حاصل کرتا تو تفصیل سے بیان

ہے کہ قدم بوسی کے شوق کی بات زبان پر لاؤں۔ حیران ہوں کہ کیا کروں اور نہیں جانتا کہ کیا لکھوں اگر کوئی پھول باغ جنت کو سلام بھیجے تو زعفران پیک صبا کو گذرنے کی اجازت نہیں دے گا۔ اور اگر کوئی قطرہ دریائے عمّان کو تسلیم کرے تو سیلاب فنا کا تھپیڑا اس کے جگر پر بے باکی کی شرم کا داغ لگائے گا۔ اگر میں اس گفتگو سے قطع نظر کروں تو زمانے کے ہرزہ سرائیوں کی زبان سے بدعت طعنہ سنوں۔ عجب مشکل ہے کہ مجھے اپنی طبع مشکل پسند سے کام پڑا ہے اور سخت دشوار راہ ہے کہ رائے صائب کو قدم اٹھانا محال ہو گیا ہے۔ خدا کی عنایت میری حضر راہ ہوتا کہ جس وادی میں میں چلوں منزل مقصود نظر آئے اور جس میدان میں دوڑوں وہاں بے راہی کی ٹھوکر نہ کھاؤں۔ اس سراسیمگی کے باوجود اس آغوش کرم کے سوا کوئی پناہ نہیں اور اس ہرزہ تازی کے باوصف اس درگ کے سوا کوئی ٹھکانہ نہیں۔ اگر "ففروا الی اللہ من غضب اللہ"[1] کا مفہوم میری رہبری نہ کرتا تو میں بھٹک گیا ہوتا اور اگر "ھدی للمتقین"[2] کا مضمون میری دانش کی رہنمائی نہ کرتا تو گمراہی کی وادی میں سرگرداں رہتا۔ اس صورت میں اگر پہلا مضمون طبع عالی کو مناسب معلوم ہو تو میں نے ناکردہ وعدہ خاموشی کی صورت میں ایفا کر دیا۔ ہر چند کہ میں نالہ بے کسی میں جواب نہیں رکھتا۔ اور اگر دوسرا مضمون بے معنی لفظ پرستوں کی طرح خاطر رعایت پسند کو پسند آئے تو اس کو گناہ کی شکل میں قبول فرمایا جائے۔ اس لئے کہ میں سخن سنجی کی حیثیت سے مشکور ہوں۔

بیت : میں خاموش نہیں ہوں اور اس کے ساتھ بات کرنے کی
جرأت بھی نہیں ہے
خدارا رحم! عجب مشکل میں پڑ گیا ہوں

---

[1] اللہ کے غضب سے اللہ ہی کی طرف بھاگو [2] ڈرنے والوں کے لئے ہدایت ہے

(۱۹)

برادرِ معظم و مکرم۔ گرہ کشائے کار نیازمنداں سلامت۔ اس سے قبل ایک خطا ارسال خدمت عالی کیا ہے۔ ابھی اس کے جواب سے مسرور نہیں ہوا۔ خدا کرے اہل زمانہ کی صحبت کا اثر نہ ہو۔ کوئی ایسا مدعا جو دوبارہ چشم وانگشت نازک کو زحمت دے، نہیں ہے۔ جناب کو معلوم ہے کہ ایک مشت خاک کے عوض جو اس جنون شوق ہیں میں نے برباد کر دیئے، زر سالانہ ملتا رہا اور تحصیل کا دستور یہ رہا ہے کہ حکیم نصراللہ خاں سعی کر کے ممنون احسان کرتے رہے ہیں۔ ناگاہ متلون مزاج زمانہ کے تغیر نے حیات خاں تو شک بیگی سے سابقہ ڈالا۔ اس دوران میں ان (حیات خاں) کا طرز عمل نہایت بدنما ہے۔ آپ کے التفات کے سوا اور کوئی تدبیر خیال میں نہیں آتی۔ چونکہ یہ مسئلہ صدر کی حکومت کی پشتی کا محتاج نہیں ہے۔ اس لئے بے تکلفانہ تحریر ہے کہ لالہ شوقی رام سے مل کر حسب سابق اجازت نامہ لے کر خزانچی سے ملیں اگر کوئی سبب اس سے بھی مانع ہو تو کوئی تدبیر جو آپ کی رائے صائب میں مناسب ہو تحریر فرمائیں تاکہ دستور العمل کا کام دے۔

والسلام

---

(۲۰)

بنام والدۂ حکیم احسن اللہ خاں

قبلہ مومن وفا پرست سلامت۔ ادب رموز عقل اجازت نہیں دیتی کہ آداب تسلیمات کے الفاظ لکھوں اور مرتبہ شناسی عقل آسماں رس کو روکتی

شب وصال کی طرح جلد اختتام کو پہونچے گی میری عمر قریب اختتام ہے اور مبارک تشریف آوری کا مژدہ لانے والا قاصد مہینوں کے روز ملاقات کی سرعت کے ساتھ آئے ورنہ میری زندگی برباد ہے۔ میرا ایس پر رہنے والا سر آغوش عاطفت چاہتا ہے اور میرا مٹی ملا ہوا چہرہ آستانے کی خاک کا جویا ہے۔ گویا میں پیر فلک ہوں کہ گلی میں گھومنے سے کبھی باز نہیں آتا اور طفل اشک ہوں کہ دامن شفقت سے ہاتھ نہیں اُٹھاتا۔ وہ دن یاد آتے ہیں جب کسی کی شفقت مادرانہ کے بھروسے پہ نازبرداری کرتا تھا اور حضرت یوسف کی پھوپھی[۱۵] کی داستان محبت پر معترض ہوتا تھا کہ انھوں نے اپنے لائق فرزند حضرت یوسف کو چوری کی تہمت لگا کر قیدی قرار دیا اور انھوں نے دوستی کی بولی اپنے کمترین بندہ کے درم کو بیٹا بنایا۔

مثنوی: اے جان پھوپھی

موسن کے حال پر نظر کرم کیجیے
جب تک آپ کا سایہ میرے سر پر ہے
مجھے مرگ مادر کا غم نہیں
یہ جدائی کی دہائی کہ
یوسف کا جامہ غم میں گر گیا
یہ رنگ کہن جسے کو آسمان کہتے ہیں
میرا دل خون کر کے خود عیش کر رہا ہے
میں بھی اس شراب خون دل سے مست ہو رہا ہوں
میرا دل تمہارے جور سے ہوا مگر اچھا ہوا احتمال تو دور ہوا۔

---

۱۵ حضرت یوسف علیہ السلام اپنی پھوپھی کے پاس نوجوان کو بے حد چاہتی تھیں پرورش پا رہے تھے۔ جب وہ اپنے پدر بزرگوار کے پاس واپس جانے والے تھے تو ان کی پھوپھی نے ان کو روکنے کے لئے یہ حیلہ کیا کہ کوئی قیمتی چیز ان کے سامان میں چھپا دی اور جب تلاشی لینے پر وہ برآمد ہوئی تو حضرت یوسف کو ملکی قانون کے مطابق ان کے پاس عرصہ تک رکنا پڑا۔

دشواری کے تذکرے پر آسمان کے ظلم یاد آئے۔ چونکہ دل فریاد کے بہانے
ڈھونڈھ رہا تھا۔ اس لئے فریاد کے لئے دل نے زبان کھولی۔ پہلا ظلم جو اس بیرحم
(آسمان) نے مجھ پر کیا یہ ہے کہ میرے ضمیر کو دل سوختہ اور جگر برشتہ کی خاک سے
آمیختہ کیا۔ اور جس دن میرا قالب تیار کیا تو اس میں شورِ محبت کو ملا دیا۔ خدا کی شان
جس نے کبھی جفا نہ دیکھی تھی اس نے جفائیں برداشت کیں۔ اور جس نے کبھی ستم
نہ سہے تھے اس نے ستم اٹھائے۔ دوسرا ظلم جس نے مجھے نیم جاں کر دیا تھا کہ شفیق
باپ کا سایہ سر سے اٹھا لیا۔ ابھی یہ زخم نہ بھرا تھا کہ والدہ مہربان کی وفات نے سینہ
فگار کر دیا۔ اگرچہ اس حادثہ [illegible] صدمے سے میرے اعضا پاش پاش
ہو جاتے اور جان جو لب پر پہنچ گئی تھی۔ سینہ سے نکل جاتی لیکن میری آہن دلی
(سخت دلی) کے مقابلے میں [illegible] کو [illegible] سے [illegible] وقت تھا یعنی عث
تھا اور میری سخت جانی [illegible] سے توڑنے کے برابر تھا۔ اب
نہ جانے کس ظالم کے اشارے سے زمانے نے میرے ساغر میں زہر ملا دیا کہ آبِ حیات
سے بھی اس کا تدارک ممکن نہیں اور میرے جگر میں خنجر گھونپ دیا کہ کسی مرہم سے
بھی شگاف کا بھرنا متصور نہیں۔ اب مرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ کیونکہ پتھر کی چوٹ
کا علاج کچھ نہیں ہو سکتا۔ اب میں ہوں اور امید مرگ کہ ایسی شفیق پھوپی کی
مفارقت میں جینا درحقیقت مرنا ہے۔ اگر اس غم سے میرے جگر میں خنجر پیوست
نہ ہو تو میرا دل صد چاک ہو جائے اور اگر آپ کی راہ کا غبار ہونے کی تمنا میرے
سر میں نہ ہو تو میرا سر خاک میں مل جائے۔ رخصت کے وقت آپ کے در تک
نہ پہونچنا اور وہاں کی خاک میں نہ لوٹنا اس امر کا شاہد ہے کہ اس صدمہ کی برداشت
مجھ میں نہ تھی۔ ورنہ ہم راہ چلنے والوں کے غبارِ پا اور گردِ محمل کی طرح دنبالہ روی
اور ہمراہی سے ہرگز باز نہ رہتا۔ جس درد نے ایک دن قبل میری رات کو تیرہ و تار
کر دیا تھا۔ وہ اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ میرے نغمہ سننے والے کان
جدائی کا نعرہ سننے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ یارب زمانہ جدائی مہ جبینوں کی

باز نہ آؤں گا۔

مصرع : آخر میرے سخن لاجواب کا بھی کوئی جواب ہوگا

برادر محترم کے بارے میں کیا لکھوں۔ قلم یاری نہیں کرتا۔ راقم جانتا ہے کہ ان کو ہر گھڑی آپ سے شرف ہم زبانی حاصل ہے۔ آپ کے دیدار اور مخاطبت سے مفتخر ہیں۔ جو کچھ وہ کہتے ہیں آپ سے سُن کر کہتے ہیں۔ اور ہر امر میں "لحمك لحمي ودمك دمي"[1] پر نازاں ہیں ورنہ راقم آرزو کرتا کہ اپنے عریضۂ نیاز کو خود سنائے ان کے ہاتھ میں کیوں دے دیتا۔ اور تمنا کرتا کہ اپنا حال اپنی زبان سے عرض کرے ان کو کیوں بھیجتا۔ چچی صاحبہ کو میں دعا سے یاد کرتا ہوں اگرچہ ان کو دعا لکھنے کی ضرورت نہیں کیوں کہ ان کو میری یا وہ گوئی پسند نہیں۔ اگر انھوں نے دونوں جہان کی راحت پائی تو معلوم کرلیا کہ کسی کے لب ( دعا میں ) ہلے ہوں گے۔ ایسے شخص کا دعا گو نہ ہونا دست افسوس ملنا ہے۔ اور ایسے آدمی کا ثنا خواں نہ ہونا حسرت لب کاٹنا

بیت : جو کوئی میرا حال بیان کرتا ہے وہ جانتا ہے کہ میں اور میرا دل اس کی یاد میں محو ہیں۔

---

[1] تمہارا گوشت میرا گوشت ہے اور تمہارا خون میرا خون ہے۔

(بقیہ صفحہ گذشتہ) [1] میں آپ کا فرزند ہوں اور آپ میری ماں ہے۔

[2] آپ کا کیا حال ہے

اس تقریب سے زبان کچھ کچھ شرح احوال کے سلسلہ میں سخن آشنا ہوتی ہے اور اس بہانہ سے اپنی بے کسی کی شکایت کی داستان بیان ہوتی ہے۔ اس مرتبہ دوبارہ درد قولنج نے سخت جانی کے غم کا تدارک کیا۔ (یعنی قریب المرگ کر دیا) اور اندرونی پیچ و تاب نے بے تابی کے شکنجے میں کس دیا۔ یہاں تک ملک الموت نے مہربان طبیب کی طرح قدم رنجہ فرمایا۔ اور میرے حال پر زار زار رو کر (رحم نہیں بلکہ) ظلم کیا۔ آخر میں سخت جان بچ گیا۔ اور درد تنہائی کے ذوق میں یکسانہ زندگی پر غم کرنے کے لئے رہ گیا۔ احباب کہتے ہیں کہ بیمار نہیں ہوں لیکن اپنی موت کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ پھر بھی بے آزار نہیں ہوں۔ یہ دکھ کہ موت آتی ہے پر نہیں آتی، جی کے ساتھ لگا ہے اور یہ رنج کہ میں موت کے قریب پہنچ گیا مگر پھر بھی موت دور ہے، ساتھ نہیں چھوڑتا۔ اتنی طاقت نہیں کہ علاج کی طرف متوجہ ہوں اور چارہ کار اختیار کروں۔ یعنی اپنی خوں بار آنکھیں آپ کے پائے مبارک سے ملوں اور تازہ کاہش کی تلافی کے لئے آپ کے سایۂ عاطفت میں بسر کروں۔ دست شفقت میرے سر پر اور دامن لطف میری چشم تر پر ہو۔ " انا ابنك وانت امی[۵] " کا نعرہ لگاؤں اور سمجھوں کہ میری والدہ جو جنت میں آسودہ ہیں زندہ ہو کر آ گئی ہیں۔ آمین۔

مہربان خواہر محترم کی خدمت میں اظہار عجز و انکسار کے بعد یہ التماس کرنا ہے وہ عیادت غائبانہ نہیں بلکہ پرسش حال کا بہانہ ہے۔ اگرچہ میں دل سے پوچھتا ہوں کہ آیا میں یگانگی کے ہوتے ہوئے بے گانہ ہوں یا اخلاص بے ریائی میں مشہور۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ان کے درد دل سے میرے دل کو دکھ نہ ہوتا اور ان کی تپ سے مجھے حرارت نہ آجاتی۔ اس یگانگی میں جہاں ایک کی گنجائش نہیں دوئی کیوں کر ممکن ہے۔ پرسش اور عدم پرسش یکساں ہے۔ آرزومند ہوں کہ ہم زبانی کی نسبت کا شرف حاصل ہو اس لئے جب تک ان کی زبانی سامعہ نواز سے جواب نہ سنوں گا " کیف حالك[۶] " کے شور سے

(حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

استاد ازل جو کچھ کہتا ہے وہی میں دہرا دیتا ہوں۔

دل سے نکل کر زبان قلم صداقت رقم تک پہنچا تھا۔ مجھے عبارت آرائی کا الزام دینا اور بے تکلف گذارش کو تکلیف سے متہم کرنا بڑی ناانصافی اور سینہ خراشی ہے اور زخم ناسور پر نمک پاشی۔ جب میرا حرف شوق اور عرض نیاز ایسے کرم فرما (مکتوب الیہا) کے دل پر اثر نہ کر سکے تو سنگ دلوں کے گوش ناشنوا اور خاطر نافہم پہ کیا اثر ہوگا۔

نظم: بدبختی کی دہائی کہ
میرے نالے کا اثر جاتا رہا
میں غم و غصہ سے خاک و خون پر لوٹ رہا ہوں
اس ٹھنڈی آگ نے میری جان جلا دی
دیدۂ تر کے خشکی کی دہائی
اور نالۂ بے اثر کی دہائی
داغ ہائے جاں سوز سے جی جل گیا
آسمان کو جلانے والی آہ پر افسوس ہے۔

شاہد نا مہربان ظالم بھائی (حکیم احسن اللہ) نے جان معنی پر ظلم کیا اور میرے نیاز نامے کا ایک ایک حرف آپ کو نہ سنایا۔ بھائی صاحب کی دل آزاری نے دردِ فراق سے جان کا لبوں تک آنا روا رکھا۔ ورنہ ارباب صداقت کی گذارش قابل قبول ہے اور مجبوروں کا عجز طاقت رکھتا ہے۔ میں کہ جادو بیانی سے زہرہ جبینوں کو مسخر کرتا ہوں اور اپنی آتش بیانی سے افسردہ مزاج بوالہوسوں کے دلوں کو پگھلا دیتا ہوں۔ میرا سحر حلال (شعر) جادوئے ہاروت اور میرے شعلۂ خیال کا دھواں طلسم بابل کا حکم رکھتا ہے۔ مجھے احساس ہے کہ میں نے آپ کی خاطر محبت خمیر کو کس قدر دکھ پہونچایا۔ اور آپ کی طبع کریمانہ پر کس قدر ستم ڈھایا۔ اب برادر محترم سے توقع ہے کہ اپنے بے کس بھائی کا چاہ غم میں گرنا گوارا نہ کریں گے۔

(۲۱)

قبلہ مومن بے گناہ سلامت۔ جب چشم بینا نہ ہو تو قلم کی کاوش بے کار ہے۔ اور جب تک گوش شنوا نہ ہو تو نامہ کی جنبش بے سود۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔ اب ... خاموشی کا فریادی ہے اور جرأت دم بند ہونے سے نالاں۔ اگر اگر تمام گستاخانہ الفاظ زبان پر آجائیں جب بھی زبان کاٹنے کے اقدام کی برابری نہیں کر سکتے اور اگر تمام بے باکانہ گفتگو معذرت بیان بن جائے تو بھی سکوت کی شوخی کی ہمسری غیر ممکن ہے۔ اگرچہ دیوانے تو اس گفتگو سے سروکار نہیں اور بے ہودہ گوئی کو

ع گر حفظ مراتب نہ کنی، زندیقی

کے مفہوم سے واسطہ نہیں۔ لیکن اس شفقت کی یاد جو ہزار بے خبری کے باوجود میرے حافظہ میں محفوظ ہے اور اس محبت کی محرومی جو کسی ناکام کے شکار کرنے میں ناکام نہیں رہتی۔ مجھے اجازت نہیں دیتی کہ ہرزہ نوائی کی داستان چھیڑوں اور یاوہ گوئی کا طومار کھولوں۔ لہٰذا ادب سے قطع نظر کر کے زبان گستاخی پر کھولتا ہوں اور اس حالت میں صبر کا یارا نہ پا کر دل شکنی کرنے والوں کو مضطرب کرتا ہوں۔

بیت: آپ کے تغافل کی وجہ سے میری زبان شکایت پر کھلی اور
آپ کی بات نہ سننے سے بات کرنے کی جرأت ہوئی۔

عتاب نامہ جس کو اگر نکتہ رسی سے کام لیا جائے تو عنایت نامہ کہا جا سکتا ہے شرف صدور لایا اور طنزیہ عبارت کے باوجود یاد فرمائی سے ممنون فرمایا۔ اخلاص نامے کے جواب میں بجز جب

بیت: مجھے طوطی کی طرح آئینہ کے پیچھے رکھا گیا ہے

## (۲۲)

### فرزند کے نام

خط سے معلوم ہوا کہ درد گردہ سے تمہاری جان نازنین کو تکلیف ہے اور اب تک صحت کامل نہیں ہوئی۔ میں اپنا درد دل کیا بیان کروں۔ جان فدا نہ کرنے اور نیم جانی کے ساتھ جینے کی شرمندگی اجازت نہیں دیتی۔ حکیم جان بخش (خدا) کی قسم کہ جب سے یہ خبر سامعہ خراش ہوئی میرا دل اس قدر بے چین ہے کہ دو روزہ زندگی بسر کرنا مشکل ہو گئی۔ اگر خاطر نازک کے ملال کا اندیشہ مانع نہ ہوتا تو سر کے بل وہاں پہونچتا۔ اپنے ظالم نصیب کی دہائی ہے کہ جو بلا بھی عدم سے وجود میں آتی ہے میری جانِ ناتواں پر ستم ڈھاتی ہے اور جو مصیبت کارخانہ مشیت سے نازل ہوتی ہے وہ میرے دل کے خلوت کدہ سے نمودار ہوتی ہے[1] بموجب "واستعینوا بالصبر"[2] سخت جانی سے کام لے کر دل تھام لیا۔ لیکن اس درد کا کوئی علاج میں نہیں جانتا کہ اس عزیز کی نازپروردہ جان وقف آزار ہو اور میں دور افتادہ خدمت کے قابل نہ ہوں۔ اس بے کسی اور بے چارگی کے باعث میرا جینا مشکل ہے۔ بہرحال اگر اجازت ہو تو جلد پہنچ کر اپنے غمزدہ دل کا درماں کروں۔ تمہاری ماں کی جان تم پر قربان۔ اجازت دو تاکہ دیدار کی نوش دارو میرے درد کا مداوا کرے۔ شعلہ اشتیاق سے جگر جلتا ہے۔ غم فراق سے کیوں کر نبھاؤں۔

خدا کرے فوری صحت تمہاری بیماری کو دور کرے۔ تمہارا جسم و جان بعافیت رہے۔ تمہاری بہنیں سلام و دعا کے بعد حال پوچھتی ہیں۔ اور غائبانہ عیادت سے

---

[1] ہر بلائے کز آسماں آید ۔۔۔ گرچہ بر دیگرے قضا باشد
بر زمیں نارسیدہ می گوید ۔۔۔ خانۂ انوری کجا باشد

[2] صبر کے ذریعہ خدا سے دعا مانگو۔

اور برادران یوسفؑ کا خدانا ترس رویہ نہ اختیار فرمائیں گے۔ عریضۂ نیاز کی تحریر کا مقصد یہ ہے کہ مخاطب مقصود کو پائے نہ یہ کہ پارہ کاغذ نظر سے گر جائے۔ وہ زمانہ یاد آتا ہے جب مجھے نگارش و تحریر کی ضرورت نہ تھی اور ہر مطلب خود زبان ارادت سے ادا کر سکتا تھا۔ الٰہی کاش وہ دن پھر آئے کیوں کہ شب ہائے جدائی کا سحر کرنا مشکل ہو گیا ہے۔

بیت : میں قیامت کے دن شب غم کی فریاد کروں گا۔
بشرطیکہ خدا الزام دینے کے لئے اس کو (شب غم) پھر میرے سامنے نہ لے آئے۔

قصۂ مختصر میں قدم بوسی کا آرزومند اور اپنے بخت نارسا سے ناامید ہوں۔

مصرع : ہم نے اپنی قسمت کو خوب آزمالیا۔

ایسا سلام جو شکر آمیختہ زہر کی طرح سے مجھ تلخ کام کی جان شیریں کی طرف سے برادر عالی جناب کی بزم پر نثار کرنا ہے، کیوں کر بھیجوں۔ کیونکہ وہاں میری شوریدگی کا بار نہیں اور شیریں سخنی کے سوا کوئی چیز پسندیدہ نہیں۔ تاہم (وہ سلام) پہونچاتا ہوں (اور امید ہے کہ ضرور پہونچے) کیونکہ میں تلخ گو شیریں لبوں اور تند خو شکر دہانوں کی صحبت کا خوگر ہوں۔ سینکڑوں مضامین فریاد بے جواب ہو کر رہ گئے۔ اور ہزاروں مطالب شکایت نارسائی سے خاک بسر ہیں۔ کتنے نکتہ ہائے نازک تھے جن کا دل ٹوٹ گیا اور کس قدر سخن ہائے دل کشا تھے جن کی زبان بند ہے۔

مرزا بہادر بیگ کو جو اپنی عنایت سے سلام ناگفتہ بھی قبول کر لیں گے بجز شکر کرم کیا لکھوں۔ غلام نقش بند خاں کی بہتری کی توفیق کی دعا کرتا ہوں۔

کی سازش خاموشی کی داعی ہے۔ اضطرار گویا ایک ساز بجانے والا ہے جس کے نزدیک رشتہ ہائے نفس طنبور کے تار ہیں۔ اور ضبط گویا ایک مغنی ہے جس کی نظر میں منہ سے آواز نکالنا بے سُر اراگ ہے۔ جناب والا کی زحمت کے خیال سے خاموشی کو گویائی پر ترجیح دی گئی۔ ساز نغمہ ٹوٹ گیا مگر قلم بے تابی رقم کے گلے سے برابر راگ نکلتے رہے اور زبان تحریر بند نہ ہوئی۔ میں نے اخفائے حال کی کتنی ہی کوشش کی مگر اس کا زور بیان دو بالا ہوتا گیا۔ ہر چند میں نے سرمہ کی جگہ اس کو سیاہی کھلائی لیکن اس کی تیز زبانی میں کمی نہ آئی۔ میں نے اس کے پاؤں پکڑے وہ اور سر چڑھا۔ میں نے اس کا گلا دبایا اس نے میرا ہاتھ پکڑا۔ میں نے اس کا ہونٹ چاک کیا وہ اُلٹا دو زبان (منافق) ہوگیا۔ اور اس کے پاؤں پر عاجزی سے میں نے ہاتھ رکھے مگر وہ اور رواں ہوگیا۔

بیت : قلم کا تیر میری چٹکی میں نہیں ہے۔
اگرچہ وہ میرے ہاتھ میں ہے مگر میرے قابو سے باہر ہے

مجبوراً لکھتا ہوں۔

بیت : جب سے میں آپ کے وصال سے دور ہوا ہوں موت سے
قریب ہوگیا ہوں
اور اپنے افسوس کرنے پر افسوس کرتا ہوں

جب سے فراق کا منہ دیکھا کیا کیا مصیبتیں نہ دیکھیں۔ جب سے ہجر کی مصیبت اٹھائی کیا کیا مصیبتیں نہ اٹھائیں۔ کہاں یار کی آواز سنتا تھا کہاں اغیار کے طعنے سننے پڑے۔ یا تو حسینوں کے ناز اٹھاتا تھا یا اب ستم روزگار اٹھانا پڑا۔ مانا کہ نباہ کرنا جلنے سے اچھا ہے لیکن کیا تدبیر کی جائے کہ بنا ہنا نہ پڑے اور میں نے فرض کیا کہ صبر تڑپنے سے زیادہ بہتر ہے لیکن کیا کیا جائے کہ صبر نہیں کر سکتا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

بیت : کیوں کر کوئی ہجر پہ صبر اور دل پر جبر کرے

اپنا دردِ دل ظاہر کرتی ہیں۔ چونکہ طولِ کلام دردِ سر کا باعث ہے لہٰذا یگانگی کے ذکر پر مضمون خط مختصر کرتا ہوں۔ مومن دردمند کیا لکھے یہ سب نالہ و فریاد اس کے قلم کی پکار ہے اور چونکہ اس کو شعر و شاعری سے ذوق ہے اس لئے کنایت کو صراحت سے بہتر سمجھتا ہے۔ والسلام۔

---

## (۲۳)

بنام شیخ غلام ضامن کرم۔

دربارۂ شدائد سفر و ترک وطن

مومن غریب، حرماں نصیب، غم رسیدہ، وطن اور اہل وطن سے دور افتادہ کا فریادنامہ، بخدمت گرامی، سراپا محبت، سرمایہ نازش شاہجہاں آباد، زبدۂ ارباب صفا، تکیہ گاہِ احباب بے ریا، مخلص یک رنگ شیخ غلام ضامن۔

رباعی: جو رنج کہ آپ کی جدائی میں پہونچا ہے
جو تکلیف کہ آپ کے فراق میں دل پر گذری ہے
اس نے مجھے مشکل میں ڈال دیا ہے، عجب مشکل ہے
گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل

جوش اضطراب گفتگو پر آمادہ کرتا ہے لیکن آپ کی چشم و دل کی تکلیف کا خیال مانع آتا ہے اگر اس کا خیال کرتا ہوں تو اپنی جان پر رحم آتا ہے اگر اس کا لحاظ کرتا ہوں تو سکوت مناسب معلوم ہوتا ہے۔ دست جنوں کی شوخی کھال کھینچنے (پوست کندہ حال بیان کرنے) کی مشتاق ہے اور عقل کی تنبیہہ فکر و تامل کی جانب راہ نما۔ غم پنہاں کی نوازش اظہار حال کی محرک اور اوہام پریشا

سوئے ہوئے نصیب نے مجھے ایک خواب بھی نہ دیا جو میں اپنے پانوؤں کو دیتا (یعنی اگر پانوں سو جاتے تو زحمت سفر سے بچ جاتا) اور خار نے راہ بھی میرے پانوں نہ پڑا جو راہ غربت نہ اختیار کرتا۔ صبر بھی میرے تعاقب میں نہ آیا جو یہ مصیبت نہ اٹھانا پڑتی اور ہاتھ نے بھی دامن نہ کھینچا جو یہ صعوبت سفر پیش نہ آتی۔ میں نے عذرا کا جنگل چھان مارا مگر اس (عذرا) کا پتہ نہ پایا۔ دوستوں کو خیر باد کہا اور ناکامی کی راہ پر چل پڑا۔ میں چلنے میں مڑ مڑ کے دیکھتا رہا مگر کوئی تدبیر نظر نہ آئی۔ آواز پر کان لگایا مگر آواز نہ سُنائی دی۔ جس کسی کو دیکھا اس نے مجھ پر نظر نہ کی اور جس کے پاس پہنچا اس نے التفات نہ کیا۔ آخر بے کسانہ اشکِ خوں کی طرح روانہ ہوا۔

غزل:
میں ہر قدم پر سو حسرت و حرماں کے ساتھ گیا
وطن سے گیا اور افسوس اس طرح گیا
میرے غریب دل کے درد کا کوئی علاج بجز موت نہیں
رونے کا اس لئے نشان نہیں کہ میں روتا ہوا گیا
اگرچہ دانتوں میں انگشت تاسف لئے ہوئے روانہ ہوا
لیکن دوستوں نے پھر بھی میرے حال پر مطلق افسوس نہ کیا
میری غیبت نے آرام کی قدر کھو دی
میری مثال خوشی کے آنسوؤں کی سی ہے جو احباب کے
آنکھوں سے جاری ہوئے
اگر میں پیچھے مڑ کر دیکھتا تو مجھ میں اس کے (رحم) دیکھنے
کی طاقت نہ تھی
اس لئے جو نہی رحم نظر آیا میں گریبان میں سر ڈال کر چل دیا

یہاں تک کہ میں دریا کے پاس پہونچا جس کا خشک و تر نابالغ بچوں کے دامن کی طرح پایا۔ اس کو آئینہ نہیں کہہ سکتے اگرچہ یہ تشبیہہ نایاب ہے اور سراب بھی

جو کام کسی سے نہ ہو سکے کیوں کر کیا جائے

جب کبھی دوستوں کا خیال خاطر غم گیں میں آتا ہے تو سخت پریشان ہوتا ہوں اور جس وقت ہم مشربوں کی یاد غم گیں دل کو اکساتی ہے تو بے حد سرگرداں ہوتا ہوں۔ وطن سے دور ہونا اور پردیس میں جان دینا ویسی ہی مصیبت ہے جو امام حسین علیہ السلام کو پیش آئی۔ اگر میں بھی آل رسول میں سے ہوتا تو یہ ربیع الثانی کا مہینہ عشرۂ محرّم ہو جاتا۔ سچ ہے۔

مصرع : مجھے وہ درد نصیب ہوا جس میں کوئی ہمدردی کرنیوالا نہیں۔

مکتوب میں یہ وسعت کہاں کہ تفصیل سے کام لوں اور قلم میں یہ طاقت کہاں کہ شرح حال کروں۔ لامحالہ طوالت سے قطع نظر کر کے اختصار کی راہ اختیار کرتا ہوں۔

بیت : میرے جی میں ہے کہ وحشت جنوں سے گذروں
اور تمام ریت پاؤں کی انگلیوں سے گن ڈالوں

رباعی : میں اس رنج سے مرا ہوں جس سے کوئی نہیں مرا
اور وہ زخم کھایا ہے جو کسی نے نہیں کھایا
اپنے آپ کو تمام کاموں سے معطل کر چکا ہوں
اس لئے کہ میں نے وہ کام کیا ہے جو کسی نے نہیں کیا

بیت : میرا افسانہ کان لگا کر سنو
یہ عشق کا بیان ہے جو سننے کے قابل ہے

جب تک اتوار کی صبح نے میرے حال زار پر پنجۂ خورشید سے اپنا گریبان چاک نہیں کیا اس وقت تک میرے الوداعی نالے آسمان سے نہ ٹکرائے (میری تقدیر سے) آفتاب کے دن (اتوار) کے زحل کے دن (سنیچر) کی تاثیر ترک کر دی بلاشک اگر یہ (اتوار) زیادہ منحوس نہ ہوتا تو وہ (سنیچر) زمانہ کے لحاظ سے اس پر مقدم نہ ہوتا نیر اعظم میرے لئے نحس اکبر ہو گیا اور فلک پیر جوانانِ فتنہ گر کا ہمسر۔

چونکہ میرا گھوڑا میرے غموں کے بوجھ کی طاقت نہیں رکھتا تھا جو قدم بھی وہ رکھتا تھا پھر اُٹھانا مشکل تھا۔ مگر میں اپنی پامردی سے اس کو لئے چلتا تھا۔ اور طعام کی جگہ اس کی مرگ ناگہانی کا غم کھاتا تھا۔ وہ ہر قدم پر کھڑا ہو جاتا تھا جب تک میں نہ اُترتا وہ دوسرا قدم نہ اُٹھاتا۔ جس خارزار کی راہ میں نے طے کی وہاں ایک قدم سوار ہو کر چلتا اور ایک قدم پیادہ۔ خدا کا شکر ہے کہ کوئی راہ میں نہیں ملا اور میری تباہی کا رونا کوچہ و بازار تک نہیں پہونچا۔

قطعہ: واہ کیا سوار ہے اور کیسا رہوار اور اس کی رفتار
کہ برسوں میں ایک دو قدم نہیں چل سکتا
سوار کا یہ حال ہے کہ ہر قدم پر اپنے ہمراہی سے پوچھتا ہے
کہ بتاؤ اس کی طاقتِ رفتار کہاں تک ہے
گھوڑے کی یہ کیفیت ہے کہ اگر ایک فرسنگ طے کر لیا ہے
تو سمجھو کہ شب فراق اور روز قیامت کی درازی طے کر سکتا ہے
کبھی یہ گرتا ہے کبھی وہ
ضعف سے حالت یہ ہے کہ وہ گرد کی طرح ہوا کے دوش
پر جا سکتا ہے
جب سوار ایسا ہو اور گھوڑا ایسا
تو تمہیں بتاؤ کہ منزل تک لاٹھی کے سہارے کے بغیر
کیوں کر جانا ہو
جو ملتا ہے اس سے پہلی بات یہ پوچھتا ہوں
کہ اس گھوڑے کے ساتھ چلنا ممکن ہے یا غیر ممکن
بڑا ظلم یہ ہے کہ اس ذلت و خواری کے باوجود
کسی کے منہ سے اتنا نہ نکلا کہ آخر جا کیوں رہے ہو

اس میں اتنی دیر ہو گئی کہ چوتھے آسمان کے سوار (آفتاب) نے مغرب

قرار نہیں دے سکتے۔ کیونکہ اس میں بھی آب ہے۔ ملاح رو رو کر آسمان کی طرف نظر کرتے تھے کہ شاید ابر کرم سے کوئی قطرہ برسے اور ناخدا خدا سے دعائیں مانگتے تھے کہ گئی ہوئی رونق پھر واپس آجائے۔ کبھی روتے تھے کہ آنسوؤں کے قطرے چشمے کی شکل اختیار کریں اور کبھی انزل من السماء ماءا[1] کہتے تھے تاکہ دل جو ماہی بے آب کی طرح تڑپتے تھے۔ تسکین پائیں میری آنکھوں نے جو میری حالت پر اشک فشانی کر رہی تھیں، چشم زدن میں ایک دریا بہادیا۔

نظم :
کیا دریا کہ عمان اس کے مقابلہ میں ایک قطرہ تھا
قلزم کا کیا ذکر وہ اس کی ایک بوند کے برابر تھا
جب وہ دریا لہریں آسمان پر لہریں مارنے لگا
تو فرشتوں نے اپنا خیمہ اوج فلک سے اور اونچا لگایا

القصہ وہ ایک کشتی جو میرے دل سے زیادہ شکستہ تھی، لائے۔ کچھ ہم جنسوں کے ساتھ مجھے اس میں سوار کیا۔ جب ساحل پر پہنچا تو میں نے ایک زہرہ جبیں کو برج ثور[2] میں طالع دیکھا۔ اس نے بھی مجھے نظر تثلیث[3] سے دیکھا۔ مگر زحل نے جو میرا طالع ہے نظر مقابلہ[4] نہ چرائی۔ خوشی و ناخوشی میں صحرا کی طرف روانہ ہوا اور زبان یاس سے یہ شعر پڑھا۔

بیت :
میں چاہتا ہوں کہ اس زہرہ جبیں کا چہرہ پھر دیکھو
لیکن کیا کروں وہ آسمان پر ہے اور میں زمین پر

---

۱؎ خدا وہ ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا۔ (قرآن)

۲؎ برج ثور : دوسرا برج ہے جو زہرہ کا گھر ہے۔

۳؎ تثلیث : نجوم کی اصطلاح میں قمر کا کسی سعد سیارے کے ساتھ پانچ یا نو برجوں کے فاصلے سے ہونا۔ یہ نظر دوستی کی ہے۔

۴؎ مقابلہ : ایک سیارے کا دوسرے سے چھ برج کے فاصلے سے ہونا جس کو نجوم میں دشمنی کی دلیل خیال کرتے ہیں۔

خدا تیرا بھلا کرے کہ آج کی رات اور تیری آمد
جب سے میری دھڑواں دار فریاد کا شعلہ آسمان پر گیا
چاند نے اپنا کالا منہ چھپا لیا
اے ہمدم مجھ کو دل نے پہلے ہی جان کے جانے کی خبر دی تھی
اس رات مجھ سے اتنا بے خبر ہونا چاہیے تھا
خدایا میرے جان و دل پر کیسا عذاب ہے
تیرا وعدہ تو قیامت پر موقوف تھا آج رات اس کا وقوع کیوں کر ہوا
رات کی تاریکی میں کہیں راہ نہیں مل سکتی
مومن کیا کرے جب آج رات موت آجائے

جب ظلمت کے سیاہ گھوڑے نے خالی راہ لی اور سوار آفتاب نے میدانِ فلک میں گھوڑا دوڑایا۔ میں بھی گھوڑے پر سوار ہوا اور اس ناپاک وادی سے نکلا۔ ہرچند دوستوں کی یاد میں انسانوں کو تلاش کرنے کے لئے دوڑا مگر کتوں اور سوروں کے علاوہ کوئی نظر نہ آیا۔ چونکہ میں آفتاب گیتی نورد کے ساتھ دوڑ میں مصروف تھا اس لئے صبح سے شام تک ایک گھڑی آرام نہ ملا۔ آخر وہ (آفتاب) بھی دوڑ دھوپ سے آسودہ ہوا اور دور سے گرد نظر آئی۔ میں اس کے پیچھے دوڑا اور ایک فرسنگ فاصلہ طے کرنے کے بعد منزلِ مقصود ملی۔ ایسی شکست بنیاد جگہ کہ اس سے پامال ہونے والا چھوڑی رفتار اختیار کرے۔ اور ایسا وحشت آباد مقام کہ اس کے خیال کے اندر سے چیونٹی کی چال رم آہو کو طعنہ دے۔ جہاں کے ستارے اپنے جرم کی سزا کے طور پر بھی وہاں قدم نہ رکھیں۔ سیارگان فلک عالم دیوانگی میں اس کے دیکھنے کی آرزو دل میں رکھتے ہیں۔ جونہی زمین پر میرا قدم پڑا ایک مجنون نے میرے پاؤں کو بوسہ دیا۔

کی منزل میں بسیرا لیا۔ تین فرسنگ کے فاصلے پر میں ایک قصبہ میں جو وادی مجنوں سے زیادہ ویران تھا، پہونچا۔ وہاں ایک دکان میں ٹھہرا۔ خدا کی پناہ وہ ایسی جگہ تھی کہ اگر دوزخ کے رہنے والے اس کو دیکھیں تو اللہ کے وعدے کو جھٹلانے کے لئے زبان صدق کھولیں۔ اس کے رہنے والے دوزخ کو جنّت سمجھتے ہیں اسی لئے امیدوار نجات ہیں اور اگر دل وجان سے دوزخ کے آرزومند نہیں ہیں تو گناہوں کے مرتکب کیوں ہیں۔ جو لوگ واجب الوجود کو ہر جگہ موجود مانتے ہیں اگر اس جگہ کو دیکھ لیں تو اپنے عقیدے سے باز آئیں۔

نظم : جو لوگ دیر و کعبہ میں یکساں طور پر
خدا کا نور دیکھتے ہیں
ان کا قول ہے کہ وہ ہر جگہ ہے
مگر نہ ایسی ناپاک جگہ

اگر موت کو اس جگہ آنے سے عار نہ ہوتی تو جان میری رفاقت چھوڑ جاتی۔

بیت : میں جب سے وطن سے چھوٹا بیابان بلا میں آپڑا
جہاں میں گیا تھا وہاں موت بھی کیوں کر آسکتی تھی

میری تنہائی پر خوگر دل ہر ہر زہ درائی آواز پر رغبت سے کان لگائے تھا۔ اور چوروں کے پاؤں کی آہٹ کو خواب غفلت کا افسانہ خیال کرتا تھا۔ نیند بھی جو موت کی بہن ہے کیوں کر آتی۔ ہاں! یہ نالہ موزوں غزل کی شکل میں زبان پر تھا۔

غزل : اے موت آج رات جان تیری مشتاق ہے
اگر تو نہ آئی تو وہ خود تیرے پاس آئے گی
یہ رات محبوب کی زلف دراز سے بھی زیادہ لمبی ہے
یارب یہ کیسی رات ہے جس کی سحر نہیں
اے یاد وطن تو شب غربت میں کیسے آئی

بیابان کی سی وسعت کے باوجود وہ مکان منافق کی قبر سے زیادہ تنگ تھا اور نئی تعمیر کے باوجود عاشق کے حال سے زیادہ شکستہ۔ اس کا ایوان "تحفۂ اثنائے عشریہ"[1] کے ابواب کی طرح باعث عبرت اور اس کے ارکان (ستون) میرے اشعار کے ارکان کی طرح سراپا وحشت۔ اس کے دیوار کی سپیدی صبح شب وصال کی سفیدی سے مشابہ تھی۔ اس کے نقش و نگار کی رنگینی لنڈورے طاؤسوں کے بالوں سے ملتے ہوئی تھی - اس میں کوئی اور ساکن نہ تھا اور دور دور جو کوٹھریاں تھیں وہ وحوش اور طیور کے پنجرے تھے۔ راہ کا غبار اس کثرت سے تھا کہ سوار اور پیادہ جو گذرے اس میں دفن ہو جائے۔

ابیات: اگر تمہارا دل وہاں کا بازار دیکھنے کو ہو
تو سیر سے باز آؤ اور سمجھ لو کہ دیکھ لیا
مجھے ڈر ہے کہ جب تم وہاں پہونچو گے
تو اس کو دیکھ کر تمہارا دل اس سے زیادہ ویران ہو جائیگا
اس بازار کا حال تمہیں کیا بتاؤں
تو برائی دو کانیں تھیں اور کچھ دوکان دار
رنگ ریز جو آنکھوں سے اشک خوں برساتا ہے
بازار مندا ہونے کی وجہ سے اس کی زبان کافی تیز ہو گئی ہے
اگر تم اس سے جاکر کہو کہ میرا کپڑا زرد رنگ دو
تو کہے گا آپ مجھے کیوں شرمندہ کرتے ہیں
آپ جیسے جوان پر سیاہ رنگ کھلتا ہے
جو آہوں کے دھوئیں کا ہم رنگ ہے
سیاہ بھی ایسا جو لالہ کے داغ کے لئے باعث رشک ہو

---

[1] تحفۂ اثنائے عشریہ: عبدالعزیز کی مشہور کتاب جو ردِ شیعہ میں لکھی گئی۔

اگر بدبختی اس خرابہ میں مجھے نہ لاتی تو مجنوں میری صحرا نوردی کی قسم نہ کھاتا۔

مثنوی : میں نے آسمان کے ساتھ کیا بُرائی کی تھی
کہ اس نے مجھے خاک پر پٹک دیا
نہ مشفق ہے نہ مونس نہ ہمدم نہ یار
میں ہوں، پردیس ہے۔ دل خراشی اور خار صحرا
میری جان میں سوزش ہے اور دل پر داغ
ایک شعلۂ شمع ہے اور دوسرا چراغ
میرا سر پتھروں کے لئے وقف ہے اور جسم کانٹوں کے لئے
میرا سر بھی زخمی ہے اور جسم بھی

اب امیر کے محل کا حال سنو اور غریبوں کے مکانات کا اس سے اندازہ کرو۔ محل کی بنیاد حباب کی طرح کمزور کہ اگر کسی موقع پر اس کے قرب و جوار میں چلّا کر بولیں تو آواز کے صدمے سے اس کے کنگرے ڈھے جائیں۔ اور نیو ایسی ہلکی کہ اگر انگلی سے اس کی دیوار پر لفظ "گراں" لکھیں تو حرف غلط کی طرح صفحۂ ہستی سے وہ دیوار اُڑ جائے۔ اگر کسی کی زبان سے لفظ "بنشیں" نکلا تو دیوار کو بیٹھنے کا بہانہ ہوا اور کلمۂ آرام، لب پر آیا تو عمارت کو سونے کا (ڈھ جانا) حیلہ ہو گیا۔ اگر کوئی نیم جان چیونٹی اس کے بام سے گذری تو اس میں سو دراڑیں پڑ گئیں اور اگر کمزور چڑیا نے اس کی چھت پر پاؤں رکھا تو اس (چھت) نے عدم کی راہ لی۔

قطعہ : اگر کوئی وہاں زمین پر تیمم کے لئے ہاتھ مارے
تو عمارت میں زلزلہ آجائے
اور اگر کوئی چکور کا بچہ اس کی چھت پر گذرے
تو ایسا معلوم ہو کہ ایک قافلہ جارہا ہے

جب آپ اس کپڑے کی چُست قبا پہنیں گے
تو اس رسالے کی سرداری کا دعویٰ کر سکیں گے
ایک سوار کی ماہانہ تنخواہ اور
یہ سب بے مدار منصب آپ کے ہاتھ آئے گا
ہمارا افسر لباس کو خاص طور پر دیکھتا ہے
یہ ایسا سودا ہے جس میں سرتاسر نفع ہے
تیسری دوکان میں قصاب بیٹھتا ہے
اس کے یہاں گوشت ایسا ہی نایاب ہے جیسے کیمیا
نہ بکری کا دست ہے اور نہ ہرن کی ران
البتہ دس گندے سور اور دوگلی کے کتّے کٹے ہوئے
رکھے ہیں۔
مجھے اس جگہ سے نفرت ہوگئی
اور چیزوں کو بھی انہی چیزوں پر قیاس کر لیجئے۔
یہاں سے اب میں باغ کی طرف جاتا ہوں
تاکہ ایک دو گھڑی آرام کر لوں۔

وہ باغ ایسا تھا جس کی کیاریاں خزاں کے اثر سے وحشیوں کے گریبان کی طرح سینہ چاک تھیں اور اس کی پھلواریاں بسملوں کے بدن کی طرح آنکھوں سے خون برسا رہی تھیں۔ سنبل کے نہ ہونے سے پریشان دماغ اور لالہ کی جدائی میں ہمہ تن داغ تھا۔ سرو و شمشاد اس کے آزاد غلام تھے۔ اس کا سبزہ اور سبز خطوں کے خط کی طرح جہان کا قاتل تھا۔ (کذا) انگور کی بیل کے ذکر سے رند مست کو خمار آ جائے۔ پھل دار درخت بانجھ عورت کی طرح پھل سے مایوس تھے۔ کنواں اپنی تباہی پر آنسوؤں کو ضبط کر رہا تھا۔ گھڑا اپنی حالت پر آنکھوں میں اشک بھر لایا تھا۔ نہر کا پانی

اور کوے کے پر سے زیادہ کالا
یہ خوبی کسی اور رنگ میں نہیں
یہ تم کو بغیر کسی سفارش کے نوکری دلا سکتا ہے
اگر آپ سیاہ رنگوائیں تو حاضر ہے ورنہ
آپ سے لڑائی ہوگی
آخر تنگ ہو کر وہ وعدہ کر لے گا
مگر پھر بھی اپنے چہرے کی طرح کپڑے کو زرد نہ رنگے گا
جب وعدہ کی تاریخ آئے گی تو پھر وہی جھگڑا اُٹھے گا
اور وہ بے رنگا کپڑا ہرگز واپس نہ دے گا
بزاز کا حال بھی کچھ کم عجیب نہیں
اگر تم اس کو جا کر کہو کہ ایک قبا کے لائق اطلس دے دو
تو دیر تک مسکرائے گا
اور پھر بات شروع کرے گا
پوچھے گا کہ "آپ کہاں سے آئے ہیں؟"
اور یہ نام "اطلس" آپ نے کہاں سے سنا ؟
آپ کا قد سرو کی طرح بلند ہے
اس لئے آپ کو اطلس کیوں پسند ہے
اطلس آپ کے لائق نہیں ہے
آپ کے لئے پشمینہ ٹھیک رہے گا
میری دوکان میں ہر ٹو موجود ہے
میں آپ سے آدھے دام لوں گا
اس قسم کا لباس دل لبھاتا ہے
آپ پر یہی کھلے گا۔

## (۲۴)

(جس میں گھر کی خبر لینے اور اہل خانہ اور خسر کی سفارش سے احتراز کرنے کے بارے میں نصیحت کی گئی ہے)

بیت : وہ ناز کے ساتھ گزر رہا ہے تاکہ میں کوئی قصہ نہ چھیڑوں
وہ الٹی میری شکایت کرتا ہے تاکہ میں اس کی شکایت نہ کروں ۔

عنایت نامہ عتاب آمیز پہونچا اور باعث تعجب وحیرت ہوا۔ کسی غم زدہ کو چھیڑنا اپنے لئے سو طعنے تراشنے کا سبب ہے اور شکایت کرنیوالے کا منہ کھلوانا جور وستم کی شرمندگی اٹھانا ہے۔ اس خیال سے کہ اس سے پیشتر آپ نے ایک بداطوار جاہل کی بارہا تعریفیں کی ہیں اور ہزار راستی نما دروغ کے ذریعے مجھ جیسے مخلص کو دھوکہ دیا ہے، خط لایق جواب نہیں بلکہ کاتب بھی مستحق خطاب نہیں۔ لیکن میں سخت محرومی کی وجہ سے ناچار ہوں اور ایسی باتیں جن کا خیال کرنا بھی موجب ننگ تھا مجبوراً زبانِ قلم پر لاتا ہوں۔

آپ نے لکھا ہے کہ جس طرح ہو سکے یہاں پہونچو۔ مگر یہ معلوم نہ ہوا کہ میں کیوں آؤں ؟ اور میرا وہاں کام کیا ہے ؟ اور آپ کے سوا کہ اگر موقع ملے تو میں بے بلائے بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہو سکتا ہوں، میزبان شفیق کون ہے ؟ مہربانی کر کے تحریر فرمایئے کہ عجلت کی تاکید کیوں ہے ؟ اس عاجز ناکارہ سے کام کیا ہے ؟ اگر اس تمانہ فراموش سے مطلب ہے تو ظاہر ہے کہ میں نے جہان آباد کو نہیں چھوڑا ہے اور اگر ویرانہ سر دہنہ مقصود ہے تو آپ جانتے ہیں کہ میں نے دشت وصحرا میں پرورش نہیں پائی ہے۔ شہری جنگل میں گھر نہیں بنایا کرتا اور مرغ چمن خزاں رسیدہ بیابان میں آشیانہ کی طرح نہیں ڈالتا۔ فریب کی راہ سے خدا کی خوشنودی

بہہ کر خانہ خراب سیلاب کی ہم سری کر رہا تھا۔

ابیات: باغ کیا تھا ننگ و خواری کی دلدل تھا
جس کے پھول کے نام سے رنگ و بو بھاگتے تھے
اگرچہ بلبل ہر پھول پر عاشق ہے
مگر اس باغ کے پھولوں سے وحشت کرتی ہے
میں نے وہاں کسی طائر کو چہچہاتے نہیں دیکھا
ہاں دو تین کوّے اور چند چیلیں ضرور تھیں
اس زمین کی خاصیت سے ہوا آندھی کا کام کرتی تھی
اور خزاں غم سے سر پر خاک ڈالتی تھی
جب خزاں کو بھی اس ویران باغ میں آنے سے عار آئے
تو بہار کب آنے لگی۔

آپ میری حالت کا اندازہ کر سکتے ہیں کہ ایسی جگہ مجھے رہنا پڑے گا۔ الٰہی کسی کو میرا سا دن نہ دیکھنا پڑے اور میرے شب تاریک کا عذاب دشمن کو بھی نصیب نہ ہو۔

مصرعہ: چونکہ تیرے بغیر میرا دن بھی رات کی طرح سیاہ ہے

اب عبارت آرائی کو ختم کرتا ہوں۔

بیت: میرے شعر سے میرے دردِ دل کا قیاس کیا جا سکتا ہے
میرے نالے کی آواز قیدی کے شور و فریاد سے مشابہ ہے

خدا اس گرفتار قفس کو پھر مرغانِ چمن کے ساتھ ہم پرواز اور چہچہانے والی بلبلوں کے ساتھ ہم آواز ہونے کا موقع دے۔

والسلام

عقد نکاح میں لایا ہوں فخر و ناز ش کے سوا کوئی لفظ زبان پر نہ لائے اور اپنی ہرزہ سرائی اور بے ہودہ گوئی سے کنارہ کش ہو۔ افسوس صد افسوس کہ میں نے اپنی بلندیٔ مرتبت کے با وجود گھاس کوڑے سے نباہ کیا۔ آسمان کا سا رتبہ رکھتے ہوئے کف خاک کی طرف متوجہ ہوا۔

بیت : نیکی کرنا بدوں سے ایسی ہے
جیسے نیکوں سے کی بدی تو نے

اس مسئلہ کے پیش نظر جو ہمارے سامنے ہیں جناب حق سے چشم پوشی نہ کریں۔ اور اس حق نا شناس (خسر) کی حمایت میں اس قدر جوش نہ دکھائیں۔ آخر قیامت میں آپ کیا جواب دیں گے۔ اور مومن بے گناہ کے قتل کا کون سفارشی ہو گا۔ والدۂ معظمہ کی شان میں نادانی کا طعنہ گویا حضرت مریم اور حضرت فاطمہ کی جناب میں گستاخی کرنا ہے۔ بھلا عظیم اللہ بیگ جن کو عہدۂ کمیدانی کے سوا افتخار کا اور کیا محل ہے ایسی بلند مرتبہ ہستی کی شکایت زبان پر لائیں۔ اس بے ادبی پر اپنے جرم کے معافی کی امید رکھیں۔ مانا کہ میں خاک مل گیا ہوں لیکن اب بھی آسمان کی ہمسری کو ننگ سمجھتا ہوں اور اگرچہ بے سروسامان ہوں لیکن سفلوں کی خوشامد کو اپنے رتبہ سے فروتر خیال کرتا ہوں۔ سعد علی خاں بہادر ہمارے خاندان کے غلاموں میں سے تھا جس کو بیگم سمرو (جو اس ذلیل شخص کی آقا تھی) کی دولت مل گئی تھی۔ چنانچہ اس کا نام نجف خاں اور نجیب خاں کی ہم نشینی کی بدولت تاریخ عالم شاہی اور سیر المتاخرین میں رہ گیا۔

قصیدہ : اگر میں ایک ایک کر کے کیومرث تک اپنے آباؤ اجداد
کے نام گناؤں
تو ان میں کوئی ایسا نہیں ہے جس نے آسمان تک اپنا
علم بلند نہ کیا ہو۔

اور دنیا کی نیک نامی کا جو لالچ دیا ہے اس کو میں سمجھتا ہوں۔ اپنا شعر حسب حال یاد آیا، امید ہے کہ پسند آئے گا۔

بیت: میں ناصح کی بات سے ڈرتا ہوں کہ وہ پرویز کے افسوں سے کم نہیں
ایسی بات کا سننا بھی جس میں (خطا کے ساتھ) ثواب کی آمیزش ہو خطا ہے

خدا لگتی کہنا۔ مومن کا جہنم میں جا پڑنا، خوشی کا باعث نہیں ہو سکتا۔ گاؤں گاؤں ذلت و خواری اُٹھا کر کوئی دنیا میں مشہور نہیں ہوتا۔ میں نے دو تین مہینے نادانی اور سادہ دلی سے نااہلوں کے ساتھ نباہنے کی غلطی کی تھی جس پر سب سے ملامت اور نفرین سننی پڑی اب جب کہ میں فارغ البال اور خوش حال خدا نہ کرے کہ پھر اپنے آپ کو مصیبت میں پھنساؤں اور نادانوں کی مجلس میں شریک ہوں۔

آزمودہ را آزمودن جہل است

میں نے آیۂ کریمہ "مثنیٰ وثلٰث وربٰع"[1] پڑھی ہے اور اس کے معنی کی اساتذہ سے تحقیق کی ہے۔ اگر میں نے حرام سے توبہ کی ہے تو حلال تو ترک نہیں کیا۔ اگر آوارہ گردی سے پاؤں اُٹھایا ہے تو نکاح سے تو ہاتھ نہیں اُٹھایا۔ چونکہ میں نے نابکار جاہلوں سے تکلیف اٹھائی ہے اور بد اطوار گنواروں سے رشتہ کرنے میں مصیبتیں جھیلی ہیں اس لئے ارادہ ہے کہ کسی عالی خاندان سے قرابت کروں اور کسی شریف النسل زہرہ جمال کے دیدار سے آنکھوں کو تسکین دوں ورنہ دو تین جگہ سے نکاح کا پیغام اور وصال کا مژدہ آیا ہے۔ اگر وہ شخص (خسر) انصاف سے کام لے تو قیامت تک اس نسبت سے کہ میں اس کی لڑکی کو

---

[1] قرآن حکیم کی آیت کا ٹکڑا ہے جس میں مردوں کو دو تین چار بیویاں تک رکھنے کی اجازت دی ہے۔

(۳۶)

بنام مرزا کریم بیگ
دربارۂ تعزیت والدۂ موصوف

رباعی : اے مومن برگشتہ بختی کی شکایت کب تک کروگے
اور جور فریاد کی فریاد کہاں تک کروگے
گئے ہوئے وقت کا افسوس بے کار ہے
اشکوں کی صورت میں دُرِ مکنوں کا نقصان کب تک
کروگے۔

اے مومن جو خاک تو نے پیشانی پر ملی ہے اس کو تحریر تازہ کے حروف پر ڈالنا چاہیئے۔ پیراہن کاغذی فریادیوں کا لباس جو تو نے پہن رکھا ہے الفاظ و معانی کو دے دینا چاہیئے۔ لکڑی پر سرخ کپڑا لٹکانے[1] سے کیا فائدہ، اپنا دل صد پارہ نوک قلم پر لانا اور بسمل کی طرح تڑپتا ہوا مضمون[2] تحریر کر ہاتھ سے دامن چاک کرنے کا کیا نتیجہ، فریاد نامہ بھیجنا چاہیئے۔ لب شکایت کھولنے سے کیا نفع، مضامین کے فریاد کی داد دینا چاہیئے۔ آخر دل آزار صبر کیا چیز ہے اور جرأت گفتار سے کون روکتا ہے۔ داغ غم پر جس نے دل و جان کو جلا کر خاک کر دیا، کیوں کر صبر کریں اور اس ہنگامہ افروز سکوت میں جس نے وجود میں آگ لگا دی کب تک مشغول رہے۔ ظالموں سے انتقام لینا اور ایک منصف مزاج تک فریاد پہنچانا ضروری ہے۔

---

۱ سرخ کپڑا لٹکانا فریادی ہونے کی علامت ہے۔
۲ پھڑکتا ہوا مضمون۔

وہ تاج کی عزت بڑھانے والے
جن کے خدام کے نقش قدم پر بادشاہوں نے سجدے
کیے ہیں۔

امیدوار ہوں کہ آئندہ ایسی نازیبا بات تحریر میں نہ لائیں۔ مجھ کو میرے حال پر چھوڑ دیں اور وہاں آنے کی زحمت نہ دیں اور یہ ناشائستہ کلام درمیان میں نہ لائیں۔ میرے آنے کا کیا ذکر، سوال یہ ہے کہ میں آنے کی اجازت دوں یا نہ دوں کہ انہی بے ادبی اور گستاخی کے بعد عفو جرم روا ہیں۔ خط بنام رسول بیگ بھیجنا مناسب نہ معلوم ہوا۔ کیوں پہونچنے کی کوئی صورت نہ تھی اگر خاکسار نے سابق خط کی طرح اس کو چاک نہیں کیا تو مجبوراً طاق نسیاں پر رکھ دیا۔ اس سے زیادہ ننگ وعار مانع تحریر ہے۔

---

(۲۵)

مولانا سید میر فضل علی کے نام

بیت : فضل و بزرگی کو اس عزو کرامت کے ساتھ
آپ کے نام کی نسبت پر سو ناز اور فخر ہے

عیادت کی سنت کو ترک کرنا اور پھر آل پیمبر ہونے کا دعوی فرمانا کیوں کر قبول کیا جائے۔ حق ہمسائگی اور دعوی ولایت کو نظر انداز کرنے کے متعلق کیا کہا جائے۔ بے خبری کا عذر لنگ تسلیم، مگر کشف کے دعوے کی کیا دلیل ہے اور خلوت کی سرشاری کا بہانا منظور، مگر خرق عادت کا گواہ کون ہے۔ یہ ضرور ہے کہ تسبیح کا امام اپنے پاؤں سے نہیں چلتا نہ کہ امام المومنین اور آسمان قطب (ستارہ) اپنی جگہ سے نہیں ہلتا نہ کہ قطب زمین۔

ممدوح کے اسم گرامی کے زُبر "سیر" کے اعداد کے موافق ہیں۔ کیوں کہ ان کے کرم کی شہرت اطرافِ عالم میں پہونچی ہوئی ہے۔ ان کے نام نامی کے بینات لفظ "حکیم" کے بینات کے مطابق ہیں[1]۔ اس لئے ان کی رائے صائب عقول کی دانش آموز ہے۔ آغاز فطرت سے ان کا (کرم اور نام) ربط ثابت ہے۔ کیونکہ ممدوح کا نام کرم سے اور کرم ممدوح کی ذات سے مشتق ہے۔

بیت : ممدوح کی عطا ان کے خُلق کی طرح عام ہے
اور وہ ہمیشہ سے اپنے نام کی طرح کریم ہیں

عرصہ سے خط لکھنے کو دل چاہتا تھا اور بہجوم شوق دل کش مضامین سوچ رہا تھا۔ مشتاق قلم انگلیوں کے پوروں کو ملاقات کا پیام بھیجتا تھا اور نامہ شوق صبا کی مدد سے دست و قلم کو بوسہ دیتا تھا۔ کتاب آرزو سے الفاظ نوکِ زبان تک آتے تھے اور الفاظ مذکور قوت سامعہ کو ضیافت کے لئے بلاتے تھے۔ لیکن جھوٹے حاسدوں اور مکار دشمنوں نے ہنگامہ مکر و فریب گرم کیا اور اس ویرانہ (دہلی) کی جانب جناب کی تشریف آوری کی دنیا میں دھوم مچائی۔ میری سادہ لوحی نے شوق کی رنگ آمیزی سے تمنائے دید کی تصویر کھینچی اور کامل آرزو برآری کی امید میں نصف الملاقات (خط) کا خیال چھوڑ دیا۔ اب جب کہ عدم تشریف آوری کی خبر پائے تحقیق کو پہونچی، اور بے اعتبار خبر رسانوں کا جادو ہاروت و ماروت کے دعووں کی طرح باطل ہوگیا

---

[1] جب کسی حرف کا نام تلفظ کے لحاظ سے لیا جاتا ہے تو اگر اس کے پہلے جزو کو جو نام کا مسمّی ہے شمار کرتے ہیں تو اس کو "زُبر" اور جزو دوم کو "بینات" کہتے ہیں۔ مثلاً "صاد" اس کے پہلے جزو "ص" کے عدد زُبر کے لحاظ سے ۹۰ ہیں اور دوسرے جزو "اد" کے عدد ۵ ہیں۔ آخر طریقے کو بینات کہتے ہیں۔

مومن نے مکتوب الیہ (کریم) کے بارے میں بتایا ہے کہ زُبر کے قاعدے سے

(باقی صفحہ آئندہ پر)

**نظم:** وہ ممدوح جس کا انصاف
بے رحم آسمان کو خط نصف النہار کی طرح دو ٹکڑے
کر دیتا ہے
جس کے انتقام کے خوف سے زمانہ
ظلم کے نام سے توبہ کرتا ہے
جس کے لطف و احسان کے دور میں
خون برسانے والی آنکھوں سے لال گرتے ہیں۔
جس کے خلق مشکیں کے رشک سے
بادِ بہار کا زخم ناسور بن گیا ہے
جس کے عنایت کی بہشت
ہر کانٹے میں پھول اُگاتی ہے
جس کی تعریف کے ذوق میں
شکر خوار طوطیوں کے نغمے شیریں ہو گئے ہیں
جس کی گفتار کی جاں بخشی نے
مسیح کے نقل کو بیمار کر دیا ہے
جس کے رحم کی دل جوئی
حسینوں کے ناز سے بڑھ کر جاں فزا ہے
جس کی دینداری میرے کلام سے بڑھ کر پختہ تر ہے
نہ کہ ریاکار واعظوں کی گفتار
جس کی رائے دل کی طرح روشن
اور شعلہ رخ حسینوں کے لئے موجب رشک
جس کی خوبیوں کا بیان مشکل
جس کی صفات کا احاطہ دشوار

کا خوف نہ ہوتا تو میری فریاد کا شعلہ فرشتوں کی قوت سامعہ کو جلا ڈالتا اور اگر آپ کی چشم حق بیں کی خوں باری کا اندیشہ نہ ہوتا تو میرے قلم کے آنسو آسمان ماتمی لباس سے اونچے جاتے۔ اس سردار اتقیا کے صبر کی خبر نے اثر کیا جس کی وجہ سے سینہ چاک قلم نے "من شق الجیوب[1]" کا نعرہ لگایا اور دل بیتاب کو صبر آگیا اور زبان نوحہ زن نے خاموشی اختیار کی۔

قطعہ: اب میں فریاد کے مضمون کو دعا سے مبدل کرتا ہوں
خدا کرے کہ تاثیر کے منہ پر عیش کے دروازے کشادہ رہیں
یارب خضر کی عمر اور مفلسوں کے طول امل سے
ممدوح کی عمر و دولت کا زمانہ درازتر ہو

---

## (۲۷)

### بنام میر عظمت اللہ خاں

رباعی: مومن تجھے کیا ہوا کہ تیرے چہرے سے غم آشکار ہے
یہ نالہ و فریاد۔ یہ گریہ وزاری کس لئے ہے
آخر تو بےکسوں کی طرح ہر جگہ مارا مارا کیوں پھرتا ہے
وہ تیرا ہمدم و دل نواز یار کہاں گیا
شاید تو (مومن) کسی خورشید لقا سے دور ہے جو تیرے دل کو مرجھاؤں

---

[1] حدیث یہ ہے کہ "من شق الجیوب فلیس منا"۔ یعنی جو غم میں گریبان چاک کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

توقلم مائل فریاد ہوا اور نامۂ فریاد خواہ نے خُمِ دوات کے نیل میں لباس سیاہ کیا۔ میں داد خواہ ہوں نہ کہ عذر خواہ کہ مجبر گناہ گار ہیں اور میں بے گناہ۔

بیت : دروغ مصلحت آمیز بھی گناہ میں داخل ہے
جس کا ثبوت یہ ہے کہ حضرت خلیل قیامت میں اسی بنا
پر شفاعت کرنے سے عذر کریں گے۔

آرزو بنایا! جناب کے دیدار کا جو اشتیاق ہے، دائرہ تحریر سے باہر ہے اور زبان درد فراق کی شرح سے عاجز۔ اگر ستم شعار زمانے کے ظلم سے نالہ کروں "لا تسبوا الدھر وانا الدھر[ا]" کا مضمون زبان روکتا ہے اور اگر موت کی جفا پر (جس سے مراد ہجر کی ناگوار زندگی ہے) نالہ عالم سوز کروں تو آپ کا خوگر تسلیم و رضا دل اس کو پسند نہ کرے گا۔ کیوں کہ تعزیت کے مضمون کے ادراک کرنے میں یہ احتمال ہے کہ والدہ معظمہ کے انتقال کا حادثہ جاں کاہ موت کا تازہ ظلم ہے۔ جو ستم رسیدہ ہیں وہ جانتے ہیں کہ ایسے موقع پر لب کو شکایت سے آلودہ کرنا کس قدر ناگوار اور زبان فریاد نہ کھولنا کس درجہ دشوار ہے " انا اللہ مع الصابرین[۲]" کی بشارت پر عزیزوں کی جدائی برداشت کرنا اور " الصبر مفتاح الجنت[۳]" کی خوش خبری کی بنا پر انا للہ کے مفہوم پر جان دینا، مقبول فرشتوں کا طریقہ ہے نہ کہ ظالم اور جاہل انسان کی فطرت۔ اگر حضرت کے گوش حق نیوش کی گرانی

---

(بقیہ صرگذشتہ) اس کے اعداد لفظ "سیر" کی برابر یعنی ۲۷۰ ہیں اور اگر بینات کے قاعدے سے دیکھا جائے تو اس کے بینات لفظ "یک" کے مساوی یعنی ۱۳۳ ہوتے ہیں۔

[ا] حدیث قدسی ہے کہ زمانہ کو برا نہ کہو میں خود زمانہ ہوں۔

[۲] قرآن حکیم میں ہے کہ اللہ صابروں کے ساتھ ہے

[۳] صبر جنت کی کنجی ہے (حدیث)

جناب کے قلم سے نہیں ہوئی ہے۔ اگر پہلی بات صحیح ہے تو سیمیں بروں کے وصال کی دولت مبارک ہو۔ بہر حال دو تین لفظ لکھنا اور بے ریا دوستوں کو اپنی خیریت سے آگاہ کرنا ضرور ہے۔ والسلام

---

(۲۸)

بنام تفضل حسین خاں

بجواب معذرت نامہ

رباعی : مہر و وفا سے میرا دل تنگ آ گیا
کہ جو سوچتا ہوں اس کا الٹا ہوتا ہے
ہزار چاہتا ہوں کہ تیرے ظلم کا گلہ کروں
مگر کیا کیا جائے کہ وہ زبان پر شکر بن کر آتا ہے

---

رباعی : آخر دل خستہ پامال ہو گیا
اور دوست معذرت پہ مائل ہوا
میرا مقصد یہ تھا کہ اس کے ظلم کی شکایت کروں گا مگر شکایت شکر بن گئی۔
بالآخر میری ناکامی کام آ کر رہی

خط کا مضمون شکر سے لبریز ہے اور قلم کی آواز الحان داؤد کی ہم سر ہے۔ آپ کی تحریر چشم حق بیں کی روشنی کا باعث ہوئی اور مغز قلم نے نگاہ احسان شناسی کو نور بخشا۔ جو مضمون اب سپرد قلم کر رہا ہوں لاکھ شکایت ظلم پہ

کے وصال سے بھی چین نہیں ملتا اور کسی آرام جاں سے جدا ہے جو تیری بیقرار جان کو معشوق کی دل جوئی سے بھی تسکین نہیں ہوتی ۔ تقدیر نے تجھے کسی کے دروازے سے دور کر دیا ۔ جو سر میں خاک ڈالتا ہے ؟ اور لوگوں نے کسی کے دل سے تجھے گرا دیا جو تو نے پیرہن چاک کیا ہے ؟ تیری چشم نگراں گواہ ہے کہ تو درد انتظار میں مبتلا ہے اور تیرے غم پنہاں کی مجبوری سے ظاہر ہے کہ کسی عیسیٰ نفس کے قاصد کی آمد کا اشتیاق رکھتا ہے ۔ تو خاک پر بیٹھا ہے آخر تیرے جاہ وجلال کی مسند کہاں گئی ؟ تو نے پتھر کو سر کا تکیہ بنایا ہے تیرے چارہ ساز زانو پر کیا افتاد پڑی ؟ خدا نخواستہ یا تو تیرا محبوب کسی دوسرے کے پہلو میں بیٹھا ہے یا سید عظمت اللہ خاں اس شہر کو چھوڑ کر سفر کو چلے گئے ۔

رباعی : وہ فلک مرتبہ ۔ خورشید جمال خاں

جو اپنی غیرت کوکب، حسن اور عظیم جاہ وجلال کی وجہ سے

اگرچہ آسمان کی برابر ہیں لیکن کسی کے سامنے جھکتے نہیں

اگرچہ خورشید ہیں مگر ہبوط ووبال سے محفوظ ۔

الہٰی ۔ ان کا درجہ بلند کر اور ان کو ان کی تمام صفات کے ساتھ سلامت رکھ ۔ عرصہ ہوا جناب والا کے حالات سے بے خبر ہوں ۔ یہ تغافل آپ کو کیوں پسند آیا اور بے وفا عاشق کش حسینوں کا طریقہ کیوں بھایا ۔ جب میں یہ شیوہ ناپسندیدہ (تغافل) اپنے کافر کیش معشوق سے پسند نہیں کرتا تو آپ سے کیسے پسند کروں اور جب تک وہ وفا کی قسمیں اور ناز کی سوگند کھا کر دل جوئی اور دلدہی کا عہد نہیں کرتا میں اس سے دل نہیں لگاتا ۔ ایسی حالت میں آپ کے روبرو زبان شکایت کیوں بند کروں ۔ حکایات کا اختلاف مجھے پریشان رکھتا ہے اور روایات کی شہرت چین سے نہیں رہنے دیتی ۔ نواب مستطاب محمد مصطفےٰ خاں بہادر نے فرمایا تھا کہ ہاتھرس کے روپے کی تحصیل جناب والا کو سپرد ہوئی ہے اور علی حسین نے یہ بے سُرا راگ الاپا کہ ابھی اس خوش خبری کی تصدیق

وہ ہمدم دل جو اگر اس کے وصال کی دعا
میرے دل میں آتی ہے تو اس کے لبوں پر آمین جاری
ہوتی ہے

مخلص نواز ۔ چند سطریں جو آپ نے شفیق مہربان غلام حیدر خاں کے خط کی پشت پر اپنی عنایت سے لکھ دی تھیں ۔ ظلم کی معذرت (جو حسینوں کا شیوہ پسندیدہ ہے) کے متن کی شرح اور خط کے حاشیہ کی مانند معلوم ہوتی تھیں ۔ ان سطور سے دل غمگیں کو تسکین اور خاطر حزیں کو تسلی ہوئی ۔ جب میں نے اپنی چشم آرزو اس خط کے رخسار سے ملی تو میرے دیدہ طوفان بار سے آنسوؤں کا دریا جاری ہوگیا ۔ اس سرچشمہ انہار اقبال و سعادت (تفضل حسین خاں) کے دیدار کے بغیر اشکوں کا سیلاب جس سے دریائے جیحون کو رشک آئے ، آنکھوں سے رواں تھا اور اس درۃ التاج سعادت (مکتوب الیہ) کی جدائی میں قلزم کا طوفان بھی پانی پانی تھا ۔

رباعی : آپ کے قلم نے جو تحریر زیب قرطاس کی ہے
وہ سر میں گرد اغم ڈالنے والے دل کے لئے تعویذ ہے
یا ظلم کی معذرت کے لئے
لیلیٰ نے قیس کے گلے میں ہاتھ ڈالے ہیں

نیاز نامہ کے جواب کی امید میں موجب "لئن شکرتم لازیدنکم"[1]
اس کرم تازہ اور عنایت بے اندازہ کا شکر ادا کرتا ہوں ورنہ آپ کے مضمون معذرت آمیز لکھنے اور شیوہ ظلم و ستم یکسر ترک کر دینے پر مجھے کیا کیا شکایتیں نہیں ہیں ۔ مومن وفا کیش کے حق میں کینہ ورزی کا خیال کرنا (جو دوستوں کے طریقت میں کفر ہے) اور اس کو جور و جفا کی لذت

---

[1] اگر تم شکر کرو گے تو میں تم کو زیادہ دوں گا ۔ (قرآن)

مبنی سہی مگر وہ شکر کا پہلو رکھتا ہے اور جو بات لب پر لا رہا ہوں سراپا بیانِ غم سہی مگر دل منت پذیر و حق شناس کا زمزمہ معلوم ہوتی ہے۔ مکتوب ہذا کا عنوان " محمدہ و نستعینہ " سے شروع ہوتا ہے۔ قلم محبت رقم سرِ نیاز سجدہ شکر میں رکھتا ہے۔ قاصد خط پہونچانے کا احسان کیوں نہ مانے جب کہ یہ نامہ تفضل حسین خاں کے نام نامی سے معنون ہے۔

قطعہ: وہ یارِ وفادار جو اس جرم میں کہ لفظ " کس " " کین " کا
ہم عدد کیوں ہے
" کس " (کسی پر) سے التفات نہیں کرتا[1]
وہ اخلاق کا باغ جس کی گلی کی ہوا
کا کل مشکیں کی پریشانی رفع کر دیتی ہے
وہ صبح حُسن جس کی پیشانی پر دشمن کی شب مرگ کے سوا
نہ کبھی شکن پڑی ہے اور نہ کبھی پڑے۔
وہ روشن رائے جس کی نگاہ کی تعلیم سے
انصاف کی آنکھ بھی خاطر حق بیں کی ہمسری کرتی ہے
وہ راستی کا معلم جس کی تربیت سے
فرہاد شیریں کے مرنے کی خبر پر یقین نہیں کرتا
وہ مجمع اوصاف جس کی مدح کے دفتر پر
اگر معترض اعتراض کا خیال کرے تو اپنے ہاتھ سے آنکھ
پھوڑ لے۔

---

[1] " کس " کے اعداد (۸۰) " کین " کے اعداد (۸۰) کے برابر ہیں۔ اس لئے "کس" کو "کین" کا ہم عدد کہا گیا ہے۔

(۲۹)

بہ سلسلۂ معذرت تاخیرِ مکتوب

مثنوی: یہ پری رو

جو شعلہ رو، اور بدخو ہیں، عجیب بلا ہیں
سب کے سب فتنہ جو اور فساد انگیز
کینہ ور زا اور ستم شعار
آہ یہ کیسے یار ہیں کہ اغیار کے طرف دار ہیں
ظاہر میں دوست باطن میں دشمن
اپنے رخسار آتشیں کو اس لئے چمکاتے ہیں
تاکہ عاشقوں کے جان و دل جلائیں
اگر کبھی کسی سے ہنس کر بول لیتے ہیں
تو گویا خس و خاشاک میں آگ لگا دیتے ہیں
جب تک جوش فریاد نہ ہو تجھے رحم نہیں آتا
ان کی زبان میں جفائے پنہاں کا نام لطف ہے
آسمان کے مہر پر حرف گیری کرتے ہیں
اگر گھڑی بھر کو دلدہی کرتے ہیں تو بان لے کر رہتے ہیں
دل داری کے بھیس میں دشمنی
اور سادہ لوحی کے پردے میں چالاکی ان کا شیوہ ہے
وفا کے گھٹنے پر خوشی سے بالیدہ ہوتے ہیں
البتہ عاشقوں کو قتل کرکے ان پر روتے ہیں
اس فرقۂ ستم ایجاد کی دہائی ۔ جو جنبش مژگاں کی ہوا سے نگاہِ گرم

سے (جس میں شکرلب۔ شیریں دہن حسینوں کے بوسے کا مزا ہوتا ہے) مایوس کرنا اور تغافل بلند اور عتاب عاشق پسند سے جو اہلِ وفا کے لئے مخصوص ہے محروم کرنا اور ہجر کے ستائے ہوئے دل کو ناکردہ سے شرمندہ اور کردہ سے پشیمان نہ جاننا میرے نصیب میں ہے ورنہ

بیت: لطف کی باتوں سے تسلی نہیں ہو سکتی
کیوں کہ ظلم کی معذرت کرنا ظلم کو یاد دلانا ہے

اگرچہ ان رنگین صحبت۔ نازک مزاج (مکتوب الیہ) کے ملال کے خیال سے میں نے وصال کا مُنہ نہیں دیکھا لیکن فراق کا غم جذب شوق کی بے اثری کے انفعال کی وجہ سے بیان نہیں کر سکتا اور ہر چند کہ طالع نارسا کی غلطی سے اس در تک پہونچا ہوں لیکن اپنے شوق وصال شرمندگی کی وجہ سے تحریر نہیں کر سکتا ورنہ حد تحریر سے زیادہ ہے۔

رباعی: تیری ملاقات میرے درد دل کا علاج ہے
اور میرے دل کی آہ سرد افسردگی کا نتیجہ ہے
میری پرسش حال کے لئے جلد آ
ورنہ میرے دل کا غبار جو تیرے کف پائی کی خاک ہے
اٹھ جائے گا۔

خیریت سے مفصل طور پر آگاہ فرمائیں کہ طبیعت کو تردد ہے اور خاطر ترقی طلب اور دل خیر اندیش بے تاب ہے۔

مجھے حسینوں کی الفت سے نفرت ہو گئی

ان کی داستان [illegible] سے نفرت ہے

گویا میرے [illegible] سے لطف اندوز

ہو رہے ہیں

ان کے حسن [illegible] ہو گئے

دشمنوں سے بھی محبت کی امید ہو گئی

ان کی شوکت کا تصور دل میں گزرا تھا

کہ آسمان کی رفعت میرے حصہ میں آ گئی

میں اس کی متانت کو سراہتا ہوں

گویا در پردہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ میں بھی قوت بیان رکھتا ہوں

میں موصوف کے جلوے کا بیان کرتا ہوں

گویا حضرت یوسف کی داستان کہہ رہا ہوں

اس کی درگاہ میں پامال ہونے سے یہ شرف ملا

کہ میرا پاؤں فرقدان[1] کے سر پر ہے

میں ان کے اخلاق کے ذکر میں نغمہ سرا ہوں

گویا سیر باغ کا ارادہ کر رہا ہوں

خود ناشر کے کان مرہون احسان ہیں

کیوں نہ ہو میری زبان ہر کس کے لئے دعا ہے

خدا کرے کہ اس کے جود کی برسانے والا ہاتھ

میری چشم گہر بار کے لئے موجب رشک رہے

عرق شرم پیشانی سے اس قدر ٹپکتا ہے کہ قیامت تک آندھیوں کی

---

[1] فرقدان ! دو بلند ستارے

کی آگ کو تیز کرتا ہے تاکہ فتنہ کی لپٹ آسمان تک جائے اور اس گروہ جفا بنیاد کے ظلم سے فریاد جو سرمہ کی کدورت کو خنجر غمزہ کی آب سے تقویت پہونچاتا ہے تاکہ اس طرح عاشق کی بربادی کی بنا مستحکم ہو جائے۔ اس دعوے کا شاہد عادل اور دلیل صادق یہ ہے کہ جب سے میں شاہ جہاں آباد واپس آیا ہوں ظالم حسینوں سے جنہوں نے پہلے بار ہا خون کے سے گھونٹ پلائے تھے دل داری اور دل جوئی ہی کا تجربہ ہوا۔ خنجر غمزہ کی آب جو خون دل کی پیاسی تھی شوق کی آگ پر پانی ڈالتی ہے اور تیغ نگاہ کا دم جو تیر جانوں کے ہلاک کرنے کے لیے مستعد رہتا تھا مسیحا کا کام کرتا تھا۔ وہ لب شیریں جو میرے شور محبت سے خجل ہوتا تھا۔ اب میری شوریدگی اور تلخ کامی کی چارہ سازی میں مصروف ہے۔ اور وہ حسن نمکین جو میرے زخموں پر سودۂ الماس چھڑکتا تھا اب جراحتوں کے لیے مرہم کا حکم رکھتا ہے۔ وہ ظلم جو عاشق کی ستم اٹھانے والی طبیعت سے تعلق رکھتا تھا اب اپنی دل آزاری میں مشغول ہے اور وہ ادائیں جو رقیبوں کی دل دہی پر مائل تھیں میری دل داری پر آمادہ ہیں۔ حاشا وکلا کہ نالۂ آسمان شگاف کی تاثیر نے گستاخی کی ہو یا فریاد کا اثر کام آیا ہو۔ اگر یہ بات میرے فن میں نہ ہو تو بس بدگمان ہوں اور اگر ایسا دلنشیں امر مجھے حاصل نہ ہو تو میں بے نام و نشاں ہو جاؤں۔ میں کہاں اور یہ بخت طالع کہاں۔ میں رقیب نہیں ہوں جو آسمان موافق اور زمانہ سرکشی میں چست ہو جائے۔ میں جانتا ہوں کہ ان کی (حسینوں) دل فریبی کا مدعا کیا ہے اور ان کی چشم التفات کا مقصود کون ہے۔ سربلند تغافل کی فروتنی کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں کہ مجھے شرمندگی نصیب ہو اور خود پسند بے نیازی کی نیازمندی کا منشا اس کے سوا کچھ نہیں کہ خاکسار کو تفضل حسین خاں کے حضور میں نیاز نامہ ارسال کرنے سے محروم رکھا جائے۔

قطعہ: مدعا ہے کہ عنایت کو یاد کر کے

سے سبک دوش ہونا بہتر ہے۔ نہیں نہیں۔ اگرچہ خاطر رقیب پرست سجدہ شکر میں سر رگڑے تو بھی کیا عجب کہ کاندھا ارباب محبت کی ملامت کے بار سے درد کرنے لگے۔ افسوس افسوس۔ میرا پاؤں (خدا کرے کہ اس کو لغزش نہ ہو) بام فلک سے پھسلا اور میرا ہاتھ (جو پامال نہ ہو) تامل سے دست کش ہوا۔ آپ کی خاطر جمعیت پسند نے یہ کیوں پسند کیا کہ میں غیروں کا نام زبان پر لاؤں اور آپ کے دل غیرت اندیش نے کیوں کر سمجھ لیا کہ میں دوست کے مطاعن کا ذکر لکھ رہا ہوں۔

مصرع: میں طلب سے در گذرا۔ مطلب ختم ہوا۔

والسلام

---

## (۳۰)

مکتوب الیہ کے دہلی سے جانے اور کرم احمد سے
رنجش پیدا ہونے کے موقع پر

میرا قلم عقیدت رقم ایک ایسے صدر کی درگاہ عالی کے خاکساروں کے نقش قدم پر سجدہ ریز ہے جس کی صف نعال میں بیٹھنا گویا چرخ اطلس پر تکیہ لگانا ہے، اور مومن صاف باطن کی فریاد ایسے بلند مرتبہ شخص کے قصر کے خدام کے پردۂ گوش تک پہونچتی ہے جس کے کعبہ خیال کے طواف کا احرام باندھنا گویا لامکاں کی حد سے آگے نکل جانا ہے۔ مظہر انوار ربانی، مصدر اسرار نہانی۔ اشفاق کی کان۔ اخلاق کے ابر نیساں، مہر سایہ، سپہر پایہ، کیواں خیال، قمر جمال، ناہید بزم، بہرام رزم، مشتری نظیر، عطارد تحریر،

قطعہ: ممدوح ایسا ہے کہ زمانے میں اس کا ہمسر و نظیر

کوشش کے باوجود دامن صحرا سے گرد نہ اُٹھے گی اور گرد ملال نے دل کے پردے پر اتنا غبار بٹھا یا ہے کہ روز " من یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہٗ[1] " تک آنکھوں کے اشک ندامت اسے نہ دھو سکیں گے۔ آپ کے مکتوب (جس نے خجالت کے زخم پر نمک چھڑکا) کا جواب لکھنا گویا سینہ چاک اور دل مجروح کو کان نمک اور معدن الماس کے سپرد کرتا تھا۔ فریاد، کہ میں ایسا ظلم نہیں کر سکتا تھا۔ اس دعوی محبت کے باوجود نصف الملاقات کی لذت سے میرا تلخ کام رہنا گویا زبان کو ملاحت کے شکر و ثنا میں کھولنا ہے۔ میں کیسا کافر ہوں کہ پھر بھی خود کو مومن سمجھتا ہوں۔

بیت : نہ دل برکی ملاقات کی طاقت نہ جدائی کی تاب
میں حیران ہوں کہ اپنی شرم سار جان کو کیوں کر سمجھاؤں

اگر نہ لکھوں تو بے وفائی کی ہمت نہیں رکھتا اور اگر لکھوں تو اس کے سوا کیا لکھوں کہ میرا عذر قبول کیجیے اور میری بات پر حرف گیری نہ فرمائیے۔ کیونکہ اگر طعنہ دیں گے تو برابر کا جواب پائیں گے۔ اگر الزام دیں گے تو شرمندہ ہوں گے۔

لالہ پھول چند (جو جناب کے مقرب ہیں) کے رشک کی خلش کسی روز گل کھلائے گی اور غلام رسول خاں (جو آپ کی خدمت کی بنا پر خود کو خداوند ارم سمجھتے ہیں) کے وصال کی غیرت رسوائی کا پھل لائے گی۔

اگرچہ تپ محرقہ نے جو شکایت کی آگ سے لاحق ہے اور خون کے جوش سے بغل میں آبلے ہو گئے ہیں، میری پذیرائی کی لیکن قلم غیرت رقم اور دست حمیت نواز اغیار کے انتقام کو پیش نظر رکھتے ہوئے جلی کٹی کے سوا کچھ نہیں لکھ سکا۔ اگر ایسا بار جو کشمکش میں ہے دل پر گراں گزرے تو اس

---

[1] جو ذرہ کے برابر نیک کام کرے گا اس کا اجر پائے گا۔ (قرآن)

ہیں حائل ہے چشم آبلہ سے ٹپکتا ہوں۔

بیت : رونے کے لیئے تیار ہو جا اور گوش دل سے سن
کہ تیرے جاں بلب لبوں پر بات آ ہی گئی

شاخ گل جبیں نزاکت بار انگلیوں کی نکہت بیزی اور سنبل خامہ کے غنچے کی عطر بیزی نے ہوش کو طبلہ عطار کے لیئے باعث رشک بنایا اور کانوں لخلخہ سائے نسیم بہار ٹھہرایا۔ اس مشک فروشانِ چین کے قافلہ سالار اور ایسی مشکیں زلف بکھیرنے والے جو چین کی خراج کی ہم قیمت ہوں (یعنی خوش خلق مکتوب الیہ) کے نامہ سمن شمامہ کے فصیح الفاظ کے بنفشہ زار اور بلیغ کلمات کے سنبلستان کے نظارے نے اس منتظر کی نگاہ کے روبرو فردوس بریں کا دروازہ کھول دیا۔

بیت : تیرے زلف کی شمیم نے میرے ہوش و حواس کو معطل کر دیا
اور تیرے باد فروش دماغ کو عنبر کی دوکان بنا دیا!

آپ کے خامہ رنگیں بیاں کی زبان نے جو عدیم الفرصتی کا عذر کیا ہے۔ اور آپ کے مکتوب کی عبارت نے جو بدگمانی کی آواز کو طعن عوام کی قید سے رہائی ناممکن قرار دیا ہے۔ ایک طرف مجھے حیرت میں ڈالا اور دوسری طرف میری روح کو مجروح کیا۔ میں نہیں جانتا کہ شوقِ وصال کے اظہار اور ذاتی حال کے بیان میں سوائے یک رنگی اور یک جہتی کی کون سی قباحت تھی اور آپ کی طبع باصفا کے دامن پر کیسی گرد بیٹھی کہ آپ نے عذر بے جا کی ہرزہ دری اور جنوں کے آوارہ وادی کو جادۂ عشق راہ وفا اور راہ نمائی دلیل صدق وصفا خیال فرمایا۔ میں حیران ہوں کہ دوستوں کے حال زار کی پرسش اور گفتار صدق آشنا میں کون سی رکاوٹ یا قباحت تھی اور کس رہزن نے فساد و شرارت کے گوپھن سے سنگ باری کی کہ طبع کج خرام نے راہ بھول کر اوہام کے اثر سے دھوکا دینے والے غول بیاباں کی راہ اختیار کی۔

دوستوں کی دشمنی اور دشمنوں کی مہربانی کی طرح ناپید ہے
وہ ایسا ہے کہ اگر کسی کو فرشتوں میں سے دردِ سر کی شکایت
ہوتی ہے
تو اس کے آستانے کے غبار سے اس کا علاج کیا جاتا ہے
وہ جس کی زمین پر سجدہ کرنے کے خیال سے
میں آسمان کے سامنے سرِ افتخار بلند کرتا ہوں
وہ جس کی عنایت کے تصور سے
نامہربان آسمان عاشقوں پر مہربان ہوتا ہے
وہ جس کے کلام کی نعمت کے دسترخوان پر
جریر اور سحبان کی گویائی ناخواندہ مہمان ہے
وہ جس کی ہمت تمام مال و منال کو
زمانے کے منعموں کی عمر کی طرح مفت لٹا دیتی ہے
وہ جس کے رتبے کے روبرو چرخِ ہفتم
ایسے ہی حقیر [illegible] ہے جیسے کرمِ احمد امتحان میں
وہ جو میرا یار اور دوست دار ہے
جو تہہ دل سے چاہتا ہے اور جس کو میں جان سے عزیز
رکھتا ہوں
فخرِ جہاں، یگانۂ زماں، فریدِ عصر
یکتائے دہر یعنی تفضل حسین خاں

بیان شوق وصال کی راہ دشوار گذار اور شرح دردِ فراق کے خارزار میں برہنہ پا قلم کے تگ و تاز، مجھ خاک نشستہ اور پاشکستہ، مہجور کی واماندگی سے مشابہ ہے۔ لہٰذا محروم و مایوس ہو کر کمال حسرت و افسوس کے ساتھ اس وادی پُرخطر سے گذر کر خلش مژگاں کے ذریعہ سے قطرہ خوں جو عرضِ مدعا کی راہ

(۳۱)

بندہ بندگی پرست۔ صداقت آئین کا سلام نیاز اس عالی مرتبت کے خدام کی خدمت میں پہونچے کہ آسمان بلند با ہمہ شوکت ترقی رتبہ کی امید میں اس کی محفل کی خاک پا پر سر عقیدت گھستا ہے اور مومن عاجز کے سجدہ ہائے عقیدت اس والا منزلت کے غلاموں کے حضور میں پہونچیں۔ جس کے آستانے کے قصر بلند کی مشابہت سے عرش عظیم اپنا رتبہ بڑھاتا ہے۔ مخزن خصائل سنجیدہ اور معدن فضائل حمیدہ۔

قطعہ:

میں ان کی تعریف میں نہایت عاجز ہوں
کہ کیا کہوں اور کس طرح کہوں
اس عقل و فہم کے باوجود میں حیران ہوں
اگرچہ میں چناں و چنیں کہہ سکتا ہوں
میں ایسا شاعر بلند مرتبہ ہوں
کہ جو کوئی نہیں کہہ سکتا وہ کہہ سکتا ہوں
شعرا کی محفل میں خود اپنی تعریف
میں اوروں سے زیادہ کرتا ہوں
مجھ جیسا شاعر نہ ہے اور نہ ہوا
بہ بات اصفہان کے فصحا سے صاف صاف کہتا ہوں
لیکن ممدوح کی تعریف کی فکر کرتے وقت
کچھ اس طرح کا خیال اور بیان کرتا ہوں
میں عقل اول سے پوچھتا ہوں
تاکہ جو کچھ وہ بتائے وہی کہوں

بیت : میں جانتا ہوں کہ آپ مجھے بُرا جانتے ہیں
آپ کی اس بدگمانی کا مجھے مطلق گمان نہ تھا

استغفراللہ ۔ وہم گمراہ مجھے کہاں لے گیا اور جادہ فراموش طبیعت نے مجھے کہاں سے کہاں پہونچایا ۔ یہ تمام عبارت اہل زمانہ کے مسلک کی پیروی میں سپرد قلم کی گئی ورنہ وہ ہادی منازل محبت (مکتوب الیہ) تو درا صل ان چیزوں سے بمراتب بالاتر ہیں ۔

رباعی : آپ جیسے شخص پر ہم کوئی دوسرا گمان نہیں کرتے
آپ نور ماہ ہیں ہم ستاروں کی پرواہ نہیں کرتے
اگر سو بار آپ کا سایہ غلط پڑے تو
ہم اپنی آنکھ سے دیکھ کر بھی آنکھوں کا یقین نہ کریں

میری عزلت گزینی اس قاصد منزل دوستی (مکتوب الیہ) کی آزردگی خاطر کے خیال سے ہے اور میری زاویہ نشینی اس عازم شہر ربط و اتحاد (مکتوب الیہ) کی افسردگی کے خیال سے ہے ۔

بیت : جو گفتگو سوچی تھی وہ تیری خاطر کی دل ہی میں رہی
سو باتیں لبوں پر آئیں مگر پھر دل کی طرف لوٹ گئیں

رکھتا ہے اور میرے نالۂ جاں ستاں کی برچھی کی نوک آسمان کے مسافروں (ستاروں) کے پاؤں میں کانٹے کی طرح چبھتی ہے۔ وہ سوزِ نہاں جس نے ہنگامۂ محشر روشن کیا (برپا کیا) اس نے کیونکر سینہ کی ہڈیوں کی شمع کو روشن نہ کیا ہوگا۔ سوزشِ روح جس نے زمین اور آسمان کو جلا دیا اس نے دل و جگر کے پروانوں کو کیوں نہ جلایا ہوگا۔ آپ کی جدائی کہ مجھ سے جدا اور دوسروں کے وصل سے مسرور ہے۔ میرے دل عیش منزل کی خانہ ویرانی کا سبب بنی اور آپ کی دوری نے کہ دل سے نزدیک اور نظر سے دور ہیں۔ مجھے موت کا ہم سایہ بنا دیا۔ اگر ایک مہینہ کے بعد (جو عمر خضر کی طرح دراز ہے) وعدۂ وصل کے وفا ہونے کی امید آبِ حیات کا اثر رکھتی تو درد فراق جو حنظل اور ہلاہل کی خاصیت رکھتا ہے میرے عمر کے پیمانے میں اجل کا زہر گھول دیتا۔

بیت: وصل کی امید زندگی کا سبب بن گئی

ایک وہ زمانہ تھا کہ میرا دل سراسر ناامید تھا

قند مکرر یعنی دوسرا نوازش نامہ صادر ہوا جس نے کام آرزو کو شہد سے بھر دیا۔ اور مذاق جاں کو مزید لذت بخشی۔ نیشکر خامہ کی شیرینی نے جس نے آقائے نامدار قدردان کی صحت مزاج کے حال سے بامزا کیا۔ مجھ ترش رو، سرکہ جبیں اور تلخ عیش کی پیشانی کو سحر شکر پر مائل کیا۔

مصرع: خدا کا شکر ہے جیسا چاہئے ویسا ہی ہوا

اگر اس مشورے کی حلاوت جو میں نے بطور دوائے فرض پیش کیا تھا، عقل معاش کے ذوق کو گوارا ہو تو نواب صاحب کی خدمت میں واپس ہوتے وقت اس کا مزا زائل نہ ہونا چاہئے۔ اگر اس نصیحت کی تلخی جو میں نے اضافہ کی گذارش کے موقع پر کی تھی طبیعت کو ناگوار نہ ہو تو نواب موصوف سے گفتگو کے وقت فراموش

---

(بقیہ صر گذشتہ) کے پاؤں سے باندھ دیتے اور یہ خیال تھا کہ اس کے اثر سے وہ تھکن سے محفوظ رہیگا

جب وہ (عقل اول) اس بارے میں کچھ کہتی ہے
تو میں بار بار یہ) کہتا ہوں کہ تو نے کوئی ٹھکانے کی بات
بھی کہی ۔
اگر میں ممدوح کے جاہ وجلال کی نسبت کوئی بات کہتا ہوں
تو چپکے سے آسمان کے کان میں کہہ دیتا ہوں
جب میں اس کی بے مثالی بیان کرتا ہوں
تو کہہ اٹھتا ہوں کہ مجھ سا دنیا میں کون ہے
میری زبان پر ممدوح کا نام آتا ہے
چاہیئے کہ میں اپنی زبان کی مدح کروں
جان میری زبان کے گرد پھرتی ہے
جب میں تفضل حسین خاں کا نام لیتا ہوں

حصل مرامہ پذیرا باد ۔

بیت : تیرا بے زبان فریاد کر رہا ہے
اور چند نالے زبان پر آئے ہیں

اس یار وفادار کی گرمی محبت کی یاد کی جلن کیا لکھوں جس نے آہ شرربار کی شمع روشن کی اور پروانہ کی طرح فرشتوں کے پر جلا دیئے ۔ اس کی (مکتوب الیہ) تقریر کے خیال کی آب یاری کا کیا بیان کروں جس کے طوفان کے باعث چشم خوں بار کے چشمے سے دریائے جیحون جاری ہو گیا اور حاملانِ عرش کو کمر تک غرق خوں کر دیا ۔ اس جلن نے سدرہ کی لکڑی کو جہنم کا ایندھن بنا دیا اور اس طوفان نے پائے عرش کو پودے کی طرح سر تا سر پانی میں ڈبو دیا ۔ میری آہ خونچکاں کے تیر کا پیکان جو نازک خیالوں کے پیک خیال کے قدموں کیلئے کعب گرگ[۱] کا حکم

---

[۱] کعب گرگ : بھیڑیئے کے ٹخنہ کی ہڈی ۔ رسم تھی کہ بھیڑیئے کے ٹخنے کی ہڈی قاصد
(باقی صفحہ آئندہ پر)

کہ اس کے باپ کا نطفہ اس کے حق میں ہلاکت کا سبب
بنتا ہے۔
ممدوح کی شیریں باتوں کی تعریف سے
مداح کا قلم نیشکر کی ہمسری کرتا ہے
اس کی مہربانی کی یاد آکر
مظلوم کی آہ بے اثر ہو جاتی ہے
جس کے خط کی روشن عبارت
صبح کی آنکھوں کو سُرمہ کی طرح جلا بخشتی ہے
اس کی خودنمائی کے دور میں
گمراہ رہبر بن گئے
اس کی بخشش کے اثر سے
اس کے دشمنوں کا خون آبِ زر بن گیا ہے
جو لوگ اس کی جدائی میں روتے ہیں
ان کے جیب و دامن موتیوں سے بھر جاتے ہیں
اس کی صفات کا احاطہ کرنا
طاقت بشر سے باہر ہے
اگرچہ کوئی شخص کسی دوسرے مطلب سے دعا مانگ رہا ہو
تو بھی اس کے لئے دعا زبان پر آتی ہے
جب تک آفتاب سے دن روشن رہے
جب تک قمر سے رات کو فروغ حاصل ہو
اس کے بدبخت دشمنوں کا
سیاہ نصیب اور زیادہ سیاہ ہو
بے کس کی محرومی پر افسوس ہے جو ممدوح کی زیارت سے محروم رہے اور

نہ ہونا چاہیئے۔ میرے صبر و قرار کا حال جو ممدوح کی رکابِ فیض انتساب کے ساتھ رخصت ہو گیا۔ تحریر کیجیئے کہ آیا ابھی اس میں نیم جان باقی ہے یا جہان خراب سے گذر گیا۔

جب تک ناز و نیاز میں ربط باہم ہے اور معنی و نغز توام ہیں، خدام عالی کا دل دوستوں کی ملاقات سے مسرور اور درد جدائی بزم حضور سے دور رہے۔

---

(۳۲)

بنام سید منشی امیر علی

اشتیاق نامہ قبل از ملاقات

یہ اس مومن مہجور کا نالۂ بلند آہنگ ہے جو آپ کے آستانۂ عالی سے دور ہے۔ جو وصال سراپا سرور و نشاط کا امیدوار اور جمال نظر نواز کا آرزومند ہے جو چرخ نیل گوں کی بے مہری سے تیرہ بخت اور آفتاب جہاں تاب کی تاثیر سے سوختہ اختر ہے۔ توقع ہے کہ کج کلاہوں کے سردار، خورشید تاج، خواجہ غلام نواز، بندہ پرور، متکنِ مسندِ مہربانی۔ صدر بزم نکتہ دانی، نور بخش خورشید کمالاں، پایہ افزائے بلند خیالاں، مشتری تنویر، سعادت تاثیر، ہم سر جوہر اوّل سرچشمۂ انہار اخلاق، کان جواہر اشفاق، بے نظیر جہاں، یکتائے زماں، خلاصۂ ارباب مہر و وفا، پیشوائے اصحابِ صدق و صفا، مخصوص ناز و نعمت لاانتاہی، موردالطاف الٰہی، سعید ازلی، منشی سید امیر علی کے گوش نازک تک یہ نالہ پہونچے۔

قطعہ: ممدوح کا ہم سر اس معنی کہ بے مثال ہے

کام دل شیریں ہوا۔

بیت : اب کہ میں آپ کے حالات سُن کر شرابیوں کی طرح بے خود ہو گیا۔

ملاقات کا مشتاق تو تھا ہی زیادہ مشتاق ہو گیا

جس طرح کان اس نغمۂ مسرت سے نشاط آگیں ہیں۔ اسی طرح دولت دیدار سے محروم۔ آنکھیں رو رو کر طوفان بپا کر رہی ہیں۔ گرم مضامین نے خیالات میں گرمی پیدا کی۔ شعلہ کی وجہ سے قلم سے چنگاریاں نکلنے لگیں۔

غزل

جب دوزخ میرے گریہ سوز آفریں سے شرمندہ ہوتی ہے
تو آنسو پونچھنے کے لئے میری دیدۂ تر پر آستین رکھتی ہے
میرا دل آسمان کی جفاؤں کا خوگر ہو گیا ہے
تا کہ اس طرح اس نگاہ شرمگیں کے ناز اُٹھانے کے قابل ہو۔
یارب میرا قد غم سے ہلال کی طرح ہو گیا ہے
کب تک کوئی اس مہ جبیں کی فرقت کا رنج اٹھائے۔
گریبان کے چاک نے میرا ہاتھ کھینچا چونکہ وہ چاہتا ہے
کہ اس طرح ہاتھ دعا سے باز رہے
زمین میری نسبت کی عار سے کنارا کرتی ہے
جس کے اثر سے عالم کا تنگ قید خانہ قفس بن گیا ہے
میں خوش ہوں کہ فرط نزاکت سے
وہ نازنین میرے کم زور ہاتھ سے دامن نہیں چھڑا سکتا
میں دعویٰ کرتا ہوں کہ آسمان جو میری آہوں سے تنگ آگیا ہے۔
وہ میرے مرنے پر موت کا نہایت احسان مند ہو گا
میں ایک پری وش کے حسن کی آگ میں شوق سے جلا

اس ستم رسیدہ کی حالت پر حیف ہے جو اس آستاں تک نہ پہنچ سکے۔ ہمت شکن اشتیاق نے طاقت باقی نہ رکھی، ورنہ آسمان کی طرح اس آستاں بلند کو بوسہ دیتا۔ یہ خیال نہ فرمائیں کہ یہ اظہار اشتیاق دنیا والوں کی خوشامد یا شاعروں کی ہرزہ سرائی کے قبیل سے ہے۔ کیوں کہ صحبت سراپا برکت کا فیض اٹھائے بغیر شوق کا اس انتہا کو پہونچنا خیال میں نہیں آتا اور شرف ملاقات حاصل کئے بغیر خواہش کی اس حد تک رسائی تصور میں نہیں سماتی۔ حاشا و حاشا۔ کہ یہ بیان صدق نشان کذب و دروغ سے آلودہ اور تحریر راستی تاثیر شائبۂ ریب سے ملوث ہو۔

بیت: خوب میری بدگمانی مجھے کہاں سے کہاں لے گئی
بھلا کہاں مومن اور کہاں حرف دروغ

اس بیان کی شہادت میں سبب اشتیاق کے بیچ شاہد لانا اور اس دعوے کی تصدیق میں صورت حال کے مقبول گواہ پیش کرنا لازم آیا۔ لہذا عرض کرتا ہوں کہ جب افضل کمالان جہاں افضل حسین خاں جناب والا سے مل کر شاہ جہاں آباد تشریف لائے اور اس دردمند مہجور (مومن) سے ملے تو انھوں نے آپ کے اخلاق جمیلہ اور اوصاف حمیدہ کے واقعات سنا کر زبان و کان کو مرہون احسان کیا اور آپ کی اس قدر تعریف کی کہ دل نہایت محظوظ ہوا۔ وہ دن ہے اور آج کا دن کہ آپ کی محبت اور موانست سینہ میں جاگزیں ہے۔ کان آپ کی آواز پر اور آنکھیں آپ کی خبر خیریت کی راہ پر لگی ہوئی ہیں۔ اس زمانے میں جب کہ طالع خوابیدہ بیدار اور چشم فلک لطف بار تھی۔ سید عبدالواحد تخلص بہ سکین سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے اس تفصیل سے آں محترم کے اوصاف کا ذکر کیا سامع اور قوت سامعہ پر ایسی نوازش کی جو کچھ پہلے سنا تھا وہ دفتر حساب کے مقابلے میں ایک مد اور کتاب کے مقابلے میں ایک خط کی برابر تھا۔ بموجب "المومن حلو ویحب الحلو"[1] اس فقیر سے مذاق ترش روئی شکریں اور

---

[1] مومن میٹھا ہوتا ہے اور میٹھا اس کو پسند کرتا ہے۔ (حدیث)

انتظار میں سفید ہو گئی ہیں۔ نوازش نامہ کے سواد سے نور حاصل نہ کر سکیں۔ نامہ بر کے خاک پا کی کحل الجواہر سے چشم آرزو مستفید نہ ہو سکیں۔ حالانکہ اس دیار خلد آثار (حیدرآباد) کے آنے والوں سے مزاج گرامی کے بارے میں دریافت کرتا رہا اور حصول خیریت کی مسرت سے دل بے قرار کو تسکین دی لیکن چشم زار کا مداوا جو حضور والا کی تحریر کے فیض کی عادی ہے، نہ کر سکا اور زبان کا علاج جو قلم کرامت اثر پڑھنے کی خوگر ہے، سمجھ میں نہ آیا۔

بیت : اب تک مجھے آپ کے قلم سے ایک حرف کی امید نہیں
میری آنکھیں سفید ہو گئیں مگر میرا دل سفید (روشن)
نہیں ہوا۔

اس سے پہلے ایک خط میں جو والد ماجد کے نام آیا تھا حرمین شریفین کی ہجرت کا ارادہ (جو ہر مومن کو نصیب ہو) ظاہر فرمایا تھا اس بنا پر بندۂ نیازمند عرض حال کی سعادت حاصل نہ کر سکا۔ اب کہ سید محمد ذکی اور دوسرے اشخاص سے جناب والا کا ہنوز حیدرآباد میں قیام سننے میں آیا اور یقین سی معلوم ہوا کہ آقائے قدردان کو حضور کی جدائی گوارا نہیں۔ اب اپنا حال زار مختصراً بیان کرتا ہوں۔

سولہ ماہ ہوئے کہ جدہ ماجدہ جہان فانی سے رخصت ہوئیں اور پسماندوں کو داغ حسرت دے گئیں۔ چونکہ موت پر کچھ اختیار نہیں مجبوراً دنیا کے کاموں میں مصروف ہو گیا۔

مصرع : اس موت پر افسوس جس کا علاج موت کے سوا اور
کچھ نہیں۔

کچھ عرصہ سے میرے دوست کے بیٹے لالہ شیام لال نواب مشیر الملک کے رسالے میں سفیر کی حیثیت سے رہے۔ غالباً آپ سے نیاز حاصل کیا ہوگا۔ اسی بنا پر میرا خامہ مشتاق شوخئ تحریر کے ناز کا محرک ہے اور متوقع ہوں کہ

جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حوریں میری خاک سُرمہ کی طرح آنکھوں
میں لگاتی ہیں
ساقی اُٹھ اور میرے ساغر میں زہر ملا
آخر کب تک میرے ہم نشین میری اس صحبت کی ایذا
اٹھائیں
بے کس کی نعش پر گریہ ماتم ضروری ہے تاکہ
آہ آتشیں سے میرا انتقام لے
عاشق کی جان لبوں پر آگئی اس حالت میں بھی امید وصل ہے
اے اجل ذرا ٹھہر تاکہ دو تین روز یونہی گذر جائیں
مومن عشق بتاں کے ملک میں بہت رسوا ہو چکا
شاید اب سلطان دین کی خدمت میں روانہ ہو
سامعہ آپ کے اذکار سے خوش حال ہے۔ کاش باصرہ بھی دولت دیدار
سے مالامال ہو۔ والسلام

---

(۳۳)

بنام غلام حسین خاں
ایک دوست کے بیٹے کی سفارش میں

مومن صداقت کیش۔ عقیدت آئین۔ حضرت عم بزرگ وار کی درگاہ
عالی کی زمین بوسی سے اپنا سر افتخار عرش تک پہونچاتا اور عرض مدعا سے
موصوف کی سامع خراشی کرتا۔ عرصہ ہوا کہ راقم کی آنکھیں جو قاصد کے

کو خواب میں دیکھتی ہوں اور دیدار کا دعویٰ کرتی ہوں۔ یارب یہ کیسا خیال ہے۔ دن کو قاعدہ کے انتظار میں در پہ بیٹھی رہتی ہوں اور باد صبا سے باتیں کرتی ہوں۔ نہ جانے یہ کیسا عجیب حال ہے چونکہ میں جدائی کی عادی نہیں اس لئے دل پر زیادہ گذرتی ہے۔ بارہا چاہتی ہوں کہ بے قرار ہو کر وہاں پہونچوں اور تم کو آغوش تمنا میں لوں۔ اشتیاق میں اس قدر سراسیمہ ہوں کہ کہتی ہوں کہ خود اپنی نامہ بر بنوں اور اس بہانے سے دولت دیدار پاؤں۔ اگر یہی حال رہا تو بعید نہیں کہ دوری کا پردہ اٹھا دوں اور حجاب جدائی پارہ پارہ کر دوں۔

کل کا قصہ ہے کہ گذری ہوئی صحبتیں یاد آکر دل بے قابو ہو گیا اور بیتابانہ اٹھی۔ سہیلیوں نے جانا کہ خیال اس قدر چھا گیا ہے کہ طبیعت اختیار سے باہر ہے۔ وہ مانع ہوئیں اور میں نے اس بے خودی میں خوب ہاتھ پاؤں مارے اور ممانعت کی سزا میں ان کے گریبان دامن تک پھاڑ ڈالے۔ آنسو آنکھ سے جاری تھے (بہہ رہے تھے) اور دل ہاتھ سے۔ الغرض کام ہاتھ سے اور ہاتھ کام سے جاتا رہا[1] ملاقات کی آرزو مند اور دیدار کی امید وار ہوں۔ والدعا۔ برادر اقبال نشاں میری دعاہائے نیم شبی سے بہرہ ور اور کامیاب رہیں۔ فقیر مومن تکرار سلام و دعا کے ساتھ ثواب کا طلب گار اور جواب کا طلب گار ہے۔

---

[1] کیا ملا دست دل آرام سے ہاتھ
دل گیا کام سے اور کام سے ہاتھ

ان کا جو کچھ کام ہو اور جو درخواست وہ پیش کریں از راہِ کرم ان کی حاجت روائی فرمائی جائے۔

چونکہ اس اجڑے دیار (دہلی) میں جاہل اور بے قدر کافروں کے ہاتھ میں پڑ کر شرفا کی قدر کیمیا کی خاصیت اور دولت و اقبال عنقا کا حکم رکھتا ہے۔ اس نظر سے سفر لکھنؤ کا ارادہ ہے اگر وہاں کار براری ہوئی فبہا ورنہ اس ملک (حیدر آباد) کا ارادہ بھی دل میں ہے۔ کیونکہ اکثر لوگوں نے اربابِ کمال خصوصاً شعرا کے حق میں لالہ چندولال بہادر کی قدر دانی کا ذکر کیا اور یہ ہیچمداں اس باغ کی خوشبو کے تصور سے مست ہے۔ اگر حق تعالے کو منظور ہے تو وہاں پہونچ کر دولت قدم بوسی سے سعادت اندوز ہوں گا اور لالہ صاحب مذکور کے والد کا ارتباط جو ہمارے خاندان سے رہا ہے عرض کروں گا۔

سوہن رام برادر مہانند رام سیٹھ کے حالات (جو راجہ ممدوح سے رخصت ہو کر دار الخیر اجمیر کے عزم سے روانہ ہوا اور اچانک اثنائے راہ میں رہ گرائے عدم ہوا) مفصّل تحریر فرمائیں۔ زیادہ آرزوئے قدم بوسی۔

---

## (۳۴)

ایک محترم خاتون کی طرف سے مومن کے سالے کے نام

عزیز از جان من! تم عجیب شخص ہو کہ مجھے تم یاد نہیں کرتے اور میری یاد سے اوجھل نہیں ہوتے۔ کوئی گھڑی نہیں گزرتی کہ تمہارے خیال سے باتیں نہ کرتی ہوں۔ کوئی ساعت نہیں جاتی کہ رو در رو گفتگو نہ کرتی ہوں۔ مجھے ڈر ہے کہ لے دو جنوں کے گمان میں مجھے گرفتار بلا نہ کریں۔ اور جو خون کہ ضبطِ اشک سے دل میں باقی رہ گیا ہے اس کو فصد کے ذریعے سے نہ نکال دیں۔ راتوں

اے نالے۔ شوقِ حوصلہ فرسا کا کچھ ذکر کر
اے غیر۔ اس (محبوب) نے آج وفا کی حکایت پوچھی ہے
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہماری داستان کا کچھ ذکر
سننا چاہتا ہے

---

میں دیوانہ ہوں اور اسی کے ساتھ اپنی دور اندیشی پر
خوش ہوں
ایسے دیوانہ پر سو عقلیں قربان
اپنے خط کو کبھی چومتا ہوں، کبھی دل پر رکھتا ہوں
جانتا ہوں کہ یہ محبوب کے ہاتھ میں جائے گا

اے زبان ہرزہ درا۔ بے ہودہ نالے نہ کر کیونکہ ایک شوخ جفا شعار مخاطب ہے۔ اے نطق پریشاں نوا۔ بے باکانہ فریاد نہ کر کیونکہ ایک سخن نا شنو ظالم سے کام پڑا ہے۔

رباعی : ایسا شوخ جس نے کسی سے وفا نہ کی اور نہ کرے
جس نے کسی کی مشکل گرہ نہ کھولی اور نہ کھولے
بے کار نالہ کرنا کس لئے۔ میں جانتا ہوں
کہ ہمارے حال پر اس نے رحم نہ کیا ہے اور نہ کرے

اے اثر میری دادرسی کر، میں ایک ظالم کے ہاتھ سے گرم فریاد ہوں ——
اے آسمان میری مراد کے مطابق گردش کر کہ میں ایک زہرہ جبیں کے سر کے گرد پھرنے سے محروم ہوں۔ اے آہ نارسا یہ بے سرا پن کیوں ہے؟
اے شور فریاد کیا تجھے معلوم نہیں کہ تیرا روئے سخن کس کی طرف ہے (اس کی طرف ہے جس کی) ناہید نوائی دلوں پر اثر کرنے والی اور سرود سرائی محل افتخار، باربد کا ترانہ اس کی شیریں ادائی پر قربان اور حضرت داؤدؑ کا نغمہ

(۳۵)

ایک مطربہ کے نام

ناز بے جا کی شکایت میں

اے خامۂ فریاد نوا! بلبل کی طرح نالے کر کہ ایک گل گوش، غنچہ دہن، تیری آواز پر کان لگائے ہے۔ اے نامۂ خونیں تحریر لالے کی طرح خوشی سے پھول جا کہ ایک رنگین ادا کے دست نگاریں میں تیری جگہ ہے۔ اے تقاضا کرنیوالے شوق مدد کر۔ ایک تغافل شعار نے میرا حال پوچھا ہے۔ اے درد جاں فرسا رحم کر کہ ایک عیسیٰ لب میری بے چارگی کے علاج پر متوجہ ہوا ہے۔ اے نازک معانی یہ تراوش کا وقت ہے کہ ایک نازک دماغ نے پرسش حال ہے مگر اس کے درد سر سے ڈرتا ہوں۔ اے مضامین لطیف دل سے زبان تک آنے کا موقع ہے کہ ایک لطیف مزاج میرے ملال کی چارہ جوئی پر مائل ہے مگر سخت کلامی کی سزا جانتا ہوں۔ اے میرے شب کی تیرگی میری سیاہی کے کام آ کہ میں ایک ماہ رخسار کو دو حرف لکھنے والا ہوں اور اے میرے نصیب کی ظلمت مجھ سیہ کار کے خط کی تحریر میں مدد دے کہ میں ایک مہر لقا سے شام ہجر کی شکایت کرنے والا ہوں۔ اے دیدۂ خوں بار اشکوں میں جگر کے ٹکڑے لا اس واسطے کہ میں لوح خط کی سرخی کے لئے حیران ہوں۔ اے زردی رخسار میرے آنسوؤں میں شامل ہو جا اس واسطے کہ مکتوب کی زر افشانی کی اور کوئی تدبیر نظر نہیں آتی۔ اے درد جگر میرے نامہ کی سطروں کا پیچ و خم بن جا، زلف پیچاں کی حسرت حوصلہ رہا ہے۔ اے شعلۂ پُرشرر مدد کر، مضامین غم کی گرمی ہنگامہ کا وقت ہے۔

رباعیات: اے لب۔ افسانۂ تمنا کی کچھ بات سنا

اور جب اٹھتی ہے تو فتنے اٹھاتی ہے
اس کی جلوہ گاہ کا غبار سراپا آشوب ہے
صحرائے قیامت اس کی گرد راہ ہے
اس کے زلف کی حکایت بہت دراز ہے
یہ سمجھو کہ وہ میری شب ہجر کی ترجمان ہے
اس کے گیسوؤں کا ہر بال اپنے پیچ و خم سے
دانا اور نادان سب کے دلوں کے لئے جال کا کام دیتا ہے
نزاکت کے باوجود اس کی طبیعت
سنگ دلی کا بار اٹھاتی ہے
اس کی عادت میں سمن زار کی سی لطافت ہے
اور اس کی کلی میں چمن زار کی سی طراوت ہے
اس کا ہر غمزہ عاشقوں پر نظر رکھتا ہے
اور اس کا ہر عشوہ مشتاقوں کا آرزومند ہے
اس کا شیوہ دل ستانی
لوگوں کو لطف و مہربانی کے ساتھ زندگی بخشتا ہے

ارے میں نے کیا کہا۔ طریقہ دل ستانی اور شیوہ مہربانی کا کیا ذکر وہ تو ایسی بے مہر ہے کہ دل بھی جبر سے چھینتی ہے۔ جفا اس کی طبیعت سے اتنی قریب ہے کہ فریاد بھی زبانِ مظلوم سے اس قدر قریب نہ ہوگی اور رحم اس کے دل سے اتنا دور ہے کہ ہنسی بھی غم رسیدہ کے منہ سے اس قدر دور نہ ہوگی۔ وہ ایسی خوں خوار ہے کہ میری چشم خوں فشاں کی طرح عاشقوں کا خوں گراتی ہے اور ایسی ظالم جس کی گلی سے فتنۂ روزِ محشر کا غبار لے کر اٹھتا ہے۔ ایسی جلاد کہ بے گناہوں کے خون سے ہاتھ رنگتی ہے اور حنا سمجھتی ہے۔ ایسی صیاد کہ اگر مرغ بام حرم اس کے جال میں آئے تو ہلاک کیے بغیر نہ چھوڑے۔ ایسی

اس کے انداز کا دعاگو۔ اس کے کلام شیریں کی حسرت میں طوطی شیریں گفتار تلخ کام ہے اور اس کے سخن رنگیں کے رشک میں باغ کا افسانہ بلبل کے لب سے ناتمام ہے۔ اس کی گردش آشنا آواز کی نرمی کے مقابل پھولوں کے کھلنے کی آواز خزاں دیدہ پتوں کے شور سے مشابہ ہے اور اس کی طرب افزا گفتار کی نزاکت کے سامنے بانسری کا نغمہ کسی ماتم رسیدہ کے گلے کی فریاد کے مانند ہے۔

**مثنوی:** اس کا لعل لب موتی برسانے میں
درج معانی کے لئے آب و رنگ کا حکم رکھتا ہے
اس کے رنگین ہونٹ یاقوت کی تحریر نہیں
اس کے انفاس سحر ہاروت کا کام کرتے ہیں
اس کے انفاس کا افسانہ اعجاز سے کم نہیں
حضرت مسیح بھی اس کے غم میں جان دیتے ہیں
اس کی مژگاں کی تلوار مشتاقوں کی آہ کی طرح کاری ہو
اور اس کی چشم سیاہ عاشقوں کے نصیب کی طرح کالی۔
اس کی نگاہیں ان بری میں سحر کرتی ہیں
اس نے جادوگری کو قصۂ ماضی بنا دیا ہے
اس کی پیشانی آئینہ تمثال ہے
صبح کی پیشانی اس کے روبرو سر بسجود ہے
اس کا چشمار اپنے دل افروز جمال سے
آفتاب کے جگر کا داغ اور باعث رشک ہے
قیامت اس کے قامت کے گرد پھرتی ہے
روح کی باتیں اس کے قد پر قربان ہوتی ہیں
جب وہ جلوہ دکھاتی ہے تو ستم ڈھاتی ہے

میرے حال تباہ سے ہاتھ اٹھائے ہوئے، اے وہ جس نے عمر بھر ظلم سے میرا امتحان لیا۔ اے وہ جس نے مدتوں میری مہر و وفا کو آزمایا۔ اے مہربانیوں پر نامہربانی کرنے والی، اے جاں فشانیوں پر خاک ڈال دینے والی، اے دشمن جاں، اے آفت ایماں! اے میرے دل کی تلاش کرنے والی اور مجھے ہلاکت تک پہونچانے والی، اے وہ کہ سو غم و ملال کے باوجود میرے سر میں تیرا سودا ہے اور میری ناتواں و نیم جاں تجھ پر نثار ہے۔ آخر کب تک میں آتش فراق میں جلوں اور درد تنہائی سے تباہ کروں۔

بیت : تیری جفا اور میری وفا دونوں حد سے گذر گئیں
تجھ کو اپنے سے اور مجھے خود سے شرم آنی چاہیئے

وصل کی رات نے جو ایک گھڑی سے زیادہ نہ تھی، مجھے یہ دن دکھایا اور ملاقات کے دن نے جس میں رقیبوں کے خوف کے عذر نے مجھے عاجز اور میری رات کو تاریک تر کر دیا۔ جب سے تو نے میرا ہاتھ تھاما کبھی میں اس کو آنکھوں پر رکھتا ہوں اور کبھی سر پر۔ جب سے تو نے اپنی انگوٹھی ہاتھ سے میری انگلی میں پہنائی، کبھی انگلی کو بوسہ دیتا ہوں اور کبھی انگوٹھی کو۔ وہ محبت کی باتیں کیا ہوئیں اور وہ حدیث وفا کہاں گئی۔ راستی نہ جھوٹی قسمیں چھوڑ اور وعدہ ہائے تسلی آمیز یاد رکھ۔ آخر روز جزا آنے والا ہے۔ خداوند بے ہمتا کا سامنا ہونے والا ہے خدا اس دن سے بچائے کہ میں تیرا دامن پکڑوں اور دل کے ٹکڑے داور محشر کے سامنے پیش کروں۔ اپنے نالہ ہائے قیامت گداز سے ایک نئی قیامت برپا کروں اور شعلہ ہائے عالم سوز سے اہل جنت کو دوزخ میں ڈال دوں۔ میرے آہوں کے شعلے فرشتوں کے بال و پر تک جلا دیں اور سدرہ طوبیٰ کی شاخیں آتش پرستوں کے ہاتھ پاؤں کی طرح بھڑک اٹھیں۔ میں ایسی فریاد کروں جن کے شعلوں کی گرمی کوثر کو آب گرم اور خلد بریں کو جہنم بنا دے۔ سچ ہے :

سخت گیر کہ فرہاد اور اس کی کوہ کنی کے قصہ کو مٹی ڈھونے کی محنت قرار دیتی ہے۔ ایسی بد عہد کہ شیریں اور شیرویہ کے وعدے کو وفا شعاروں کی درستی عہد ٹھہراتی ہے۔ ایسی بے درد کہ مظلوموں کے نالوں پر ہنستی ہے۔ ایسی بے رحم کہ پروانہ کی بالیں پر شمع کا رونا پسند نہیں کرتی۔ ایسی غلط اندیش کہ محتسب کو قتل کرنے کے لئے مستی کا بہانہ بناتی ہے۔ ایسی کافر کیش کہ بادہ گلگوں کا مزا لے لیکر مومن کا خون پیتی ہے۔ ایسی زود خشم کہ (کسی کو سزا دیتے وقت) اتمام حجت کی تاخیر اس کو درازی روز جزا نظر آتی ہے۔ ایسی سیاہ چشم کہ شب ہائے فراق کی سیاہی اس کی نگاہ میں نہیں جچتی۔ ایسی بے وفا کہ عہد باندھنے ہی کو ایفائے عہد سمجھتی ہے اور ایسی صبر آزما کہ عاشق کے دم واپسیں کو آغاز امتحان ٹھہراتی ہے۔

رباعی: ایسی شوخ جس کی جفائیں نہیں اٹھائی جاسکتیں
ایک دن بھی اس سے مراد دل حاصل نہیں ہو سکتی
اگر اس نے میرا سرتن سے قطع کیا تو مشکل نہیں
مشکل تو یہ ہے کہ اس سے قطع محبت نہیں کر سکتے

اے کافر بے وفا! اے غیروں سے محبت کرنے والی! اے ناشکر، انصاف دشمن۔ اے حق ناشناس، سخن ناشنو، اے درشتی پسند، سست عہد، اے وفا نہ ہونے والے وعدوں پر بھی پشیمان، اے ستم شعار آسمان کو ستم سکھانے والی، اے گردش روزگار کی استاد، اے سفلہ پرور، رقیب نواز، اے لطف خدائے بے نیاز سے بے نیاز، اے نامرادوں کے خرمن کو جلانے والی برق، اے بے دلوں کے جگر کو پگھلانے والے شعلے، اے قیامت کی پرسش سے بے پروا رہنے والی، اے قتل مومن بے گناہ پر کمر باندھنے والی، اے اہل عزت کی ذلت چاہنے والی، اے بے تمیزوں کے دام اسیر۔ اے غرور سے تیوری چڑھاتے ہوئے، اے بے پرواہی سے

مزاج ہوں اور باوجود نیازمندی کے بے احتیاج ۔ اگر میرا مدعا بے نتیجہ ثابت ہو تو میں سرے سے اس مدعا ہی کو چھوڑ بیٹھتا ہوں اور اگر میری تمنا حاصل نہیں ہوتی تو اس تمنا ہی سے دست بردار ہو جاتا ہوں ۔ میں عاشق وفا شعار ہوں لیکن غیرت مند اور بندۂ حق گذار ہوں لیکن خریدار پسند ۔ میری بلبل ہر باغ میں نغمہ سرائی نہیں کرتی اور میری طوطی ہر شکر لب کے سامنے منقار نہیں کھولتی میرا پروانہ ہر شمع رخسار کے گرد نہیں گھومتا اور میرا دیوانہ ہر پری جمال کا مجنوں نہیں ہوتا ۔ طور کو جلانے والی آگ سے میں بے خود ہو کر گرتا ہوں تاکہ بال و پر کے جلنے کا عذاب نہ دیکھوں اور بلقیس کے حسن کی تلاش میں نکلتا ہوں تاکہ کامیابی کی منزل کو پہونچوں ۔ میرا یوسف زلیخا کا غلام نہیں ہوتا کہ وہ اس کو زندان بلا میں ڈال دے اور میرا فرہاد عشق شیریں کی اتلخی نہیں سہتا کہ وہ (شیریں) اپنے لب شیریں پرویز کے لیے وقف کر دے ۔ میں حلقہ زنجیر ہوں جس کے پاؤں پڑا وہ الٹا میرا گرفتار (محبت کا) ہو گیا ۔ میں رنگ حنا ہوں جس کے ہاتھ کو میں نے بوسہ دیا ۔ اس نے دوسروں کے قتل پر تلوار کھینچی ۔ میں پائے منبر ہوں جس کے پاؤں پر رکھوں وہ اپنی جبین نیاز میرے قدموں سے گھسے اور میں خطاپرکار ہوں اسی کے گرد پھروں جو میرے آغوش میں آ جائے ۔

رباعیات : مومن مجھے تو بت پرستی سے روکتا ہے
مگر خود خدا کی بندگی کیوں نہیں چھوڑتا
یوسف نے زلیخا کی خدمت کا حق نہ پہچانا
میں اس کا غلام ہوں جو مجھے اپنا آقا سمجھے

---

وہ شوخ جو خدائی کے دعوے کرتا ہے
اور کبریائی کی سینکڑوں شیخیاں مارتا ہے

بیت : اگر ایک دن جدائی کی آگ دوزخ پر مسلّط ہو
تو یقیناً اس کے شعلے پگھل کر رہ جائیں ۔

نہیں نہیں ۔ کہاں میں اور کہاں یہ بے مروتی ۔ لیکن " یوم تبلی السرائر فماله من قوة ولا ناصر "[1] کے مفہوم سے ڈرتا ہوں ۔ اور دل " من یعمل مثقال ذرة شرا یره "[2] کی فکر میں ہے ۔ خدا کینہ والے کا بھلا کرے ۔

بیت : میری طرف سے تو سینہ صاف ہے لیکن ایسا نہ ہو کہ تیرا ظلم
خدا کے حوصلے میں نہ سمائیں

ابھی تلافی مافات کا وقت ہے اور ایک نگاہ التفات کا موقع ۔ اس کے بعد کہیں رحم کا فریب نہ کھاؤں ۔ پشیمانی تیرے کام نہ آئے گی اور ندامت عقدہ کشائی نہ کرے گی ۔ ظالم انصاف کر

بیت : میں نامراد تیرے مشکل سے کیوں کر نبھاؤں
تو نہیں کہتا کہ تو نے کیا کیا تو ہی بتا کہ میں کیا کروں

میرا غبار خاطر تیرے قدموں کی ٹھوکر کی ہوا سے اڑ جائے گا ۔ میرے دل کی کدورت تیرے قدوم میمنت لزوم سے زائل ہو جائے گی ۔ اگرچہ میں شیشہ شراب کی طرح صاف طینت ہوں ۔ لیکن ساقی کی دست گیری کے بغیر سر جھکانے والا نہیں ۔ میں صیقل شدہ شمشیر ہوں اور چلے تک کھنچا ہوا تیر ۔ جب تک تو مجھے سر پر نہ رکھے گی میں اپنے ناخن کو تیری عقدہ کشائی کی زحمت نہ دوں گا ۔ اگر تو مجھے چٹکی سے چھوڑ دے گی تو پھر تیرے ہاتھ نہ آؤں گا ۔ میں عاشق معشوق

---

لہ جس دن لوگوں کے دلوں کے بھید جانچے جائیں گے تو انسان کے پاس نہ کوئی قوت ہوگی اور نہ مددگار ۔ قرآن

سلہ جو کوئی ذرہ کے برابر بدی کرے گا اس کو دیکھ لے گا

کے یہاں نو سو اڑتیس (۹۳۸) روپے اور سکہ کل دار میں نو سو بیس (۹۲۰) روپے ہوتے ہیں، ہم نے لئے تھے۔ امثال کسی قصور میں ساٹھ (۶۰) روپے کا نقصان برداشت کیا جائے۔ چونکہ

مصرع : عاشق صادق کا گواہ آستین ہی میں ہوتا ہے

گذشتہ عنایت نامہ جو اس عریضہ میں ملفوف ہے آپ کی نظر سے گذرے گا۔ اگر خزانچیوں کی بدعالی اس امر کا باعث ہے تو یہ بات قابل قبول نہیں۔ آخر جو کچھ ان پر گزرتی ہے اس کا سبب نواب فلک جناب ہیں اور امراء کی تجویز مصلحت سے خالی نہیں ہے۔ کون اس کو گوارا کرے گا کہ ہم جناب ممدوح کی مرضی کے خلاف ان لوگوں (خزانچیوں) کے نقصان کی تلافی کریں۔ بہر حال جو آپ کی مصلحت ہو اس پر عمل کیا جائے۔

بیت : میں نے اپنی پونجی آپ کو سونپ دی
اب کمی بیشی کا حساب آپ جانیں

---

(۳۷)

ایک عزیز کی فرمائش پر ایک ایسے شخص
کے نام جس سے ایک عرصہ تک ربط رہا تھا

تمہارا دوست ہر دم تمہیں یاد کرتا ہے۔ کیا لکھے کہ درد جدائی نے کیا کیا ستم ڈھائے ہیں اور درد فراق نے کیا کیا دکھ پہونچائے ہیں۔ چاہتا ہوں کچھ بیان کروں لیکن حواس کہاں کہ داناؤں کی طرح ایسی عبارت جو کسی کی سمجھ میں آئے زبان قلم سے نکلے۔ فرض کیا کہ ہزار دل کو دھوکہ دوں اور ہزار بے باؤں کے

مومن کی محرومی گوارا نہ کرے گا کیوں کہ میں جانتا ہوں
کہ خدا عقدہ کشائی کی شان رکھتا ہے

جب تک فتنۂ روز قیامت نہ اُٹھے تیرا قد محشر خرام جلوہ نمائی کرتا رہے اور جب شورِ محشر ہنگامۂ بلا برپا نہ کرے تیری رفتارِ فتنہ انگیز ہنگامے اٹھاتی رہے۔

قطعہ : جب تک عاشق کی شبِ ہجر کی درازی کے افسانے رہیں
تیری عمر تیری زلفِ مشکیں کی طرح دراز ہو
تو گرمِ صحبت رہے اور شمعِ محفل کی طرح
حاسد کی جان آتشیں غم سے پگھلتی رہے
میں تیرے ساتھ ہم کلام ہوں اور رقیب حسد سے گرم فریاد
میں تیرا ہم نشیں ہوں اور دشمن مارا مارا پھرے
میں کامیابِ وصل ہو جاؤں اور غیر ناکامی کے باعث
مرنے کا امیدوار ہو
میں خدائے کارساز کی مہربانی کا شکریہ ادا کروں
اور وہ چرخِ حیلہ ساز کی شکایت کرتا رہے

---

(۳۶)

بنام فقیر خردمند

برادر صاحب دانش سلامت۔ آخری عنایت نامہ کا موصول ہونا جو خائن خزانچیوں کی بدمعاملگی اور آٹھ سو اسی (۸۸۰) دینے کے اقرار کے مضمون پر مشتمل تھا، باعث حیرت ہوا۔ گذشتہ سال ایک سو بیس (۱۲۰) بطور قیمت جنس

اور اس کی بستگی بے کھلی کلی سے حمائلت رکھتی ہے کہ جب تک کلیوں کے کھلنے کا وقت آئے اس سے پیشتر اس کا وجود پھول کی پنکھڑیوں کی طرح پراگندہ ہو گیا۔ زندگی کی بے ثباتی کے ظہور سے خانہ زنجیر کی آنکھیں اس قدر محو حیرت ہیں کہ نیند میں بھی ان کو پلک جھپکانا مشکل ہے اور مرگ ناگہانی کے تحیر سے حلقہ در (کنڈی) کو اتنی فرصت نہیں کہ انگشت تاسف منہ میں رکھے۔ جلاد کی سخت گیری اس کی (قفل) سخت جانی کی گواہ ہے۔ اس کے فریاد کی شکست (فریاد بند ہونا) کی آواز سخت دل کلید کے ظلم کی داد خواہ ہے۔ میں حسرت سے آنسو ٹپکاتا ہوں کہ ایسا عالی رتبہ قطرہ باراں کی طرح دم بھر میں آسمان سے زمین پر گر گیا اور حسرت سے خاک اڑاتا ہوں کہ ایسا بلند منزلت ماتم زدوں کے آنسوؤں کی طرح ایک گردش چشم میں بلندی سے پستی پر آ رہا۔ زنجیر فولاد ایسے اضطراب میں مبتلا ہے کہ آندھی کی کوشش کے بغیر بھی ایک لمحہ اس کو آرام نہیں اور چاک سے دروازہ کے جگر میں ایسا زخم لگا ہے کہ چاندنی کے مرہم کافور کے علاج سے بھی اندمال ممکن نہیں۔ آستانہ دربار الم سے سر ڈالے ہوئے ہے اپنے سر پر اس طرح خاک ڈال رہا ہے کہ بے انتہا کوشش کے باوجود اس کا کنارا نہیں مل سکتا اور آراستہ محراب کا ہلال غم سے اتنا گھٹ گیا ہے کہ سو گردش خورشید سے بھی وہ بدر کامل نہیں بن سکتا جب وہ یاد آتا ہے تو میرا سلسلہ ضبط اس کی ساخت کی طرح درہم برہم ہو جاتا ہے اور جس وقت نالہ زنجیر کی طرح اس محفل میں اپنی باریابی کا خیال کرتا ہوں تو سعادت کی سرشتہ ہوں اگرچہ خانہ ویرانی کے سوا میں کوئی سامان نہیں رکھتا اور پریشانی و سرگردانی کے علاوہ میرے پاس کوئی برگ و نوا نہیں۔ لیکن چونکہ اس امر کا اظہار دوستی و محبت کے حریم کے قیام کرنے والے اور استغنا کے جوہر پہچاننے والے دربار کے دربانوں کے نزدیک (آپ کے نزدیک) دروازہ سوال کے وا ہونے کی تہمت کا موجب ہے اس لئے راقم لبوں پر خاموشی کا قفل لگائے ہوئے ہے اور حسن طلب کے طلسم کدے کے حسن کے

ہوتے ہوئے صبر سے کام لوں تاہم تحریرِ شوق کی انتہا دشوار ہے۔
مصرع : میں شروع تو کر دوں مگر انتہا کو کون پہونچائے گا
اس سے قطع نظر اگر میں تھوڑی دیر دلِ بے تاب پر ہاتھ رکھوں اور جان کو دردِ تنہائی کے علاج کا فریب دوں تو بھی لکھنے والا کہاں جو میری مرضی کے مطابق مضمون تحریر کرے۔ جو لکھتا ہے وہ دشمن جانی ہے اور عدو جیا و دانی اس اقارب میں نہیں بلکہ عقارب میں شمار ہے۔ اس کے ساتھ ہی دیوانہ اور آوارہ و دشت پیما ہے۔ جو کچھ اس کی زبان قلم پر گزرتا ہے وہ کارنامہ مجنوں و فرہاد ہے اور جو مضمون اس کے خیال میں آتا ہے وہ طرہ سرگشتا سے زیادہ پریشان ہے

---

(۳۸)

نیاز کی زبان گستاخ جو کنجی سے مشابہ ہے اُس کلید درِ شفقت و عنایت (مکتوب الیہ) کے روبرو (خدا کرے کہ اقبال کا دروازہ ہمیشہ ان پر کھُلا رہے) اظہار مدعا کی جرارت کرتی ہے میرے دروازہ کا قفل جو کشایش سے بے گانہ رہا ہے بدنصیب نازک مزاجوں کے دل کی طرح کھُلنے میں ٹوٹ گیا۔ اور اس کے ٹوٹنے سے میری بہار شادمانی کے مُنہ پر وابستگی کا دروازہ بند ہو گیا۔ اس کی کمر زدہ جھڑیں یوں ٹوٹ گئیں جیسے پت جھڑ میں گل چیں کی سعی کے بغیر ریحاں کی پتیاں گر جاتی ہیں اور اس کے بودے پُرزے اس طرح بکھر گئے جیسے باز و پھڑپھڑانے میں پرواز کی کوشش کے بغیر پرندوں کے پر بکھر جاتے ہیں۔ اس کی (قفل) خستگی بیمار کی پیشانی سے مشابہ ہے کہ جب تک بہار وجود عدم سے نمودار ہو اس سے پہلے اس کے جوڑوں کو موسم خزاں نے خاک میں ملا دیا

کی عقدہ کشائی کرنے والے (آپ) پر دنیا کے فتح و نصرت کے دروازے کشادہ رہیں۔

والسلام

---

(۳۹)

برائے سفارش برادر عزیز زکریا بیگ خاں جو اپنے آقا کے سفیر کی حیثیت سے قرضہ (۱) طلب ہیں مکتوب الیہ کے آقا کے پاس آئے تھے۔

رباعی: ہم نے وحدت کا فریب کھایا اور ناکام رہے
دوئی کے ننگ کے باعث ہمیں سخت بدنامی حاصل ہوئی
دل میں یگانگی کا پتہ نہیں
اگرچہ ہم سراپا نامہ و پیغام ہو گئے ہیں

اگر مومن ربط و اتحاد کے دعووں کے ہوتے خطاب سے کام لے تو کافر کیش کون ہے اور مخلص الفت و محبّت کی ایسی نسبت کے باوجود بھائی ہونے کی شیخی ماریں تو طریقت میں زندیق کسے کہتے ہیں۔ جب آپ متکلم ہوں تو بات کس سے کی جائے اور جب گوش شنوا میرے ہیں تو خطاب کس سے کیا جائے "کانہ ہو ھوا"[۱] کا مضمون صادق آتا ہے۔ اور "لحمك لحمی"[۲] کا مفہوم دل میں جاگزیں ہے اگر قوت ناطقہ ہماری ہے تو سامعہ بھی ہمیں ہماری ہر شکر و شکایت دل میں باقی ہے تو اس کو نوک قلم پر کیوں لائیں۔ اگر کوئی نئی بات دل میں پیدا ہوئی ہے تو

---

[۱] گویا کہ وہ بالکل ویسا ہی ہے۔ (قرآن)

[۲] تمہارا گوشت میرا گوشت ہے۔ (حدیث)

مشاہدے کا باعث ہے۔ اس لئے تنہائی کے مصاحب سے نباہ کرتے ہوئے میرا دل رنج و غم میں گرفتار اور بخت نارسا کی تاثیر کا شکوہ گزار ہے۔ اگر میری تاثیر شوق بے سود نہیں تو محافظ در (قفل) کے حصول کی ہوا دل کے صحن سے غم کی گرد جھاڑے گی۔ میری مراد اس دربان (قفل) سے ہے جو سورج کی دھوپ اور چاند کی چاندنی کو اندر اور ہوا کو باہر پاؤں رکھنے کی اجازت نہ دے اور ایسے سخت جان سے ہے جو چوروں کے پتھر کے ساتھ وہی سلوک کرے جو فرہاد کے تیشہ نے بے ستون کے ساتھ کیا تھا۔ جو سخت دلی میں بے درد سنگ دل حسینوں سے بڑھ کر ہو اور جس کی مضبوطی کے سامنے شکست کا لفظ بے معنی بلکہ مومیائی اثر ہو۔

قطعہ: ایسا آہنی قفل کہ اگر رستم کا گرز توڑنے کا تصور کرے
تو خود رستم کے ہاتھ میں ٹوٹ کر رہ جائے
ایسا غم کا پہاڑ کہ اگر فرشتے اس کا خیال کریں
تو ہفت افلاک کی پشت میں خم آجائے

نالۂ زنجیر کی دعا اوپر جا رہی ہے تاکہ بازوئے ہمت سے در اجابت کھولے۔ اور حلقہ در کی چشم امید آغوش کی طرح کھلی ہوئی ہے کہ شاہد مقصود کب اُڑ کر آئے۔ میرے دروازے کا ڈھانچہ مقناطیسی کشش مستعار لے رہا ہے تاکہ اس (قفل) کے آنے میں دیر نہ ہو اور میرا حلقہ در اس آرزو میں ہے کہ تعویذ کی طرح اس کو اپنے گلے میں ڈالے تاکہ اس کے یرقان کا علاج ہو۔ کواڑ کے دونوں پٹ ملتے وقت اس جستجو میں ہیں کہ ان کو رگڑ سے محفوظ رکھنے کے لئے وہ (قفل) دہاں بند[۵] کا کام دے۔ جوں ہی کہ میں مار گنج کی طرح اس کو دروازے پر لگاؤں گا سمند تصور سے بھی زیادہ خود کو بلند رتبہ سمجھوں گا۔ دنیا کے کاربستہ

---

[۵] دہاں بند: ایک تعویذ جو بکریوں کی حفاظت کے لئے ان کے گلے میں ڈال دیتے ہیں۔

دم اگر اعجاز عیسوی ہو تو بھی میرا ثنا خواں ہے۔

اے سخن شناس اگر میں نے کچھ لکھا تو مجبور تھا اور اگر قلم نہیں توڑا تو معذور تھا۔ تنہا نہ چھوڑنا محتاج بیان نہیں۔ آخر چند روز باہم گزار لیے جائیں اور دست بردار نہ ہونے پر اصرار ضروری نہیں۔ تم نے بھی آخر ناز فرزندانہ اٹھائے ہیں۔ قصہ مختصر اس کے باوجود تم نے قصہ برادران یوسف پڑھا اور موسیٰ و ہارون کی آویزش پیج کر دکھائی۔

مصرع : دہائی اپنی آہِ نارسا کی

سامری کیشوں کے مکر و دغا کی دل فریبی سمجھتا ہوں اور "عجلاً جسداً لہٗ خوار[1]" سے سابقہ پڑنے سے ڈرتا ہوں ایسا نہ ہو کہ جب تقاضے کی عمر یا وفا کا دن پورا ہو تو

مصرع : پری تو منہ چھپائے ہوئے ہے اور دیو کرشمہ و ناز دکھا رہا ہے۔

---

[1] ایک گوسالہ جس کے منہ سے گائے کی سی آواز نکلتی تھی۔ قرآن۔ مراد ایسا شخص جس کا ظاہر آراستہ ہو مگر باطن خراب ہو۔

دوست پہلے سے دل میں موجود ہے اور دانش و فہم کی تصدیق سے اُس کی تشریح بے کار ہے۔ مظہر پرستوں کے طعنوں کا عذر سننے کے قابل نہیں۔ آیۂ قرآن " لا احب الا فلین[1] " میرے دعوے کی روشن دلیل ہے اور " ماوجدنا علیہ اباءنا[2] "، کا بہانہ قابل قبول نہیں۔ بتان آذری کا توڑا جانا میرے بیان کی برہان قاطع ہے۔ لیکن کیا کیا جائے۔ نکتہ فہم، سخن پرداز کم ہیں اور بلند خیال جن کی پرواز آسمان تک ہو عنقا کا حکم رکھتے ہیں۔ انہی میں سے نیاز نامہ لے جانے والا قاصد تھا جس نے قلم کی طرح میری پیشانی سے عرق انفعال ٹپکایا اور کتاب نورقم کی طرح میرے سر پر خاک ڈالی ورنہ دل کے بھیدوں کا آپ کے ضمیر روشن پر کھُل جانا کچھ دشوار نہ تھا اور احوال و اخبار کا ظاہر ہوجانا آپ کے دل صفا منزل پر آسان تھا۔ جو کوئی مقصود سمجھ گیا وہ میری نافہمی سمجھا اور جو مطلب تک نہ پہونچا وہ کسی کی رسائی خیال کے مطابق نہ پہونچا۔ وہ جو کہ تیرے سوا دوسرے کو نہیں پہچانتا تجھ کو بھی نہیں جانتا اور وہ جو میرے سوا کسی کی طرف متوجہ نہیں ہوتا میری جانب بھی متوجہ نہیں ہوتا۔ تم بخوبی جانتے ہو کہ دانش ہماری ملک ہے اور سمجھتے ہو کہ ہماری فہم کی رسائی کہاں تک ہے۔

نظم: میں ایسا حکیم ہوں کہ خرد میرے سامنے طفل دلبستاں ہے
عقل کُل کو میرے دلائل پر پورا بھروسہ ہے
فہم کو میرے نکات کے سمجھنے پر ناز ہے
اور نکتہ کو میرے پوشیدہ معنی سے شرف ہے
نغمہ اگر نغمہ داؤد بھی ہو تو میرا دم کش ہے[3] (میرا دم بھرتا ہی

---

[1] میں غروب ہو جانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (قرآن)

[2] ہم نے اپنے باپ دادوں کو اس طریقے (بُت پرستی) پر پایا۔ (قرآن)

[3] دم کش: وہ شخص جو گانے والے کے ساتھ آواز ملائے۔

(۴۱)

کرم فرما۔ حالانکہ حاسد آسماں کے نظر یافتہ (اہل دولت) لوگوں کی تنگ نظری میری نگاہ میں ہے لیکن لاتقنطو کے اشارے پر بھی آستینِ کرم پر آنکھ جمائے ہوئے ہوں۔ آپ بھی معنیٔ "تخلقوا باخلاق اللہ"[۱] ملحوظ رکھئے اور نص "المستشار موتمن[۲]"، کو عقل دوراندیش کے نزدیک پسندیدہ سمجھیں۔ بے قراروں کی (خود) قرارداد یہ ہے کہ وہاں (مکتوب الیہ کے یہاں) سفر کرکے پہونچے۔ اور آپ کی بزم فلک بارگاہ کے نقیبوں کی دورباش سُنئے۔ آپ کی تحریر کا انتظار ہے اور اس صورت میں رائے عالی کا تحریر کرنا مناسب ہے۔ قاصد کو اگر منزلِ مقصود تک پہونچنا ممکن ہو تو چند روز روک لیجئے۔ ورنہ واپسی کی اجازت دیجئے۔ تاکہ مقصد طلب کرنے والے اور حالات کی جستجو، کرنے والے خیال کو مراد تک پہونچائے۔

والسلام

---

---

[۱] اللہ کا اخلاق سیکھو۔ حدیث

[۲] جس سے مشورہ کیا جائے وہ امانت دار ہو۔ حدیث

(۴۰)

## ایک عزیز کی فرمائش پر

خواہر مکرم اور برادر معظم سلمہا تعالٰے۔ حیران ہوں کہ کیا لکھوں اور نہیں جانتا کہ زبانِ قلم پر کیا لاؤں۔ بزرگی کا تقاضا یہ ہے کہ بندگی تو ایک طرف، سلام کو سجدہ سے بدل کروں۔ محبت کی برتری کا خیال مجبور کرتا ہے کہ دعا تو الگ رہی غلام اور کنیز کے نام سے یاد کروں۔ اہل زمانہ کے مراسم کو دیکھتے ہوئے "افدیك" ورد زبان ہے اور اہل بصیرت کی مرتبہ شناسی پر نظر کرتے ہوئے لن ترانی بھی لب پر گراں ہے۔ "رحمتی وسعت علے غضبی"[1] اگر میں زبانِ قلم بند کرتا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ حرف وفا کے سلسلہ میں فراموشی کی شکایت دل میں خلش پیدا کر رہی تھی۔ بے کار عذر کو بھی دعوٰی خدائی کی حیثیت سے قبول کیا جا سکتا ہے۔ ورنہ چون وچرا کی بے ہودہ گوئی کا میرے دل کی درگاہ عظمت میں کیا دخل۔

مصرع: جیسا کہ میرا گمان تھا تم ویسے نہ نکلے

بہر حال خدا گواہ ہے کہ میرا جوشِ محبت اور وفور الفت جیسا کہ ہے، ہے۔ حالانکہ بے وفائی آپ جیسے بزرگ منش لوگوں کا شعار ہو گئی ہے۔ مگر مجھ سے ہزاروں کوس دور ہے۔ حتیٰ کہ آپ کی تقلید گو باعث سعادت ہو، نہیں کر سکتا۔ زیادہ جو کچھ لکھوں وہ کم ہے۔

---

[1] میری نعمت غضب پر غالب ہے۔ حدیث قدسی

(۴۳)

اگرچہ تازہ سند اور مکرر دستاویز کے دست خط سے (کہ جس کی وجہ سے دست بدست خدا کی عنایت حاصل ہوئی) دل کی دھڑکن اور روح کی آسائش کی خبر دے رہی ہے جب ایسا ہے تو زر مقررہ کی رسید کی تحریر مناسب تھی۔ لیکن عجلت کے دو خاص سبب ہوئے۔ ایک تو حکم والا کی تعمیل کہ آپ نے اپنی زبان گوہر فشاں سے قاصد کے جلد بھیجنے کی تاکید کی تھی دوسرے میری جانِ ناتوان خاطر مضمحل اپنے ہم سروں کے طعن و تشنیع کی طاقت نہیں رکھتی تھی۔ وہ لوگ جو خالی طبل کی بانگ سے زیادہ بلند آواز سے کہتے ہیں کہ اتنا بڑا وسیلہ ہوتے ہوئے اس قدر دیر لگی۔ یہ کیسی بد قسمتی ہے۔ ہماری بدبختی آں جناب کی کوشش کے ہوتے ہوئے کیا کر سکتی ہے کہ اقبال کی صدائے لبیک سعادت کی آواز مرحبا سو بار کان میں پہونچی ہے۔ جب ایک نگاہ لطف سے زمانہ ہمارے موافق ہوگا۔ اس وقت ناخن تدبیر کی ایک عقدہ کشائی سے دشمنوں کا منہ بند کیا جا سکتا ہے۔ اگر جناب نے عام امور کے انتظام پر توجہ فرمائی تو زباں درازوں کی یاوہ گوئی کا ڈر ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ شور فریاد اوپر پہونچائیں اور یہ بدبختی اور زبونی قسمت کی تاثیر ضرب المثل ہو جائے۔ میں جانتا ہوں کہ ایفائے وعدہ بھی وعدہ سے ملاقات کا مشتاق ہے اور چند روز کے انتظار کی بھی تاب نہیں رکھتا۔ پس معاملہ کو پیش کرنے کی تدبیر پر ہم کیوں نہ ناز کریں۔ اس سے زیادہ عرض کرنا بے کار ہے۔

(۴۲)

باوجودیکہ خورشید جہانتاب کی ذرہ نوازی دل کا نور یقین بڑھانے والی اور بہار گیتی پرور، گلشن طرازی عقدہ کشائی خاطر مضمون کا غنچہ کھلانے والی ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے دریا کا پانی تشنہ لبوں کی گرمی دور کرنے اور قرص آفتاب ندیدوں کے دل بہلانے کو۔ دل بے قرار اور جان بے تاب اپنے کو یاد دلانے اور خط بھیجنے کا حیلہ ڈھونڈھتی تھی۔ میں جانتا ہوں کہ اہل کاروں اور خزانچیوں کو زر سالانہ کی ادائگی کا حکم دے دیا ہوگا۔ اور عجیب نہیں کہ یگانۂ زماں حکیم احسن اللہ خاں وصول کرکے رسید رساں کے منتظر ہوں گے۔ کیونکہ جناب والا کا وعدہ مصلحت سے ایفا پر مقدم ہوگا۔ جو کہ اسلاف کے طریقہ کی پابندی ہے۔ ورنہ دوری کی حالت میں وفائے وعدہ کا متزلزل ہونا اکثر دیکھا ہے لیکن چونکہ ابھی معلوم نہیں۔ شکر گزار ہوں کہ آپ کے ضمیر منیر پر گزرنے کا ذریعہ بن گیا۔ ورنہ بغیر مطلب اور گذارش مدعا کے میں طعنہ بے ادبی کا مورد ہوتا۔ کیونکہ اظہار شوق اور شرح نیاز بڑے لوگوں کا کام ہے نہ کہ عاجزوں کا شیوہ۔ جب تک نسیم بہار غنچوں کو کھلائے حضور کے بزم کی ہوا دل کشا رہے۔

کے رشک سے خون نہ ہوتا تو سبزۂ گل گوں (معشوق سبز رنگ) کی صفت ان پر کیوں کر صادق آتی۔ تقدیر کے باقندہ نے کوئی لباس اس خوبی کا آج تک نہیں بُنا اور ازل کے خیاط نے کوئی جامہ اس قدر خوش نما قطع نہیں کیا۔ اس کی وجہ سے میں نے اپنا سر عرش بریں تک پہونچایا اور گوشۂ کلاہ فلک افلاک سے ٹکرایا۔ اس کلاہ کے تار زریں نے (جو خط کہکشاں کی آرائش پر خطِ نسخ کھینچتا ہے) معدل النہار[1] کو عرش بریں کے سینہ کا الف بنا دیا ہے[2] اور اس کے بوٹیوں کے حاشیہ نے (جس نے عقد پرویں کی خوب صورتی کو مشکوک کر دیا) عقرب[3] کی نظر سے حلقہ تینن۔ سانپ کی کنڈلی) کو گرا دیا ہے۔ ترکِ فلک (مریخ) کا دزدیدہ نظروں سے دیکھنا اگر چہ حسد کی علامت ہے لیکن میں سر کو اس قدر بلند کرنے والا نہیں کہ وہ اُچک سکے اور قاضی چرخ (مشتری) اگر چہ نہایت دانا ہے مگر نیلے جامے کی شرم سے اس کا عرق جبیں سبز ہوگا۔ اگر اس شیرینی کا بوسہ تنادان[4] سخن کے مذاق میں لذت فزا نہیں ہے تو شکرلب۔ شیریں ادا حسینوں کو سبز پلچ کیوں کہتے ہیں۔ اس تحفہ نے میرے خیالات کے نہال کی جڑیں سبز کر دیں۔ اب خزان سخن کا طعنہ سننا نادانی ہے۔ میرے ناخنوں کی وجہ سے جو نوبہار زینت (کلاہ سبز) کی آمد سے شگفتہ ہو گئے ہیں۔ باغبانِ خرد سبزی فروش کا حکم رکھتا ہے۔

بیت: اگر میں کلاہ کی زرتاری کی چمک بیان کرنے لگوں
تو میرے کلام کی شرم سے آفتاب سبز ہو جائے گا

---

[1] معدل النہار: وہ دائرہ جو مشرق سے مغرب تک آسمان کو دو برابر حصّوں میں تقسیم کرتا ہے۔

[2] الف: مراد ہے" الف تازیانہ" وہ خط جو الف کی صورت تازیانہ کی ضرب سے بدن پر پڑے۔ [3] عقرب: آسمان پر آٹھویں بُرج کا نام

[4] کھنڈسالے میں کام کرنے والے۔

(۴۴)

کرم فرما۔ سبزہ کلاہ کے تحفے سے جو اس بے سروسامان کو نوازا گیا، میں نے اپنے لئے سرسبزی کی فال لی۔ خدا نے چاہا تو جلد اس عطیہ زبان کی برکت سے تاج زمرد میرے سر کی نسبت فخر و ناز کرے۔ میں اظہار شکر میں بے اختیار ہوں۔ اس تحفہ کی آمد گویا طوطی کا طوطی تک پہونچنا ہے۔ جس کو میں عروس اقبال کی شکر ریزی[۱] کی بشارت سمجھا ہوں۔ اور چرخ اخضر سے کسی ماہ طلعت کے وصال کی خوش خبری سُنی ہے۔ اس کے نظارۂ حیرت خیز نے بحر اخضر کی موجوں کی رفتار روک دی ہے اور اس کے جلوہ نے آسمان کی رونق بازار مٹا دی۔ عجب نہیں کہ مومن کی زینت کے رشک میں مرغان جنت (فرشتے) جنت کے سبزہ زار میں جو "عالیھم ثیاب سندس خضر و استبرق[۲]" کا مصداق ہے اپنے بال و پر خاک میں ملا دیں اور حوران سبز پوش "بدلناھم جلوداً غیر جلودھم[۳]" کے وعید کے مطابق اپنے آپ کو دوزخ میں ڈال دیں۔ اس کے رشک سے خضر نے ظلمات میں زہر حسرت پیا ہے اور اس کے بخیہ کی امید میں مسیح نے سوئی آسمان سے زمین پر گرا دی[۴]۔ اگر سبزان ہند[۵] کا دل اس

---

۱ شکر ریزی: شادی میں جلوے کے وقت دولہا اور دلہن کے سر پر جو چیز نچھاور کی جائے۔

۲ جنتیوں کے جسم پر سبز ریشمی باریک اور دبیز کپڑے ہوں گے۔ قرآن

۳ ہم (ایک بار عذاب دینے کے بعد) دوزخیوں کو نئی کھال دیں گے۔ قرآن

۴ کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر اٹھائے گئے تو ان کے لباس میں ایک سوئی لگی رہ گئی تھی۔

۵ سانولے حسین

قلم ہلاؤں تو رقم موعود کی ادائگی کا اہتمام معلوم ہے کیونکہ آیہ " والذین ھُم علےٰ عہدھم داعون" [۱] پیشانی پر مرقوم ہے۔ بر سبیل تذکرہ کل کا واقعہ یاد آیا جو عین الیقین کے درجہ کی دلیل کے طور پر تحریر ہے۔ گندم فروش جو اس رقم مقررہ کے وعدے پر ایک سال پہلے سامانِ خورد و نوش پہونچا چکا تھا۔ اور حصول تمنا کی آرزو میں آیا تھا اس نے اپنی غارت شدہ جنس کی قیمت طلب کی۔ کیونکہ میں جناب کے ایفائے وعدہ پر ایمان لائے ہوئے تھا اور یقینی طور پر جانتا تھا کہ جہاں رقم آئی وہاں حسب حال گذشتہ قرض خواہوں کو پہونچائی۔ میں نے سختی سے انکار کیا اور دشنام طرازی پر اتر آیا وہ بھی لپٹ گیا اور میرے مرتبہ کا خیال بھی نہ کیا۔ دونوں طرف سے شور بلند ہوا اور ایک نے دوسرے کے بال کھینچے جو لوگوں کیلئے باعث تضحیک ہوئے یہاں تک کہ عم بزرگوار نے میری آواز پہچانی اور حریف کے ظلم کا انتقام لینے کے لئے بے تحاشا اس پر لوٹ پڑے۔ موصوف نے واقعہ پوچھا اور دونوں نزاع کرنے والوں کے بیان کو توجہ سے سُنا۔ کیوں کہ قصور میرا تھا انھوں نے معیاد کا نہ گزرنا یاد دلایا۔ اس کے باوجود قسم کے بغیر مجھے یقین نہ آیا اور شاید اب بھی یقین نہیں۔

بیت: پیغام وصل لب دوست تک پہونچ چکا تھا
اگر میں اپنے اس قول کا یقین نہ کروں تو بدگمان نہ
کہلاؤں گا۔

اگر بے جا خامہ فرسائی پسند نہ کروں اور لاطائل ہرزہ سرائی سے زبان بند کروں تو مناسب ہے میرے پاس قاصد نہیں جو پاؤں میں زنگورے [۲] باندھے ہوئے در دولت تک پہونچنے کی تمنا میں میرے دروازے پر بیٹھا ہوا تحریر مکتوب کا

---

۱ لوگ جو اپنے عہد کا خیال رکھتے ہیں۔ قرآن

۲ قاصد اعلان کی خاطر اپنے پاؤں میں گھنگھرو باندھ کر چلا کرتے تھے۔

چونکہ اس کلاہ سبز کی تعریف میری زبان لال (گنگ) کے لئے دشوار ہے لہذا میں دعا کے ترانے سے تاثیر کا طالب ہوں۔ آپ نے میرا دل خوش کیا خدا کرے کہ آپ کا اختر طالع سبز رہے۔

---

(۴۵)

دانش پناہا۔ اگر میں شوق ملاقات کی تفصیل کروں تو اس کی کوئی انتہا نہیں اور اگر غم فراق بیان کروں تو لب وزبان میں قوت بیان نہیں۔ اگر اسی ارسال سلام پر جو مومنین کا طریقہ پسندیدہ ہے اختصار کروں تو کفر طریقت کا ڈر ہے اور کذا کا وسوسہ ہے۔ کیونکہ تصدیق قلب کے بغیر ایمان حاصل نہیں ہوتا بلکہ مومن صفا پرست اپنے آپ کو ارباب حال کا راندۂ درگاہ قرار دیتا ہے۔ آئمہ شریعت کی تقلید یہ ہے کہ تسلیم ورضا کے ساتھ احکام بجالائے اور مجتہدین کی پیروی سے مراد یہ ہے کہ ریا کے بغیر عوامل کی پابندی کی جائے ورنہ " استغفر لھم او لا تستغفر لھم ان تستغفر لھم سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لھم[1] " کے وعید سے خوف کیوں اور " ان المنفقین فی الدرک الاسفل من النار[2] " کے مفہوم کو سمجھ کر فکر کرنا بے جا۔ اگر اپنی مشکل کی گرہ کشائی کی تاکید اور زر سالانہ کی تحصیل کی نسبت زبانِ

---

[1] آپ ان کے (منافقین) لئے استغفار کریں یا نہ کریں خواں کے لئے ستر مرتبہ بھی استغفار کریں گے تو خدا ان کو ہرگز نہ بخشے گا۔ قرآن۔

[2] بے شک منافقین دوزخ کے سب سے نیچے طبقے میں ہیں۔ قرآن۔

انشاء پردازی یہی ہے جس نے تیز نظر نکتہ چینوں کی آنکھوں پر پردے ڈال دیئے تو سلف کی کتابوں کی ورق گردانی کون کرے گا چوں کہ یاد آوری کا شکریہ واجب ہے۔ لہذا زبان قلم بندہ نوازی کے شکر سے نغمہ سرا ہے۔ اور غریب پروری کے احسان پر محو ثنا ہے۔ میں نے جو صید معنی شکار کئے ہیں خود ان کے چنگل میں پھنس گیا اور جو طائر مضمون دام میں اسیر کئے خود ان کے جال میں گرفتار ہو گیا ہوں۔ اگر اپنا حوصلہ یاد کروں تو اپنے آپ میں نہ سماؤں۔ میری بے زبانی میری بے مائگی کی طرح ظاہر ہے اور میری ہیچ مدانی بے چارگی کی مانند واضح ہے۔ عذر تقصیر قابل پذیرائی ہے۔ ہر چند کہ دیوانوں کی ہرزہ سرائی کی طوالت معلوم ہے۔ اور زبان کی لکنت کے وقت عجز تحریر خط ترسا سے ظاہر ہے اگر دم مسیح بھی ہو تو اس مطلب کے اظہار میں ناکام و عاجز ہے اگر زبان کلیم بھی ہو تو اس مدعا کے بیان میں گنگ و لکنت زدہ ہے۔

بیت: شکر کا بیان کرتے وقت (جو جان کے لئے ہمت شکن ہی)

دل زبان سے اور زبان دل سے شرمندہ ہے۔

جناب نے ارشاد کیا ہے کہ چند جنگلی تیتر خدمت عالی میں روانہ کروں اور اس نسبت پر (کہ مجھے یہ خدمت سپرد کی گئی ہے) فخر کروں۔ اس کے علاوہ جناب نے دس روپیہ ان کی قیمت کے طور پر ارسال فرمائے اور مجھے اپنی بے مائگی پر شرمندہ کیا۔ شکر ہے کہ میں بیماری کے باعث وطن پہونچ گیا تھا اور بستر علالت پر دراز تھا۔ اگر رقم مرسلہ میرے ہاتھ پڑتی تو دل کو کس قدر داغ دیتی۔ اگرچہ اب بھی میرا چہرہ رنگ بدلنے کی وجہ سے باز کا سینہ[ل] بنا ہوا ہے۔ اور میری آنکھیں شرمندہ پلکوں کے ذریعہ گاؤزمین سے پنجہ لڑاتی

---

(بقیہ صفحہ گذشتہ) ۵ میر علی: یہ تبریز کا رہنے والا تھا۔ تیمور کے عہد میں تھا اور نستعلیق کا موجد تھا

ل باز کے سینہ پر سیاہ سفید نقوش ہوتے ہیں۔

تقاضا کر رہا ہو اور مواخذہ کے خوف سے گریبان گیر ہو۔ میں حیران ہوں کہ کیا لکھوں اور نہیں جانتا کہ کیا کروں۔ ناچار جناب کی رائے کے دامن میں پناہ لیتا ہوں اور اپنا کام آپ کی تدبیر صائب کے سپرد کرتا ہوں۔

الحاصل امیدوار ہوں کہ آپ کی مصلحتِ دید کے مطابق آپ کو لکھوں ورنہ خیال ہے کہ کل قاعدے سے دیرینہ کشمکش ظاہر ہو۔ اور اس ذلت کی زندگی سے جان بے زار ہو جائے۔

---

(۴۶)

نواب فلک جناب۔ قبلہ و کعبہ نیاز مندان عقیدت پرست۔ آفتاب سپہر نام آوری، اختر برج عنایت و ذرّہ پروری، دام حشمتہ، نئے خدام کے حضور عرض پرداز ہوں۔ نامۂ والا جو قلم نوازش رقم اور خامۂ گوہر نگار کا لکھا ہوا تھا فیروزپور سے جھجر اور جھجر سے جہاں آباد وارد ہوا۔ جس نے نہ صرف برابر والوں میں سرفراز کیا بلکہ امرائے عالی مرتبت سے بھی ممتاز کیا۔ حیران ہوں کہ اسلوبِ تحریر کی تعریف کروں یا معنی خیز عبارت کی متانت کی مدح لکھوں۔ اگر نستعلیق یہی ہے جس نے رشید اور عماد[1] کی شہرت کو خاک میں ملا دیا۔ اس کے مقابلے میں میر علی[2] کی تحریر کو شکستہ کہنا چاہیے۔ اور اگر

---

[1] رشید و عماد: مولانا عبدالرشید دیلمی ہمشیر زادہ و شاگرد میر عماد۔ شاہجہاں کے عہد میں آیا ـــــ عماد قزوینی۔ شاہ عباس کے زمانے میں نستعلیق کا بے مثال استاد تھا۔

(بقیہ صفحہ آئندہ پر)

حقیقت یہ ہے کہ میں بے پروائی کی نسبت پر بھی ناز کرتا ہوں کہ خُلق ایمن اور لطفِ عام اخلاص سرائی کی خصوصیت نہیں ہے۔ بارے کیوں کہ میں توجہ خاص کے لائق نہ تھا۔ اس لئے دوستوں کی صحبت سے الگ رہنا ہی بہتر ہے اور جو عبارت کہ بمقتضائے اضطراب شفیق کرم گستر لالہ شوق رام کے والا نامے میں لکھی تھی وہ درحقیقت اپنے دل سادہ کی امید کے اظہار کی تمنا سے متعلق تھی نہ یہ کہ وہ جناب کے علم میں لائیں اور سرد منش (کذا) سے کہ جس کا مقصد ہر کسی سے نبھانا اور سب کے ساتھ میل رکھنا ہے، عہدہ برا ہوں۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موصوف (شوق رام) کو مخلص نوازی کی غیرت نے مجبور کیا اور انھوں نے ممانعت کا خیال نہ کیا۔ بہرحال اب جو غبار کہ دل پر بیٹھ گیا تھا رسم عیادت کی طرح دور ہوا۔

بیت: ہمارے طریق میں کینہ رکھنا کفر ہے
سینہ کو آئینہ کی طرح صاف رکھنا ہمارا آئین ہے

دل نہیں چاہتا کہ انصاف کی صفت آپ کے آستانے کو چھوڑ کر دوسری جگہ جائے۔ لہذا چند نالے جو حقیقتاً دل سے جوش مار رہے ہیں، نکالتا ہوں۔ جناب والا۔ اگرچہ بدانجام رسم پرستوں کی رسوم کا ترک کرنا واجبات سے ہے تاہم اعتماد کے آثار کے اظہار کے بغیر باطنی شفقت کو کیا ثبات۔ اگر آفتاب کی روشنی ظاہر نہ ہو تو کیسے معلوم ہو سکتا ہے کہ دن ہے اور اگر ابر زمین کی شادابی کی طرف متوجہ نہ ہو تو کیوں کر جان سکتے ہیں کہ فصل بہار کا باغ میں ورود ہوا۔ غایت لطف سے جناب کا قلم حقیقت رقم لکھتا ہے کہ رفع کدورت تک ہر روز ارسال خط سے نوازتا رہوں گا۔ مگر دل چاہتا تھا کہ جب تک عمر دوروزہ وفا کرے شکوہ وشکایت کرتا رہوں۔ لیکن خاطر والا کا ملال گوارا نہ کرتے ہوئے صفائے باطن کا اظہار کرنا پڑا۔ قدر شناسی کا مقتضا یہ ہے کہ اس پاسداری کے جائزے کے طور پر جناب کی شفقت روز افزوں اور

ہیں۔ اے فلک منزلت۔ اگرچہ میں خاک ہوں مگر مجھ پر قدرت نے زر بکھیرا ہے اور اگرچہ مشتِ غبار ہوں لیکن مجھ پر موتی نچھاور کئے ہیں۔ چوں کہ موتی مجھ کو عطا کئے گئے ہیں میرا سر ستاروں کی ہمسری کرتا ہے۔ پس مجھے اس عطیہ عظمیٰ اور نعمت کبریٰ سے محروم رکھنا کیوں۔ شاید کارگزاروں نے جناب کی اطلاع کے بغیر اس امر ناپسندیدہ کو پسند کیا جس سے خاکسار کی جو عرصہ سے حاضر آستانہ نہیں ہوا اس نالائقی کی خبر آپ تک پہونچی۔ المختصر میں نے تلاش کے جال ڈالے مگر سیر مطلب ہاتھ نہ آیا۔ میں نے جھجر اور (کنڈا) کو لکھا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ جلد آئے گا۔ اور آپ کی خدمت میں بھیجا جائے گا۔ ناچار فرمائش بھیجنے اور اپنے آپ کو ممنون کرم کرنے تک میں دعا کے موتی نچھاور کرتا ہوں۔ یا رب ہر مدعا کا طائر ممدوح کی حشمت و اقبال کے دام میں اسیر رہے۔

---

(۴۷)

عنایت نامے نے گوناگوں اظہار کرم اور راز اوّل تا آخر ول جوئی اتم کے ذریعہ سے سابق بے اعتنائیوں کی تلافی کی جو کہ مناقق دنیا والوں کے گمان کے مطابق ظہور میں آئی تھیں اور جن سے بد باطن ظاہر داروں کی حماقت کا حال ظاہر ہوتا تھا۔ دوستوں کے حال پر توجہ فرمانے کے شکر کے واسطے زبان چاہئے۔ بے زبانی کی دہائی اور گذشتہ کے تدارک کے اعتراف کے لئے اہل ظاہر کے طریقے پر چلنا چاہیئے۔ مگر اپنی کوتاہی بیان کی فریاد۔ وہ گویائی جو عجز و خاموشی کے سوا کچھ نہ کر سکے وہ اسرار کے دل پسند مضامین کس طرح بیان کرے۔

ہوں اور ذلّت و خواری کی خجالت اٹھاؤں۔ خزانچیوں کی زیادتی کی دہائی کہ اتنی بے تکلفی کے باوجود زرسالانہ نہیں بھیجا۔ نواب صاحب کی ضمانت سے بھی کام نہیں نکلا۔ ایک مہینہ کا وعدہ سو ماہ کے برابر ہو گیا۔ اب جب کہ ماہ صفر بھی اہل ہند کے مہینہ کی تاویل میں درج ہوا ہے تو میرا عاقبت بیں خیال محرومی کے حدود سے بھی آگے بڑھ گیا۔ اگر سنہ فصلی بھی درج ہوتا تو شاید خام کاروں کی پختہ مغزی کی بدولت طمع خام بھی کسی نتیجہ پر پہونچتی۔ راست کرداری کی توفیق آپ کی رفیق ہو۔

مومن سلام مسنون عرض کر کے عقیدت کا ایمان تازہ کرتا ہے اور دلی شوق ملاقات تحریر کر کے دیدار محشر کی امید کی بنیاد ڈالتا ہے۔

---

## (۴۹)

### ایک مطربہ کی فرمائش سے اس کی بھاوج کے نام

خواہر نامہربانِ من! بعد تحریر شوق ملاقات جیسا کہ تمہیں دوسروں کے ساتھ ہے، واضح ہو کہ تمہارا خط جس کا ہر حرف سادہ دلی کی دلیل تھا، پہونچ کر باعث مسرت ہوا۔ تم نے لکھا ہے کہ خط سابق کا جواب لکھ چکی ہوں، اب وہ خط بھیجوں گی وہ بھی نہ پہونچنے پر نظر سے گزرا۔ یا اللہ کون لکھتا ہے اور کیا لکھتا ہے۔ ظاہرا تم نے مقصود کو نہ سمجھا اور تحریر کی زحمت بے وجہ اپنے ذمے لی۔ بال و پر نہ نکلنے کی کمی عدم اشتیاق کی دلیل ہے ورنہ یہ مجبوری کا عذر زبانِ قلم پر کیوں کر گزرتا۔ میں خود جانتی ہوں کہ اب تمہارے پر نکل آئے ہیں اور آسمان میں اُڑتی ہو۔ تمہارے دماغ میں ہوا بھری ہے اور سیر باغ کی تمنّا ہے۔ یہ لکھنا کہ جو کوئی

عنایت حد بیان سے باہر ہو۔ حتیٰ کہ اگر آسمان کی شکایت کا مضمون بھی دل میں گزرے تو زبانِ قلم پر جناب کے شکر کے سوا کچھ نہ آئے۔ اخلاق فطری سے متوقع ہوں کہ ایسا ہی ہوگا۔ زیادہ نیاز۔

---

(۴۸)

پارۂ جگر سلامت! جس روز مکتوب سابق لکھا گیا تھا، جناب عالی خاں صاحب کے مزاج کا تغیّر (ناسازی مزاج) (کہ ان کا سایہ عاطفت قیامت تک ہمارے سر پر رہے) گردشِ ایام اور روزگار نافرجام کے لیے موجب رشک تھا۔ اور لحظہ بہ لحظہ۔ ساعت بہ ساعت ڈھلتے ہوئے آفتاب کی طرح اوج صحت سے کسل و نقاہت کی پستی کی جانب مائل تھا۔ بے شبہ یقین ہوتا تھا کہ ایام حیات ختم ہو گئے۔ خدا کا شکر ہے کہ اب آفتاب امید مایوسی اور محرومی کے گہن سے نکلا۔ بے وجہ تشویش نہ ہونا چاہیئے، اور واماندوں کی بے چارگی کی تدبیر نہ کرنا چاہیئے۔ جو کچھ حکیم مطلق کو منظور ہے ظہور میں آئے گا۔ بے فائدہ زحمت کہ جس کا کوئی مداوا نہیں کیوں اٹھائی جائے۔ میں بھی جیسا کچھ ہو سکتا ہے بلکہ نہیں ہو سکتا۔ کوشش کرتا ہوں۔ روپیہ کا وعدہ جو آخر ماہ محرّم میں بظاہر یقینی تھا اب آخر صفر پر ٹل گیا۔ یارب وعدے کے ایام کی وفا تک میری زندگی کو دوام دے اور فردائے قیامت کے سچے وعدے کے طفیل میں انتظار کے شب و روز کی کاہش میں مشغول رکھ۔ ایسا نہ ہو کہ عمر کے کوتاہ رشتے کی نارسائی سے میں شرمندہ

ہے۔ کیونکہ مجذوبوں کو خط لکھنے سے کیا سروکار۔ اچھا انتظار ہے کہ چھالی توڑنے سے کسی کا دل خوش ہو جائے اور کیا خوب کم ظرفی ہے کہ اگر پہونچوں تو مجھے ملے۔
حاشا! اگر میں نے تحفے کے حقیر ہونے کے بارے میں کوئی لفظ بھی کہا ہو۔ خواری و ذلت تمہارے دشمنوں کو نصیب ہو۔ کیوں کہ ذلت عزت کی شرط پر موقوف ہے اور وہ (عزت) معدوم رہی شرمندگی وہ بھی میرا مقصود نہیں کیوں کہ انفعال کے لئے آدمیت لازم اور وہ (آدمیت) روز ازل سے دوسروں کے حصے میں آئی ہے۔ انسان کی حیوان پر برتری نطق پر موقوف ہے اور نطق بھی وہی جو معنی آشنا ہو۔ ورنہ الّو کی آواز اور گدھے کا رینکنا نطق میں شمار نہیں ہوتا۔
الحمدللہ کہ ذلت اور شرمندگی کا اثر تم تک کبھی نہیں پہونچا۔
مٹی کے لوٹے اور پیالے کی طلب میں بھی ایک لطیف رمز تھا جو افسوس ہے کہ تمہاری سمجھ میں نہ آیا۔ دراصل میں اس دیار کی خاک کو بھی تحفہ سمجھتی ہوں۔ اس کے سر پر خاک جو مجھے گدا گر سمجھے اور نقصان (اگر ہو) گوارا کرے۔ کیونکہ جو فائدے تمہیں بہم پہونچے وہ بھی میری بدولت پہونچے۔ تمباکو اگرچہ مشک کی قیمت کے برابر نہیں مگر تمہاری ہمت میرے زخموں پر نمک نہ چھڑکے گی۔
کسی نے خوب کہا ہے۔

مصرع: اگر عشق کرنا ہو تو کسی دل بر کو دل نہ دینا

میری جان! یہ بات بخوبی دل نشیں ہے کہ جو محبت تمہیں کسی کے ساتھ نہ دل سے ہے مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں۔ اگر ہو تو خبر پر مشروط ہے جو بالیقین رفع ہو جاتی ہے یہ نہ سمجھنا کہ جو کچھ میں لکھ رہی ہوں وہ دوسروں کے بہکانے سے لکھ رہی ہوں۔ افسوس صد افسوس تمہیں معلوم نہیں کہ مجھے کیا کیا معلوم ہے۔ بالفرض اگر ایسا ہوتا تو دوسری باتوں کی کہاں گنجائش تھی۔ یگانگی اس درجہ کو پہونچی ہوئی ہے کہ معنی بے گانہ میرے لئے معنی بیگانہ ہو گئے ہیں[1]۔ یقیناً خسرو نے یہ مضمون مجھ سے ہی اخذ کیا ہے۔
(حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

اپنے کو عاقل سمجھتا ہے، نادان ہے) تم جیسی خود منش سے بہت دور ہے۔ صوفیہ کے شطحیات[1] اور علماء اور شعراء کے کلمات لغو اور بے ہودہ نہیں ہیں اور حضرت علیؓ کا کلام معجز نظام میری دانش کی دلیل قاطع اور برہان روشن ہے آپ فرماتے ہیں :

شعر : ہم حق تعالےٰ کے فیصلے پر راضی ہیں
کہ اس نے ہمیں علم دیا ہے اور ہمارے دشمنوں کو مال
(حضرت علیؓ)

عزیز من ! معلوم ہونا چاہیئے کہ جس نے خود کو نہ پہچانا خدا کو کیونکر پہچانے اور جو خدا کو نہ پہچانے اس سے بڑھ کر نادان کوئی نہیں۔ کیوں کہ خدا شناسی فرض ہے اور خود شناسی اسی نسبت سے فرض عین ہے اگر کوئی بندہ عاجز اپنے کو نہ جانے گا تو معرفتِ خداوندی تک کیوں کر پہونچے گا۔ ہم نے کبھی نہیں سُنا کہ کسی عالم نے اپنے کو جاہل کہا ہو یا کسی شاعر نے اپنی ہجو میں قصیدہ لکھا ہو۔ اگر کوئی عاقل اپنے آپ کو عاقل نہ جانے تو وہ احمق ہے یہ مفہوم معلم اول (ارسطو) اور دوسرے فلاسفہ کے اقوال سے ظاہر ہے۔ شاید تم نے وہ رقعہ جو میر باقر اشراق[2] نے علامہ عبداللہ[3] کو لکھا تھا نہیں سُنا۔

اے عزیز ! اس گفتگوئے لاطائل سے تمہاری تربیت مقصود ہے ورنہ کس کو دماغ کہ بے ہودہ گوئی کے لئے زبان کھولے۔ کیا کروں خواہرانہ محبت مجبور کرتی ہے ورنہ جیسا تم نے کیا اس کے ہوتے ہوئے تم کلام کرنے کے لائق نہیں۔ جواب میرے چھالیا کے دانے بھیجنا (جن کا ذکر زبانِ قلم پر آگیا تھا عجیب ہے) یہ یقیناً سہو کاتب

---

[1] وہ الفاظ جو اکثر صوفیہ خلاف شرع کہہ دیتے ہیں
[2] میر باقر اشراق ——— ایران کے ایک عالم
[3] علامہ عبداللہ

کے لئے موجب تشویش نہ ہو۔ چوں کہ یہ کارروائی جناب کے الطاف کی توقع پر ہے ورنہ میں اس کے ماں باپ کو نہیں جانتا تھا اور نیز اہلیت و مروت و قبیلہ پروری اور خفیف الحرکاتی کا لحاظ بغیر جناب کو اطلاع دیئے ہوئے مناسب نہ معلوم ہوا۔ لہذا فلاں صاحب کی وساطت سے آپ کی تشریف آوری کو ضروری سمجھ کر میں نے عرض کیا کہ بغیر آپ کے تشریف لائے ہوئے یہ معاملہ تکمیل پذیر نہ ہوگا۔ جیسا کہ کل فلاں صاحب نے بتایا کہ آج رات جناب ممدوح کی تشریف آوری محال ہے کل وہ خود کام کی انجام دہی کے لئے پہونچیں گے۔ حتیٰ کہ اگر ہلال عید کی رویت کا خیال ہو تو دن میں کام ہو سکتا ہے۔ صبح کو ان کے اعزہ کا پیام پہونچتا ہے کہ آج رات تقریب قرار پا جائے ورنہ جو سامان ہم نے کیا ہے ضائع جائے گا۔

جناب والا سلامت پور میں۔ جو ایک فرسنگ سے زیادہ مسافت پر نہیں ہے قیام پذیر ہیں وہاں سے بہ طریقہ یلغار تشریف لائیں گے۔ جب اطمینان ہو گیا اور کامل یقین ہوا تو ہم نے برادری والوں کو دعوت دی اور بعض بے تکلف احباب کو بھی بلایا۔ چنانچہ شام کے وقت سب صاحبوں نے غریب خانہ کو رونق بخش کر کرم فرمایا۔ اس حالت میں جب کہ میں مضطربانہ آپ کی تشریف آوری کے متعلق پوچھ گچھ کر رہا تھا۔ معلوم ہوا کہ ابھی آتے ہیں۔ جب دیر ہوئی تو اعزہ میں سے ایک کو استفسار حال کی زحمت دی۔ آخر یہ تحقیق ہوا کہ سب گفتگو بازی طفلانہ تھی۔ مجبوراً بڑے بوڑھوں سے شرمندہ ہو کر میں نے عذر کیا اور اپنے اوپر اور فلک سفلہ نواز کی حرکات پر نفریں کی۔ آمدم برسر مطلب!

ظاہر ہے کہ یہ خفیف الحرکتی آپ کو ہرگز پسند نہ ہوگی۔ کیونکہ اس پریشانی حواس کے ہوتے ہوئے جناب کے مطلع ہونے کا گمان بھی دل میں نہیں آتا۔ یقیناً جو کچھ ہوا وہ اسی درمیانی شخص کی بے ہودہ گوئی کا نتیجہ ہے ورنہ یہ کیسے یقین کیا جا سکتا ہے کہ جناب اقرار کے باوجود ایسے ناشائستہ افعال کے

فرد: میں تو ہوگیا اور تو میں ہوگیا۔ میں جان ہوا اور تو تن
تاکہ پھر کوئی یہ نہ کہے کہ میں اور ہوں اور تو اور ہے۔

شکر ہے کہ یہ عبارت اس کی نظر سے جو تمہاری منظور نظر ہے نہیں گزری۔ ورنہ میری نازک جان پر کیا کیا ظلم نہ ڈھائے جاتے اور پھر کہاں تاب تھی کہ میں دوبارہ خط لکھ سکتی۔ تم لکھتی ہو کہ دوبارہ اس جگہ جانے کی نوید کا اظہار نہ کروں۔ ظاہر میں مقصد یہ ہے کہ میں عیش و عشرت سے زندگی گزاروں۔ مجھ سے اس کی امید نہ رکھنی چاہیئے۔ میں خواہ آؤں یا نہ آؤں۔ مگر یہ نہیں لکھوں گی کہ نہیں آرہی ہوں۔

---

(۵۰)

بعد سلام مسنون تحریر کیا جاتا ہے۔ ایک زمانے میں فلاں صاحب کی والدہ کے پے در پے خطوط در بارۂ تعطیل و تعجیل انتظام عقد پہونچے۔ اور اس امر کے باعث ہوئے کہ یہ اگندگیٔ خاطر وہ امور ضروری سرکار نواب اسدالدولہ بہادر کہ باوجود میں بہ سعیٔ تمام یہاں پہونچ کر انتظام میں سرگرم اور فرض سے سبک دوش ہوں اور موصوفہ کے وہم کے اظہار پر یہ قرار پایا کہ نکاح اسی مہینے میں عمل میں آئے تاکہ دونوں عیدوں کی نحوست جیسا کہ جاہلوں اور بازاری لوگوں میں مشہور ہے کسی

---

ل معنی بے گانہ کی ترکیب سے مومن نے خاص فائدہ لیا ہے اس کے ایک معنی غیر کا باندھا ہوا مضمون ہیں اور دوسرے معنی اچھوتے مضمون کے ہیں۔

(۵۱)

عنایت نامہ جو عید کی مبارک باد اور ماہ رمضان کے بخیریت گزرنے اور دو ہمین ماہ کی امید اور محرومی کے بعد ملاقات سے مایوسی اور سفر اور عید میں کثرت اخراجات کے ذکر سے پُر تھا ایک تھان اور طبق طعام سمیت موصول ہو کر باعث مسرت ہوا۔ حق تعالےٰ کا شکر کس زبان سے ادا کیا جائے کہ عید مبارکی کے ساتھ آئی اور رمضان خیریت سے گزرے۔ اس سے بڑھ کر خوشی کیا ہوگی کہ آپ کو صحت حاصل ہوئی۔ کوئی نعمت اس بخشش عظمیٰ کو نہیں پہونچتی کہ نقاہت اور ناتوانی جسم مبارک سے رخصت ہو کر ہمیشہ کے لئے مفارقت کر گئی۔ یارب قیامت تک صحت و عافیت و آرام کے ساتھ مراد دل اور تمنائے خاطر سے بہرہ مند رہیں۔

فرد : آپ کا تن طبیبوں کے ناز نہ اٹھائے
آپ کا وجود نازک گزند سے محفوظ رہے

اشتیاق ملاقات حد سے زیادہ تھا کہ سننے میں آیا کہ آپ اس راستے سے جا رہے ہیں شوق کی تحریک سے سو بار میں آپے باہر ہوگیا کہ اچانک معاملہ برعکس ہوگیا۔ اور میں آپے میں نہیں آیا ابھی جب کہ آپ کا سفر عمل میں نہیں آیا۔ یہ حال ہے کہ میں سفر میں ہوں (یعنی اپنے آپے میں نہیں ہوں) پھر (جب آپ واقعی عازم سفر ہوں گے) تو کیا حال ہوگا۔

جو کپڑا آپ نے بھیجا تھا اس سے میں نے دو پاجامے اپنے لئے قطع کرالئے اور دو آپ کے لئے رکھے ہیں۔ اگرچہ کپڑا بہت پسند آیا تھا۔ دل چاہتا تھا کہ سب اپنے صرف میں لاؤں لیکن جب کہ اس طریق کار کی اجازت بھی تھی تاہم اس کو خلاف مروّت سمجھ کر بموجب

مرتکب ہوں اور تشریف نہ لائیں اور طرفین کی بے حرمتی گوارا کریں۔ "ہم اپنے نفسوں کے شر اور اپنے اعمال کی برائی سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں"۔ اب بھی وقت ہاتھ سے نہیں گیا اگر دوپہر تک تشریف لے آئیں تو آخر دن تک عقد ہو سکتا ہے کیوں کہ رات کی خصوصیت کسی رسم و مذہب میں جائز نہیں اور نہ آنے کی صورت میں دنیا کی زبان کو بند نہیں کیا جا سکتا۔ اس وقت تک میں نے آپ کی ناسازئ مزاج کا بہانہ کر کے حقیقت کو چھپالیا ہے اور اس امر کی عجلت ہماری طرف سے نہیں ہے بلکہ فلاں خاتون کے بکثرت خطوط آئے اور اس تقریب کے متقاضی ہوئے اور اگر فی الحقیقت جناب کا مزاج اس نالائق کی بدکرداری سے مکدّر ہے تو یہ امر ظاہر فرمایا جائے تاکہ فلاں شخص اس کا تدارک کر سکے۔ کیونکہ منگنی شرعاً کوئی حیثیت نہیں رکھتی اور رسم کے مطابق اگر اس میں ذلّت ہے تو صرف ہماری نہیں ہے۔ کیا ضرور ہے کہ ہم جاہلوں کی طرح ہمیشہ ہمیشہ کے لئے عذابِ جاں کاہ اختیار کریں۔ جو کچھ رائے عالی ہو اس سے اطلاع بخشنا ضرور ہے اور یہ امر مطبوعِ خاطر رہے کہ دوست دار (راقم) کو بجز آپ کے پاس و لحاظ کے زید و عمر کے طعن و تشنیع کی پرواہ نہیں۔

بہرحال بعد ملاحظہ عریضہ (بشرطیکہ آپ کو بہ طیبِ خاطر منظور ہو) خاک دہلی کو دن کے آخر تک اپنی تشریف آوری سے رشکِ جنت بنائیں ورنہ تنبیہ آمیز جواب تحریر فرمائیں تاکہ ہم لوگ خوابِ غفلت سے بیدار ہوں اور اپنے کئے پر پشیمان اور بے کئے سے دست بردار ہوں۔

(۵۲)

ہرچند کہ میں نے طے کر لیا تھا کہ اپنا حال سراپا ملال کنایتہً بھی جناب پر ظاہر نہ کروں تاکہ خاطر قدسی سرشت اور طبع صفا آگیں کو ملال نہ ہو، صراحت کا تو کیا ذکر ہے۔ لیکن اب ہمت عالی میری پریشانی اور آوارگی کی پرسش حال پر متوجہ ہے مجبوراً اپنا حال جس کے سننے اور دیکھنے سے جناب کو تکلیف ہوگی، ظاہر کیا۔ اور یہ بھی تلافی مافات اور تدارک و مکافات کی امید سے نہیں۔ بلکہ چشم کرم سے قطع نظر کر کے محض تعمیل ارشاد منظور ہے ورنہ ہرزہ درائی اور بےہودہ نوائی مقصود نہیں۔ خاطر عالی پر روشن ہوگا کہ تین ماہ سے بے التفاتی، ناخوشی اور عنایت کی کمی اس سادہ دل (راقم) کے حق میں ظاہر ہوئی ہے۔ کچھ دنوں تو صاف دلی کی بنا پر میں نے اوہام بےجا کی کدورت کو دور رکھا۔ اور آپ کی پہلوتہی اور بےزاری کو بےتکلفی اور معاملہ خاص پر محمول کیا۔ رفتہ رفتہ گمان ظن سے اور ظن یقین سے بدل گیا، تب میں خواب غفلت سے بیدار ہوا اور سبب کا جویا اور سو طرح سے افکار میں گرفتار ہو گیا۔ اس سوچ میں نہ جانے کتنی راتیں گزار دیں کہ مجھ سراپا گناہ سے کون سا قصور ہوا کہ ایسے قدردان کی نظر میں بے اعتنائی کا مستحق ٹھہرا اور کون سا امر خاطر نشیں ہوا کہ میں شیریں کاموں کی ترش روئی کا سبب بنا۔ کسی طبیب کی پایہ شناسی اس کے سوا کیا ہو سکتی ہے کہ خدمت میں اس سے کچھ کوتاہی ہو یا تشخیص و تدبیر میں کوئی غلطی واقع ہو اور بیماری طول پکڑ جائے یا وہ (طبیب) مرض کے علاج پر صلۂ شایاں اور الطاف نمایاں کا طالب ہو۔ جب میں نے معاملہ پر غور کیا اور اپنے عادات و اطوار پر نظر ڈالی تو معلوم کیا کہ ان افعال ناروا میں سے میں کسی کا مرتکب نہیں ہوا ہوں۔ اول وطن کا ترک کرنا اور پردیس

بیت : آدھے کی اس کے لئے چادر قطع کی
اور آدھا اس کے سر پر ڈالا

نصف کپڑا میں اپنے صرف میں لایا اور نصف تمہارے۔ اخراجات کی کثرت سے پریشان نہ ہونا چاہیئے۔ خداوند رزاق کا خزانہ مالا مال ہے۔ "لئن شکرتم لازیدنکم[۱]"، کم لکھنے کی شکایت کیوں کر جائز ہے۔ تم جانتے ہو کہ جب تک لکھنے والا دست گیری کرتا ہے میں نہیں چھوڑتا۔ ایک دو بار میں نے جانِ خواہر سے کہا انھوں نے کم فرصتی اور تنگیٔ وقت کا عذر کیا۔ اور عدالت کے سوال اور جواب اور ضروری معاملات کی لکھت پڑھت کا بہانہ نکالا۔ اگرچہ میرے نزدیک یہ مسئلہ سب سے ضروری کیوں نہ ہو۔ آپ میرے عذر کو عذر لنگ نہ خیال کریں۔ ان کے طویل خطوط جو خدمتِ عالی میں ارسال کر رہا ہوں اس امر کے شاہد ہیں۔ لوہے کا جو لھا آپ نے منگایا ہے اس کا قصہ یہ ہے کہ پہلی بار جب آپ کا اسباب بھیجا گیا تھا تو میں نے اس کو بھی روانہ کر دیا تھا اسی سامان میں تلاش کرنا چاہیئے۔ یہاں نہیں ہے۔ احتیاطاً دوبارہ تلاش کی گئی۔ ترکاریاں جو پہلے بھیجی گئی تھیں دو جگہ تھیں۔ ایک آپ کے لئے بھیجی تھیں اور دوسری حکیم حسین خاں کے لئے۔ معلوم نہیں کہ ان کو پہنچیں یا حرص و طمع بھیجنے میں مانع ہوئی۔ چونکہ اس کی رسید تمہاری یا ان کی دستخطی میں نے نہیں دیکھی۔

---

[۱] اگر تم شکر کروگے تو میں زیادہ دوں گا۔ (قرآن)

(۵۳)

اگرچہ کوئی ایسا قصور جو جناب کی خاطر عاطر کے لئے موجب ملال ہو اس گنہ گار سے سرزد نہیں ہوا۔ اور کوئی نمک حرامی کا فعل جو (دراصل) ملال تھا عمل میں نہیں آیا۔ لیکن جمعیت اور تقاضائے آدمیت کی بنا پر میں استعفٰی[1] کے مجازی معنی میں اہل دنیا میں مستعمل ہے پیش کرتا ہوں اور دربار دولت مدار سے (خدمت ترک کرکے) گوشہ نشینی کی اجازت چاہتا ہوں اور ایک مضطربانہ حرکت پر مجبور ہوں اور چونکہ مزاج عالی کی (جو خدا کرے آئینہ سے زیادہ زنگ سے پاک رہے) کدورت میرے اختیار میں نہیں اس لئے معذور ہوں۔ نظر کرم سے (جو اس سے پہلے میرے حال پر بہت زیادہ رہی ہے) توقع یہ ہے کہ مزاج دانی، ادا فہمی کی تفصیل کی پرسش جناب کے لئے مناسب نہیں کیونکہ اس قسم کے معاملات کے تذکرے کا مقصد اس کے سوا نہیں کہ خیرخواہ پر الزام رکھا جائے اور اس کا قصور ثابت کیا جائے اور وہ اس صورت میں بھی حاصل ہے کہ نظیری کا شعر جو خاکساروں کے وردزباں ہے اس مضمون کا شاہد عدل ہے۔ شعر مذکور کا مصرع ثانی یہ ہے:

مصرع: میں نے اپنے خلاف سو تقصیریں اپنے دل میں قرار دے رکھی ہیں[2]

---

[1] استعفٰی: واضح رہے کہ استعفے کے لفظی معنی معافی مانگنا ہیں۔ مگر مومن کو یہ معنی منظور نہیں۔ انھوں نے اس لفظ کو اس کے مجازی معنی (خدمت سے سبک دوشی کی خواہش) میں استعمال کیا ہے۔ (باقی صرآئندہ پر)

کی سکونت اختیار کرنا اور دوسرے بیمار طبع اشخاص کی سپاس داری اس بات کی دلیل قاطع ہے۔ اب رہا طمع کا سوال وہ بھی اس موقع پر بے جا ہے۔ علام الغیوب (اللہ تعالیٰ) گواہ ہے " وکفیٰ باللہ شہیدا[1] " کہ ایسا خیال خواب میں بھی میرے دل میں نہیں آیا۔ زبان پر آنا تو درکنار۔ اگر میں اہل زمانہ کا جو مکھی کی طرح حریص ہیں ہم خیال کرتا تو اپنے آقائے قدیم کی رفاقت ترک نہ کرتا جن کی صحبت سراپا تعلیم ایک نعمت تھی اور جو اس مرتبہ مجھے گراں قدر رقم دے رہے تھے اور اگر مرض کے زائل نہ ہونے کا گمان کروں تو دیوانگی کی نسبت اپنی جانب کرنا ہوگی اور (کذا) کے آخر زمانے کی تقلید اپنے اوپر واجب ماننا پڑے گی۔ کیونکہ ہر شے کی فنا خدائے واجب الوجود کے اختیار میں ہے اور طبیب کی دانائی کے ہم معنی یہ ہیں کہ اس کی رائے میں غلطی کم واقع ہو نہ یہ کہ ملک الموت کا خون اس کی گردن پر ہو اور کارخانہ قدرت کی برہمی اس کے اختیار میں ہو۔ اگر بالفرض کوئی شخص اپنے زمانے کا لقمان ہو تو بھی وہم کا علاج اس کے پاس نہیں اور اگر وہ اپنے زمانے کا افلاطون بھی ہو تو جہل مرکب کی تدبیر میں اس کی سعی بے کار ہے۔ میں نے کب مسیحا نفسی کا دعویٰ کیا تھا اور جاں بخشی کی شیخی ماری تھی۔ الحاصل آپ کی خاطر صفا جوہر کے نزدیک مجھ ہیچ مداں کی بے تمیزی اور نالائقی موجب ملال ہے۔ اور ان حالات میں ہر طرح کی خدمت گزاری اور پاسداری رائیگاں۔

---

---

[1] اور اللہ کی گواہی کافی ہے۔

معاملہ تاکید کے باوجود بے سود معلوم ہوتا ہے۔ میں فلاں شخص کو ہر روز ملامت کرتا ہوں مگر ہنوز روزِ اول۔ وہ روپیہ لے گیا اور رسید دستاویز نہ دی۔ کام اس سے پڑا ہے جو ٹھیک کام انجام نہیں دیتا۔ اس نے قسم کھا کر آج کا وعدہ کیا ہے۔ دیکھئے کیا ہوتا ہے۔ حتی الامکان ہاتھ پاؤں مارتا ہوں۔ تھوڑا سا گاجر کا حلوا بھیجا جاتا ہے۔ امید ہے کہ پسند آئے۔ فلاں کے اسہال سے طبیعت فکرمند ہے۔ جو معجون آپ نے بھیجی ہے اور استعمال ہو رہی ہے اس سے چنداں قوت ظاہر نہیں ہوئی۔ میرا ہاتھ بے کار ہو گیا ہے اور امید نہیں کہ کام سرانجام پائے (مراد یہ کہ کام میرے اختیار سے باہر ہے)۔

---

(۵۵)

ایک دوست کی فرمائش پر

عنایت نامہ مع نوسو بیس ۹۲ روپیہ کی ہنڈی سے پہونچا۔ جس نے ایک بے سروپا کا سازوسامان جناب کے دفتر اخراجات تک پہونچایا۔ یہاں کا خزانچی کہتا ہے کہ سند درست ہے لیکن یہ مضمون کہ اس قدر روپیہ فلاں آدمی کا میرے ذمّے ہے اور یہ مضمون کہ فلاں فلاں کو دے گا درج نہیں ہے اس صورت میں کیوں کر ادائیگی ہو سکتی ہے۔ لہذا مکرر عرض ہے کہ جس وقت کے لئے آپ حکم دیں کوئی معتبر قاصد روانہ کیا جائے۔ جواب کا انتظار ہے کیوں کہ اگر وہ پندرہ روز قبل پہونچتا تو محرومی کا ڈر تھا۔ جس روز حکم ہو وہ حاضرِ خدمت ہو۔

---

گستاخی معاف، ضمیر منیر پر یہ امر روشن ہے کہ کم ترین کبھی احباب پر بار خاطر نہیں ہوا اور ہمیشہ ایسی روش سے جو دوستوں کے لئے رنج و ملال کا سبب ہو مجتنب رہا۔ جب ایسا ہے تو اب ایسے قدردان ولی نعمت کی خاطر نازک پر کیوں بار ہو گا۔ اگرچہ اپنے وجود کو فنا کرنا اختیار سے باہر ہے لیکن دہلی کی گوشہ نشینی کو ہاتھ سے کیوں دوں کہ اس کا امکان بلکہ یقین ہے کہ کبھی اس نالائق کا ذکر محفل والا کے بیٹھنے والوں کی سامعہ خراشی نہ کرے گا۔

---

(۵۴)

الحمد للہ کہ ماہ رمضان بخیر و خوبی گذرا۔ ہر چند اس لحاظ سے کہ آپ کو صحت حاصل ہوئی۔ ہزار سالوں کی عیدیں اس غرہ شوال پر قربان۔ لیکن اس خیال سے کہ میں آپ کی آمد کا متوقع تھا اور آخر مایوس ہوا۔ عید عاشورۂ محرم کی طرح گوناگوں ملال کا باعث ہوئی۔ حیران ہوں کہ اس نعمت کے شکر میں زبان کھولوں یا اس غم کے اظہار میں قلم کو گھسوں۔ اس نسبت سے ہر روز نو روز ہے اور اس نسبت سے ہر دن اگر مسرت افزا بھی ہو تو عید اضحیٰ کے برابر ہے میں آپ کے قربان۔ کیا خوب ہوتا اگر آپ اس راہ سے گزرتے اور میں ایک گھڑی بھر کو آپ کے دیدار سے آنکھیں روشن کرتا۔ افسوس دوبارہ عرصے تک انتظار میں وقت گزارنا پڑے گا۔ خدا کرے زیادہ دیر نہ لگے۔ ہزاری کا

---

(بقیہ صر گذشتہ) ۵۲ بے سبب داری درآزارم خجل از من مباش
کردہ ام خاطر نشاں خویش صد تقصیر را (نظیری)

(۵۸)

اقبال نشانِ من! تین روز ہوئے کہ حرارت مجھ سے اختلاط رکھتی ہے اور فساد خونِ صحت کا خون کر رہا ہے۔ آبلوں کی کثرت موتی کے دانوں سے مشابہ ہے۔ اور بے خوابی نے بدبختی کا دن دکھایا ہے۔ آخر کل سننے میں آیا کہ وبائے ہیضے نے شکم پرستوں کو مبتلائے مصیبت کیا ہے اور ان کی عمر کا پیالا لبریز کر کے شربتِ مرگ پلایا ہے۔ چونکہ اس وہم سے پریشان ہوں تاکیداً لکھتا ہوں کہ کچھ دنوں اپنے بارے میں احتیاط رکھیں اور ثقیل غذا سے پرہیز کریں۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ[1]

---

(۵۹)

مادرجاں نثار کی زندگی کے باعث۔ سلامت! تمہارے قلم اور ہاتھ کے لکھے ہوئے چند حرف جن کو دہانِ تصور سے میں نے سو بار بوسے دیئے ہیں، موصول ہوئے۔ تمہارے مکتوب نے دل کو شگفتہ اور شوق کو تازہ کیا۔ غم کا دروازہ بند کیا اور نغمۂ جاں فزا چھیڑا۔ تم نے اپنے والد بزرگوار کے خط میں اپنے جلد آنے کی خبر دی ہے جس سے میں خوشی کے مارے جامے میں نہیں سماتی۔ اور حضرت یعقوبؑ کے اشتیاق کو رجو یوسفؑ کے دیدار

---

[1] سلام ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔

(۵۶)

فلک پایہ برادر! سلام۔ کئی روز ہوئے ہنڈی بدست کرم فرما میر ہاشم علی زاد لطفہٗ ارسال خدمت کی تھی۔ ابھی اس کی رسید سے مشرف کام نہیں فرمایا۔ روپیہ کا کیا ذکر ہے خدایا اس کا کیا سبب ہے۔ اطلاع بخشئے۔ اور وعدہ کی میعاد بھی آٹھ نو روز ہوئے کہ پوری ہو گئی۔ جس کے لئے زر مذکور نامزد تھا (راقم) کیوں کہ اس عطیہ سے محروم ہے۔ خدام والا کا التفات خاکساروں کے حال پر برقرار رہے۔

---

(۵۷)

فرزند سعادت مند سلامت! جب سے تمہارے جلد آنے کی خبر سُنی اور تاج محمد مژدۂ صحتِ مزاج لایا نہایت خوشی ہے اور کریم کارساز کی بارگاہ سے تمہارے دیدارِ دل افروز کا امیدوار ہوں۔ یارب! جلد سے جلد مجھے مراد کو پہونچا کہ تابِ انتظار باقی نہیں۔

---

(٦١)

ہمشیرہ عزیز سلامت! دونوں جہان کے مقاصد کے حصول کی دعا کے بعد تحریر ہے کہ آپ کے والانامہ نے چشم انتظار کو روشنی بخشی۔ خدا کا شکر ہے کہ اعزا کا مزاج قرین صحت ہے اس معاملہ میں جو کچھ میں نے لکھا تھا شاید اس سے یہ آپ کے خیال میں آیا ہوگا کہ سازش سے یہ حالات تحریر کئے گئے۔ حاشا! کہ ایسا ہوا ہو۔ اب میں نے نور چشم فلاں کو قسمیں دلا کر اس بات پر آمادہ کیا کہ ان کے مافی الضمیر کو دریافت کرے۔ اگرچہ وہ شرمندگی سے اس پر آمادہ نہ تھا مگر قسم سے مجبور ہو گیا۔ اور پوچھا، وہ کہتے ہیں کہ میں چار پانچ روز کے بعد روانہ ہوں گا۔ اس میں خلاف ورزی نہ ہوگی۔ مطمئن رہیں۔ جو کچھ ایسے اُمور میں لکھنا ہو تو میری تحریر سے جانا چاہئے کیونکہ یہی مناسب ہے فلاں صاحب کی زبانی معلوم ہوا کہ ۲۰ صفر کو واپس آرہے ہیں مگر یہ نہ معلوم ہوا کہ سب لوگ آرہے ہیں یا نہیں اس لئے تردد ہے۔ آرزو یہی ہے کہ سب لوگ آئیں اور اپنے دیدار سے شاد کریں۔ بہر حال لکھنا چاہئے تاکہ دل مطمئن ہو۔ فلاں کے چہرے پر ورم آگیا تھا اور دستوں سے حالت زیادہ خراب ہوگئی تھی۔ کتنا ہی میں ترک ارادہ کا ذکر کرتا ہوں مگر بن نہیں پڑتا۔ بموجب

مصرع: آدمی جس قدر بوڑھا ہوتا جاتا ہے اس کی حرص جواں ہوتی جاتی ہے۔

وہ سیر جنت کا ارادہ رکھتا ہے، دونوں عالم کی زندگی اس کی راہ میں حائل ہو تاکہ قدم آگے نہ بڑھا پائے۔

کے لیئے تھا) اپنے شوق کے برابر نہیں پاتی ۔ اگر وعدے سے پہلے آؤ تو بے اندازہ مسرت کا باعث ہو ۔ کیونکہ انتظار جاں گداز ہے اور صبر طاقت شکن ۔ خدا کرے توفیقِ سعادت تمہاری رفیق ہو ۔ والدعا ۔

جب سے یہ خبر سنی ہے تمہاری بہنیں خوشی کے مارے پھولی نہیں سماتیں حالاں کہ وعدہ معلوم ہے تاہم وہ گوش برآواز اور چشم براہ ہیں ۔ چونکہ جذبۂ شوق کی تاثیر سے آگاہ ہیں ۔

---

(۶۰)

عنایت نامہ نے مسرت کا رتبہ پہونچایا ۔ اور یگانگی، یک جہتی کا دماغ آسمان پر پہونچایا ۔ رسید اور خط حیات تو شک بگی جو اس نے گذشتہ سال بھیجا تھا نیاز نامہ میں ملفوف ہو کر دست بوس ہوگا ۔ امیدوار ہوں کہ نظرِ عنایت روز افزوں رہے ۔

دو تین جگہ کاغذ کی تحریر اجنبی معلوم ہوئی اس لئے کہ لوگ کہتے ہیں کہ امسال صاحبزادۂ بلند اقبال کے نام کے دستخط نافذ ہیں اور قدیم طغرا کا بھی شبہ ہوتا ہے ۔ نیز لفظ معرفت کے بعد جس کسی کا نام مناسب سمجھیں تحریر فرمادیں ۔

والسلام ۔

---

خط پہونچا۔ موجب مسرت ہوا۔ خدا ملاقات سے بھی مسرور کرے۔

---

(۶۴)

ایسی دعا کے بعد جو رضائے الٰہی سے قریب ہو۔ واضح ہو کہ خدائے بندہ پرور کا شکر ہے کہ سب لوگ خیر و سلامتی سے ہیں جو غم ہے وہ تمہاری جدائی اور لخت جگر کی بیماری کی وجہ سے ہے۔ یا رب فوری شفا تقدیر کے دارالشفا سے آئے آمین! ۔ فلاں صاحب آنے کا مصمم ارادہ رکھتے تھے۔ مگر تمہارے مشورے سے رک گئے۔ جب تم کہو گے وہ کمر باندھیں گے مطمئن رہو۔ شکر خدا کہ اب ضعف اور نقاہت کے سوا بیماری کا کوئی اثر باقی نہیں۔ ہاں فلاں صاحب کا حال بہت دگرگوں ہے۔ ہاتھ پاؤں حرکت نہیں کرتے زبان بھی خاموش ہے۔ البتہ ہوش و حواس ہیں اور اشارے سے مطلب ظاہر کرتے ہیں۔ افسوس ان کا لال لب خاموش ہو گیا اور گل برگ زبان گونگے کی زبان بن گیا۔ زندگی کی امید منقطع ہے اور فلاں صاحب کی جان سو بار لب پر آئی مگر حسد کی وجہ سے نکلتی نہیں۔ ایک بار میں نے پوچھا تھا کہ کیا حال ہے؟ بولے، کہ ”ملک الموت نے تقاضا کیا تھا۔ میں نے جواب دیا کہ فلاں کی آمد تک یہیں جاتا نہیں۔ مجھے معاف کرو اور چھوڑ دو“

---

(۶۲)

بعد دعائے عمر ابدی و ترقی بخت تحریر ہے کہ نیاز نامہ نظر سے گزرا۔ رنج و خوشی کا باعث ہوا۔ جگر کی حرارت کی خبر نے دل بے چین کر دیا۔ جلتا ہوں اور برداشت کرتا ہوں۔ یا الٰہی جلد شفا حاصل ہو۔ جواب لکھنے میں دو دن کا توقف ہاتھ کے رعشہ کی وجہ سے واقع ہوا کہ قلم قابو سے باہر تھا اور راقم چند روز پہلے کہ ملاقات سے مشرف نہیں ہوا تھا۔ درد دل میں گرفتار تھا اور زندگی دشوار معلوم ہوتی تھی اب کہ شرف آستاں بوسی سے مشرف ہوا، جواب لکھنے بیٹھا اور تمہاری تحریر کے مطابق ان کی پرسش حال کی۔ عرض کرو کہ ہزار طرح سے اصرار اور مبالغے دعائے صحت و سلامت کے بعد لکھنے چاہئیں کہ میں درد دل میں مبتلا ہوں اور دل بے درد کا آشنا۔ لیکن اس سخت جانی کے باوجود مرنے کا اندیشہ نہیں۔ آخری وقت سلامتی سے گزرے گا۔ حکیم مطلق آپ کو فوری شفا عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ اندر نیز وہ (مومن) یہ عرض کرتا تھا کہ میں نے اچھا دیکھا۔ انشاء اللہ مرض زائل ہو جائے گا اور صحت حاصل ہوگی۔

---

۶۳

سلامت! بعد دعائے حصول مقاصد دو جہاں تحریر ہے کہ خدائے مستحق حمد کے لئے ہے جس کے فضل سے یہاں سب خیریت ہیں۔ مجھے جو شکایت تھی اب نہیں ہے (؟)۔ فلاں صاحب کا حال اب بھی بدستور ہے۔ آپ کا

اس کی اُمید نہ تھی ۔

دل بند، ارجمند، سعادت پیوند، فلاں نے طلبی پر حاضر ہو کر آستاں بوسی کی جو کچھ تم نے لکھا تھا میں نے ان کو دکھا دیا ۔ انھوں نے ادب کے بعد عرض کیا کہ " جو تکلیف کہ مجھے تھی اب بھی ہے اور میں نیاز نامہ تحریر نہیں کر سکتا اور جانتا ہوں کہ کوئی میری بات پر کان نہیں دھرے گا کیونکہ اس قدر انکسار جس کا میں نے اظہار کیا تھا وہ اس بے پروایانہ جواب کا مستحق نہ تھا۔ کسی نے اس کے عم مکرمہ کے گوش گزار نہیں کیا ورنہ وہ مہربانیاں کہاں گئیں ۔

مصرع : کوئی سننے یا نہ سننے ہیں تو اپنی سی کہے جاؤں گا

کہ مجھ میں برداشت نہیں ۔ مجھے معاف کریں آخر میں ان کا فرزند عزیز ہوں "۔

---

(۶۷)

غم گیں دل کو سرور بخشنے والی ۔ عمر دراز ہو ! وہ دعا جو تاثیر کی ہم دم و ہم زبان ہو ورد لب کر کے ادائے مطلب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں ۔ جس دن سے خواہر عزیز کے خط سے خفقان کی خبر (کہ نصیب دشمنان ہو) ملی دل پہلو میں تڑپتا ہے اور جان بدن میں نہیں سماتی ۔ میں بے قرار ہوں اور میرا حال بالکل خفقانیوں جیسا ہے خدائے بندہ پرور تمہیں صحت و سلامتی کے ساتھ رکھے اور ہر آرزو جو پردۂ غیب میں ہے معرض ظہور میں آئے ۔ والدعا ۔

---

(۶۵)

بیت: جب دل میں حسرت ہو تو جان آسانی سے نہیں نکلتی
لہذا ترے ہجر میں زندہ رہنا ہمارا قصور نہیں۔

بارے جلد آؤ کہ بیمار اور ملک الموت دونوں عذاب میں ہیں۔ فلاں شخص تین باری بخاری[1] کی طرح ایک دن چھوڑ کر آیا۔ تھوڑی دیر ٹھیر کر چلا گیا۔ لیکن ان کی ملازمہ دوا کی طرح طبیعت کی دیکھ بھال میں کمی نہیں کرتی۔

---

(۶۶)

خواہر نیم جاں کی جان ! سلامت ! تمہارا خط مل کر باعث مسرت ہوا۔ فلاں صاحب کی طرف سے زیادہ فکر ہے۔ خدا کرے کہ تندرست رہے۔ فلاں شخص آنے کے خواہش مند ہیں اور جلدی کر رہے ہیں صرف اشارے کے منتظر ہیں مگر میرے خیال میں اگر کچھ دنوں یہیں وقت گزارے تو اچھا ہے کہ خرواد د مطابق اساڑھ کی گرمی طبیعت کی بے لطفی اور فساد کی آگ کسی قدر کم ہو۔

دس روز ہوئے فلاں صاحب کی بیوی اور والدہ اصالت پورہ روانہ ہو گئیں۔ وہ یہیں ہیں اور نور چشم کا دل حد سے زیادہ تمہاری طرف متوجہ ہے

---

[1] ایک دن چھوڑ کر جو بخار آئے۔

تو کیوں کر دن بسر کروں اور صحت مزاج کی خوش خبری پہونچنے کی امید میں کس طرح شب کو سحر کروں۔ ستم یہ ہے کہ آج خط بھی نہیں آیا اور خاطر مغموم زیادہ مغموم ہو گئی اگر وہ چشم و چراغ دیدہ بینش (تم) خط لکھنے کی طاقت نہیں رکھتے تو نور چشم فلاں لکھ سکتے تھے۔ دُور افتادوں کے حال سے ایسا بے خبر نہیں رہنا چاہئے اور درد سے آگاہ ہوتے ہوئے دردمندوں سے تغافل نہ برتنا چاہئے۔ تمہاری عمر دراز ہو اور مزاج قرین اعتدال۔ تمہاری بہنیں بھی بہ وحدت مضمون گرم فریاد اور شکوہ گزار ہیں۔ مومن سلام کے بعد نہیں جانتا کہ کیا لکھے کیونکہ باندھے ہوئے مضمون کو زبان پر لانا عیب سمجھتا ہے۔

---

(۷۰)

لخت جگر سلمہا! تمہارے خط کو میں نے حرز جاں بنایا۔ جو کچھ تم نے بہ مقتضائے سعادت مندی اپنی آرزو تحریر کی ہے، پسند آئی اور باعث فرحت ہوئی۔ کوئی گھڑی نہیں گزری کہ تمہاری یاد دل میں جاں گزیں نہ ہو۔ آنکھیں دیدار سے شوق میں ہر طرف دیکھتی ہیں اور دل آغوش شفقت میں لینے کی آرزو میں تڑپتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اشتیاق قدم بوسی میں تم نے جو مضطربانہ الفاظ لکھے ہیں وہ میرے ہی جذبہ دل کا نتیجہ ہیں۔ کیا بتاؤں میرا حال کیا ہے تنہائی کی تکلیف سے بے چین ہوں، کیوں کہ لڑکیوں سے اکثر اوقات دور رہنا پڑتا ہے۔ البتہ تمہاری صحبت سے دل کو تسلی ہوتی تھی اب یہ بات بھی گئی میں جانتا ہوں کہ درد بے کسی مجھے نہ چھوڑے گا۔ بہر حال دنیا گزرنے

(۶۸)

نورِ چشم، راحت جان، طول عمرہ۔ خط نظر سے گزرا اور موجب شکرگزاری ہوا۔ تم نے اپنی صحت کا حال لکھ کر مجھ پر احسان کیا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ لکھنے والے کی مصروفیت کا عذر بجا ہے۔ اسی وجہ سے کبھی کبھی خط موصول ہونے کی تمنا ہے۔ شوقِ دیدار حد سے گزر گیا ہے آنکھیں منتظر اور دل بے تاب ہے۔ یارب میں جلد تمہیں دیکھوں اور آغوش میں لوں۔ کئی دن ہوئے کہ میں اپنی تنہائی کا خیال کر کے یہیں ٹھیر گیا ہوں اور ملاقات سے بھی مسرور ہوا۔ ہے ہے خوشی کہاں جب کہ تم موجود نہیں۔ دنیا نظر میں تاریک ہے اور دل غم سے لبریز ہے اور زندگی ایسی ہے جس پر موت کو بھی رشک ہے۔ منجن کے نسخے پر میں نے دندانِ طمع تیز کر رکھے ہیں۔ تم کو میری جان کی قسم مجرب نسخہ بھیجو۔ کیوں کہ دانتوں کے درد سے جان لبوں پر آ پہونچی ہے۔

---

(۶۹)

فرد : ہائے کیا اچھا ہوتا اگر کبوتر کی طرح
میرے خط کے بال و پر ہوتے

جانِ مشتاق کو اتنا قرار کہاں کہ جواب کی امید سے تسکین پائے اور دل آرزومند کو ایسا صبر کہاں کہ قاصد کے پہونچنے اور واپس آنے تک چین آئے جب کہ میری ہر گھڑی درازیٔ قیامت اور میرا ہر لحظہ طول عمر خضر کے برابر ہے

(۷۲)

آپ کا والا نامہ جس میں شبنم کا کپڑا ، بھیجنے کا ذکر اور بد معاملگی اور بے ایمانی کا طعن تھا باعثِ سرفرازی ہوا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اشراف اور بڑے لوگ بد معاش اور بے ایمان ہیں جناب کی بدولت اس امر سے آگاہ ہوا۔ کاش جب میں پہلے ہی آنکھ کھولتا تو مراثیوں کے قبیلے کی طرح ذلیل اور سفلہ لوگوں سے میل جول رکھتا اور اس کے بعد باندی بچّوں اور گویّوں کی رفاقت اختیار کرتا پھر ناکس لوگوں میں سے جس کسی کو دیکھتا تو اس کی صحبت کو نعمت غیر مترقبہ سمجھتا۔ افسوس کہ وقت ہاتھ سے نکل گیا اور اشراف و عمائد کی صحبت میں عمر زائل ہوئی اگر جو ہدایت اس معاملہ میں کی گئی ہے طول پکڑے اور ایسی نادر صحبت جناب کی رہنمائی سے میسر آجائے تو زیادہ شکر گزار ہوں گا۔

بیت : ان پے در پے امیدوں کی بنا پر
آپ کے الطاف نے مجھے گستاخ بنادیا ہے

آپ کے کرم سے امید ہے کہ میری گزارش درجۂ قبول پائے اور اس عریضہ کے جواب سے جو یہ خوش خبری لے کر آئے میں سرفرازاور مسرور ہوں اور شرفا کی صحبت میں بیٹھنا بالکل ترک کردوں۔ کوّے کی وزارت کا افسانہ جو کتاب کلیلہ دمنہ میں نظر سے گزرا ہوگا عبرت کا باعث نہ ہوا بلکہ اس کی تقلید پسند آئی چونکہ سب سے زیادہ مجھے جناب سے واسطہ رہا ہے اس لئے حیران ہوں کہ بد معاملگی کی تہمت زبان پر کیوں کر آئی۔ الہٰی آپ نے ایسا کیا کہ جس پر اپنے آپ کو ان الفاظ ناشائستہ سے یاد فرمایا اور اگر دوسرے لوگوں سے مراد ہے تو ٹھیک ہے۔ فلاں کے قول و قسم سے آپ کو معلوم ہوا ہوگا۔ سبحان اللہ! مدعی کے قول کو صحیح سمجھنا بھی نازک خیالی میں شامل ہے ان راست باز لوگوں

والی ہے اس کا ضرور افسوس ہے کہ میں تنہائی میں مر رہا ہوں اگرچہ مرنے کے بعد اور نیز زندگی میں خدا کے فضل کے سوا کوئی کام نہیں آتا۔ لیکن حسرت سے جانے پر دل پگھلتا ہے اور جان تڑپتی ہے، تمہارا ارادہ برسات کے بعد آنے کا ہے اگر عمر نے وفا کی تو دیکھ لوں گا ورنہ تم خوش رہو کیوں کہ اصل مقصد تمہاری خوشنودی ہے۔ والدعاء

---

(۱۷)

لخت جگر۔ تمہارے دست گوہر فشاں کی لکھی ہوئی چند سطروں نے چشم انتظار کے لئے سرمہ کا کام کیا۔ بیماری سے صحت، سانپ کے نیش سے حفاظت کا علم ہوا۔ میرے دل میں جو نیش غم کا زخم تھا، بھر گیا۔ یہ خط نہ تھا بلکہ میرے لئے نوش دارو کا حکم رکھتا تھا حق تعالٰے بے کسوں پر اپنا فضل کرے۔ اگر اس شکر میں میری جبین عقیدت گردن تک گھس جائے تو بھی اس کے سو احسانوں میں سے ایک کا شکر ادا نہ کر سکے۔ اس کے باوجود چشم دیدار طلب تمہاری مشتاق ہے اگر ممانعت حد سے نہ گزر جاتی تو میں ضرور پہونچتا۔ اب تمہارے جلد آنے کا امیدوار ہوں۔ والدعاء

بہنیں جو تمہاری صحت و آسائش کی طالب ہیں شکر و مناجات میں ایسی مصروف ہیں کہ دعا سلام لکھنے کی فرصت نہیں۔ ورنہ کیا امکان تھا کہ خاموش بیٹھتیں، وہ ملاقات کی امیدمیں خدا سے مصروف دعا ہیں اور جو کچھ تم سے کہنا ہے وہ مقلب القلوب سے کہتی ہیں۔

---

گزرے۔ ہاتھ دل پر ہو اور دل ہاتھ میں نہ ہو (قابو میں نہ ہو) اللہ اللہ آپ نے لکھا ہے کہ میں نے ایک غزل تفریح مزاج کے طور پر لکھی ہے۔ اگر پسند ہو تو کاتب الحروف سے نئی غزلیں لکھوا کر بھیجوں۔ الٰہی یا وہ گویوں کی بات کا کیا جواب دوں۔ اس غزل سے اور تفریح سے کیا علاقہ، اگر مضمون حسب حال مُراد ہے تو بھی غلط۔ کیوں کہ غزل دست و گریباں بھی نہیں اور مضامین جدا گانہ (بے ربط) لکھنا مکتوب الیہ کو پریشان کرنا ہے اگر تفریح سے یہ مراد ہے کہ الفاظ صحیح معنے اچھوتے تراکیب کا انداز اور قافیہ کی نشست اور ردیف کی بندش دل پذیر اور مطابق مذاق ہو تو ظاہر ہے کہ یہ مسلم الثبوت شعراء اور بلند خیال اساتذہ کی زبان و قلم کا نتیجہ نہیں بلکہ کسی گم نام ناآشنائے فن نے ہرزہ سرائی کی ہے۔ اگر آپ کی طبیعت شعر کی طرف مائل ہو تو ہر روز ایک غزل سنیے اور دل خوش کیجئے نہ جانے راقم (غزل لکھنے والا) اس کم مائگی کے باوجود تازہ غزلیں کیونکر لکھ سکتا ہے اگر آپ کہیں تو جو خرابیاں ہر ہر شعر میں ہیں ظاہر کی جائیں۔ مگر ہرزہ درائی کا دماغ کسے تخفیف تصدیع بہتر ہے۔ آئندہ زحمت نہ دیں کہ مجھے اس قدر دماغ نہیں۔ میں چاہتا تھا کہ ایک غزل حسب حال کہہ کر تحریر کردوں مگر جانتا ہوں کہ مخاطب معانی نازک اور مضامین لطیف کا اہل نہیں دو تین اشعار دوسرے شعراء کے جو ایسے بے ربط نہیں ہیں میں نے علاحدہ لکھ دیئے ہیں اگر پسند آئیں تو مطلع کریں تاکہ پھر لکھوں۔ اگر آپ کی پسند میری پسند کے لائق نہیں اور میری پسند آپ کی نظر میں بے حقیقت ہے ہر چند کہ میری تحریر لاجواب ہے تاہم جواب ضروری ہے۔

بیت: میں صاف کہتا ہوں (اور ظریفوں کے طعن کی پروا نہیں کرتا)
کہ میں نغمہ سرا زہرہ اور روشن چودھویں کا چاند ہوں۔
(عرفی)

کی بدکرداری کا طعنہ مجھے دیا ہے مگر الحمدللہ کہ میں اپنے خاندان میں معزز و ممتاز ہوں

فرد : بداندیش کی آنکھ میں (جس کا کور ہونا ہی اچھا ہے)
ہنر عیب نظر آتا ہے ۔

اگر آپ انصاف سے کام لیں تو معلوم ہو کہ تیموریہ خاندان کی تاریخی کتابیں کس کی لعنت سے لبریز ہیں اور ملعون کا لفظ کس کی صفت میں آیا ہے ۔

مصرع : جو ڈھیلا پھینکے اس کی سزا پتھر ہے

امیدوار ہوں کہ آئندہ مجھے کسی کام پر مامور نہ کیا جائے ۔ زیادہ حد ادب ۔

---

(۷۳)

ہمشیرہ عزیزہ! خدا کرے کہ تم ملاقات کی لذت سے تلخ کام ہو۔ بعد دعائے شائستہ تحریر ہے کہ نامۂ نامی جو مضمون پریشان پر مشتمل تھا موصول ہو کر حیرت و ملال کا باعث ہوا، حیرت دو سبب سے۔ اول یہ کہ اس اہتمام کے باوجود جو ملاقات کے وقت ظہور میں آیا تھا جرأت و دلیری سے جوش محبت کو اس پر مائل کیا کہ اس قدر بے تکلفی اور گستاخی کے کلمات معرض بیان میں آئے اور دوسرے یہ کہ یہ گفتگو کس جانب سے ہے اور مخاطب کون ہے اور اس قدر واویلا کیوں ہے ملال اس لئے کہ فصل بہار میں جوش جنوں اس حد تک بڑھ گیا کہ مضامین پریشاں اور مطالب بے معنی اور مدعائے بے حقیقت تحریر کیا، خالق کائنات اور حکیم علی الاطلاق اپنی قدرت کاملہ کے ذریعہ استغنا سے فوری صحت عطا فرمائے مجھے اس قدر محبت کا اندازہ نہ تھا خدا کے لئے مجھے میرے حال پر چھوڑ دیجئے اور دست نازک میرے دامن سے دور رکھئے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کو کوئی تکلیف پہنچے اور دل پر گراں

(۷۵)

جناب نواب صاحب! قبلہ و کعبۂ نیازکیشاں، سر چشمۂ بذل و احساں، فیاض زماں دام حشمتہم کی خدمت میں عرض ہے۔ نوازش نامے نے سربلند کیا اور خاکساروں کے حق میں وسیلہ افتخار ہوا۔ آسماں پائگی کے باوجود خاک نشینوں کے حال پر توجہ فرمانا نہایت عاجز نوازی ہے۔ سچ ہے کہ آفتاب ذرہ پروری پر اور نسیم عطر بیزی پر مجبور ہے۔ بیمار کی پرسش حال نے رنج و ملال کی چارہ گری فرمائی۔ ضرورۃً اپنی کاوشِ خاطر اور خلشِ دل عرض کرتا ہوں۔ مجھے جو حرارت آتی ہے اس کی وجہ وہ بلغم ہے جو رگوں میں داخل ہو گیا ہے جس کو اطبا اپنی اصطلاح میں تپ شتعہ (بلغمی) کہتے ہیں درد سر بھی (حالانکہ مجھ سے خلوص و عقیدت رکھتا ہے) حضور کے حاسدوں کی طرح سر کھلنے والا اور طاقت زائل کرنے والا ہے۔ ایک پہلو سے دوسرے پہلو پر لوٹتا ہوں۔ نہیں نہیں۔ مجھ سے غلطی ہوئی، لوٹنا میرے لئے ناممکن ہے۔ ایک بستر سے دوسرے بستر پر تڑپتا ہوں حالانکہ تڑپنا بھی دشوار ہے بدذائقہ اور بدبودار دواؤں کا مزید نگلنا ناگوار ہے اور گلوگیر اور ناپسندیدہ غذاؤں سے معدہ کی آگ بجھانا دشوار۔ پانی جو پیتا ہوں آتش جاں سوز سے کم نہیں دیکھئے کیا نتیجہ ہو۔ جناب کے پاؤں کے انگوٹھے کے درد نے (جو خدا کرے دشمنوں کے سروں سے متعلق رہے) اور پامال (پریشان) کر دیا ہے خدام والا کے اخلاق سے امید ہے کہ اپنی صحت اور مرض کی کمی سے برابر مطلع فرماتے رہیں گے جو دوائیں میں نے بھیجی ہیں ان میں سے جو نفع دے اس سے مطلع فرمایا جائے جب تک آسمان کو مرکز خاک کی طرف میل ہے۔ آسماں پائگی آپ کے آستاں نشینوں کی جانب متوجہ رہے۔

(۷۴)

آپ کے عنایت نامہ نے میرے فخر کا گوشہ کلاہ آسمان تک پہونچایا اور آپ کے قلم عنایت رقم نے نیازمند کی پرسش حال کرکے بندہ نوازی فرمائی۔ حال یہ ہے کہ آج میں نے مسہل کی دوا کھائی مگر پانچ دفعہ سے زیادہ اجابت نہ ہوئی۔ درد گردہ پھر شدت پکڑ گیا۔ فائدہ کی امید تھی مگر حالت زیادہ خراب نظر آتی ہے۔ بخار اور دردسر میں کمی کی تو ایک طرف درد کا لوٹ آنا زیادہ جاں فرسا ہے۔ دیکھئے دوبارہ اس کا کیا اثر ہوا اور کیا نوبت آئے۔

مرزا جعفر بیگ کل خدمت عالی میں روانہ ہوں گے۔ کیونکہ فضل بیگ کے وعدے کی توثیق لایق اعتبار ہے۔ جناب کے فرمانے پر میں نے کوشش بلیغ کی ہے اور اس کو ایک مناسب حد تک پہونچاتا ہوں۔ مشارٌالیہ (مرزا جعفر بیگ) کو میں نے مکرر پیام بھیجا مگر وہ مجھ تک نہیں آئے۔ شاید بعد مغرب آئیں۔ تاکید کرکے بھیجوں گا اور وہ کل یا پرسوں تک خدمت عالی میں حاضر ہوں گے۔ اگر موصوف کی ہمت نے کام دیا تو کل ہی روانہ ہوکر خدمت میں پہونچیں۔ ورنہ دوسرے روز جب کہ گزرا ہوا زمانہ ان کی مشت استخواں کو وہاں تک پہونچائے گا۔ زیادہ حد ادب۔

اے راحت جان سلامت رہو
اور عافیت و حسرت کے ساتھ مراد دل پاؤ
بستر ضعف و ناتواں سے اٹھو
اور قیامت تک تمہارا شور خرام باقی رہے

عزیز دل بر - چشم و چراغ خواہر - تم پر میری جان قربان - تمہارے لئے دعا ہر وقت میری زبان پر ہے اے نور نظر لخت جگر -

بیت : اے قوت جان ناتواں
اے انبساط جاں

جب سے تمہاری ناسازئ مزاج کا حال سُنا ہے میرے کان کے پردے برگ گل کی طرح بکھر گئے - تمہارے تپ نے جگر کو کیا کیا - داغ نہ دیئے اور تمہاری حرارت غریبی نے سینے میں کیا کیا شعلے نہ بھڑکائے - جتنا کہ تمہارا جسم ورم سے بڑھا اتنا ہی میرا جسم زار غم سے گھٹا - اور جس قدر تمہارا قامت بلند بستر ناتوانی پر دراز ہوا اتنا ہی میرا قد سخت جانی کے بوجھ سے جھک گیا اگر تمہارے سر میں درد ہے تو میرے جگر میں - اگر تمہارا جسم حرارت کی ناسازی سے شعلہ خیز ہے تو میری - وہ جگر سوزی کے اثر سے کرۂ آتش ہے - داغ مفارقت کی خبر اور شوق دیدار کی آگ نے کیا نہ جلایا تھا آسمان نے اس آتش غم سے کیوں جلایا اور اشتیاق اور جدائی کی شعلہ خیزی کے بعد میں نے کیا محفلیں نہ سجائی تھیں - اس شعلہ سمندر سوز سے میرا سراپا کیوں جل گیا کاش میں جلد پہونچتی تاکہ علاج کی فکر کرتی لیکن خالی ہاتھ سے کیا حاصل اور شکستہ پاؤں سے کیا نفع - جوں ہی میں یہ حال سنتی تمہارے پاس پہونچتی - لیکن سیر گل فروشاں ( پھولوں کا میلہ ) جوش پر تھی اور سب لوگ جوش و خروش میں تھے میرے پاس آنسوؤں کی چاندی کے سوا کچھ نہ تھا - ہر کسی کے پاؤں پڑی مگر کسی نے دستگیری نہ کی ناداری کی شرم اور حسرت کے مارے میں زمین

(۷۶)

خاکسار جمعہ کی شام کو جناب سے رخصت ہوکر اس طرف روانہ ہوا اور شنبہ کی صبح کو غریب خانہ (جس سے مراد وطن ہے) پہونچا۔ درحقیقت جو عنایت کہ آپ فرماتے ہیں اس کے لحاظ سے گھر روضۂ جنت اور باغ خلد بھی ہو تو بھی میں اس کو بیابان سمجھتا ہوں ابھی لطف خاص میرے حال پر روز افزوں رہے کہ میں اس کا مستحق ہوں۔ کل میرا قصد تھا کہ پیشانی کی فصد لی جائے لیکن مادہ کے امتلا کی وجہ سے کوئی حرکت محسوس نہ ہوئی۔ فصاد نے جواب دے دیا۔ مجبوراً آج آدھ سیر کے قریب خون جونکوں کے ذریعہ نکالا گیا۔ ابھی آرام نہیں اس کے باوجود آنکھ نامہ بر کی منتظر ہے اور کان قاصد کی آہٹ پر لگے ہوئے ہیں جب تک اعتدال عناصر میسر نہ ہوگا آرام نہ ملے گا اس سے بہتر دوا اپنی بیماری کے لئے میں نہیں جانتا۔

---

(۷۷)

رباعیات: لوگ کہتے ہیں کہ تمہارا جسم لاغر ہو گیا
اور حرارت غریزی بخار میں مبدل ہو گئی
آسمان کی گردش سے تمہارا سر چکراتا ہے
تمہاری خاطر تم پر قربان۔

---

کوئی بیماری ظاہر نہیں۔ اطمینان رکھئے فلاں شخص ابلاغ سلام اور مضمون خط کی رنجش کا اظہار کر کے مدعا نگار ہے کہ لوٹی کے سوا (جس کو بھتیجی کی پیدائش کی تقریب کی وجہ سے نہیں بھیج سکا) باقی اشیائے مطلوبہ پہونچیں گی عنقریب لوٹی بھی کسی معتبر آدمی کے ہاتھ روانہ کروں گا۔

بہنیں سلام اور بندگی با اشتیاق تمام عرض کرتی ہیں اور تازہ نارنگیوں کے شکر میں رطب اللسان ہیں اور ترقی دولت کی خواہاں۔

---

(۷۹)

میری جان شیریں! تمہاری شیریں شمائل پر قربان۔ ایک رطل تمباکو کی پتی نے جس کی تیزی شکر لبوں کے مزاج کی تیزی سے مشابہ تھی۔ اس تلخ کام و عیال کو (مجھے) شیریں کام کیا۔ خدا کرے تمہیں کبھی تلخ کامی نصیب نہ ہو۔ اور ترش رو لوگوں کا سا انجام نہ دیکھنا پڑے۔ تمہاری جدائی کے رنج سے میرا قد برگ کاہ بن گیا۔ اور فرقت کے غم سے روح میں خلش بڑھ گئی ہر گھڑی دیدار کا آرزومند اور کامیابی کا دعا گو ہوں۔

---

میں گڑھ گئی۔

مصرع : بے زری نے میرے ساتھ وہی سلوک کیا جو زر نے قارون کے ساتھ کیا تھا۔ (صائب)

اب ارادہ اس قدر مضبوط ہے کہ جلاّدِ فلک کے گرز سے بھی نہیں ٹوٹ سکتا اگر عمر دو روزنے وفا کی تو اس سے پہلے میں وعدہ وفا کروں گی۔ کیا مبارک دن ہوگا کہ میں تمہاری بالیں پر آؤں اور علاج کی سعی کروں۔ آنکھیں تمہارے دیدار سے روشن کروں اور اہلِ اصفہان کے ہاتھ سرمہ بھیجوں۔ آہ! کہاں میں اور کہاں علاج، جو اپنا علاج نہ کر سکے وہ دوسرے کا معالجہ کیا کرے میں خود اسی غم میں بیمار اور زار و نزار ہوں اگر تمہاری طبع ناتواں اور مزاج نازک کی زحمت کا خیال نہ ہوتا تو دوات و قلم کو زحمت دیتی اور اپنے اظہار خیال کی خاطر کچھ نالے کرتی۔ اب کہ طولِ کلام ہوا ختم مدعا لازم آیا جب تک بیماریوں کے علاج کا دستور ہے تمہاری طبیعت قرین صحت رہے۔

---

(۷۸)

پشت و پناہ اقبال و سعادت۔ چرخ کج رو کی گردش سے آقائے نامدار سے اختلاف ہونا معلوم ہوا۔ پیچ و تاب کیا بیان کروں خدا کرے زمانہ دوستوں کے حسب دل خواہ ہو۔ آج اچانک فلاں کو غش آگیا اور حالت دگرگوں ہو گئی۔ ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہونے کا کیا ذکر کروں آنکھوں کی حرکت نبض کی دھڑکن بے تابانہ تھی اس حالت میں دوبار اجابت ہوئی اور صحت لوٹ آئی۔ حکیم مطلق کا شکر ہے کہ انجام اچھا ہوا اب ضعف و ناتوانی کے سوا

برادر ستودہ خصال سلامت! خط کی دو تین سطروں نے جان ناتواں کے لئے تعویذ کا کام دیا۔ صحت مزاج معلوم کر کے خدا کا شکر بجالایا۔ ایک حاسد بے ہنر نوازکی آپ نے شکایت کی میں دعا کرتا ہوں۔ اگر صحت جاودانی کی خوش خبری نہ ہوتی تو ہجوم غم سے بڑی مشکل پڑتی۔ مدت قلیل وعدہ بھی گراں معلوم ہوا۔ اس سرگرانی پر سر تسلیم خم کرنا اور اس آزردگی پر سر نہ اٹھانا آپ ہی کا حوصلہ ہے ورنہ نازک طبع بدمزاجی کا بار نہیں اٹھا سکتے اور صاف دل منافقت کا غبار نہیں دیکھ سکتے۔ خدایا ہمارے حق میں عیش دوام کی فال نکلے اور عشرت ابدی کا قرعہ ہمارے نام پڑے۔ جو مراد ہم چاہیں اس میں کامیاب اور تمنائے دل کے پورے ہونے پر شادکام ہوں۔ رزاق مطلق مرادکو پہنچائے اور تلافی کے ذوق سے شیریں کام فرمائے۔

---

(۸۱۳)

صاحب مہربان سلامت! مہربانی نامہ سے آسمان کی نامہربانی اور قسمت کی جفاکاری مفصل معلوم ہوئی۔ سورج کا گہن اور چاند کی کاہیدگی کچھ آج کی نہیں ہے۔ نیک اختروں کا برا ہوکہ وسوسۂ شیطانی نے عقل کو جہل مرکب سے زیادہ نادان جانتے ہیں اور فاسد بخارات کی ظلمت میں نور اوّلین کو شمع شبستانِ ہدایت نہیں سمجھتے۔ ایسا ناقدر جو حکمت فلاطون کو دیوانوں کی بڑ کے برابر سمجھے اور نکات بطلیموس اور مجذوبوں کے اقوال کو یکساں جانے بہرحال اگرچہ یہ کام دشوار ہے تاہم چندروز گذارنا چاہئیں اور صبر اور ہمت سے کام لینا چاہئے کیونکہ یہ تلخ کامی چرخ کی بدخوئی کا نتیجہ ہے۔ جو کچھ میرے

(۸۰)

لختِ جگر سلامت! دعائے دلی مکتوب میں نہیں سماتی کیونکر لکھی جائے اور شوقِ دیدار میزانِ عقل میں نہیں تل سکتا، خم دوات سے کیوں کر کام چلے۔ زبان ہر گھڑی نالہ زن اور امیدوار تاثیر ہے اور آنکھ ہر لحظہ دیدار طلب اور جلوہ خواہ ہے۔ خدا کرے دونوں اپنی مراد کو پہونچیں۔ اگرچہ یقین ہے کہ میرا حال تمہارے آئینہ ضمیر میں منعکس ہوگا لیکن کمال اضطرار میں اعتبار دلانے کے لئے قسم کھاتا ہوں اور غمگین دل کو سادہ دلی سے بہلاتا ہوں بچھڑوں کو ملانے والے کی قسم کہ جب تک جدائی کا زخم نہ بھرے گا واحسرتا کہ فریاد نمک پاشی کا کام کرتی رہے گی۔ اور جب تک جدائی کو اختلاط کا مرہم کافور میسر نہ آئے گا آزارِ فراق سینہ خراش رہے گا۔ ارادہ ہے کہ ان علائق کے باوجود کچھ دنوں کو سب تعلق قطع کروں اور آنکھوں کو اس قرۃ العین (تم) کے دیدار سے روشنی بخشوں۔ اس وقت دل پر ہاتھ رکھنے اور صبر سے کام لینے کے سوا چارہ نہ تھا اگر تم واماندوں کو دیکھتے تو میری سخت دلی کو جائز خیال کرتے گرامی خواہر اور چھوٹی لڑکی کو میں نے اس حالت میں پایا کہ اپنے آپے میں نہ رہا۔

---

(۸۱)

(ایک خط کے جواب میں جس کا مضمون نا قدر آقا کی بے اعتنائی سے ترک صحبت کر کے خلوت اختیار کرنا تھا)

طالب ہے اور گذشتہ صحبتوں کی یاد میں بھائی کہتی ہے۔

---

(۸۴)

برادر خجستہ اطوار سلامت! تین دن ہوئے کہ اپنی رائے سے منضج کی دوا پی رہا تھا ابھی کوئی فائدہ نہیں ہوا بلکہ کل جو بخار آیا تکلیف حد سے زیادہ ہوگئی اور تا دم تحریر ٹھنڈی آہوں کے جوش کے ساتھ اس کے (تپ) شعلے بھڑک رہے ہیں نسخہ کی نقل (کذا) . . . . جبین لطف کی گرہ (رنجش) دُور کرنے کا سبب ہوگی اس کو ملاحظہ فرما کر نظر کرم فرمائی جائے کیونکہ خط کو پہونچے دو تین روز گزر گئے، اس لئے فکر غالب ہے۔ مناسب نہیں کہ دور ماندوں کے حال سے تغافل روا رکھیں۔ والسلام

فلاں بعد سلام اور اطلاع صحت مزاج، نمک سلیمانی کے بھیجنے کے لئے کسی معتبر آدمی کا انتظار کر رہے ہیں اور متوقع ہیں کہ جلد روانہ کریں نیز مرزا کی زبانی تفصیل حال سے اصل مطلب تک پہونچے اور زمانہ کے گرم و سرد نے یاس و امید کے عالم میں ہونے کے بارے میں تحریر کرتے ہیں۔

---

(۸۵)

مومن کی مستعدی جو ابلیس کے کفر سے بھی زیادہ واضح ہے یہ کیوں کہ

دل پر گزرتی ہے نئے قلم اس کی بیان سے قاصر ہے خدا انجام بخیر کرے اور ستارہ بخت راستی پر لائے۔ انتہائے مبالغہ اور اصرار کے ساتھ فلاں عرض کرتا ہے کہ میرا رنج خاطر احاطہ تحریر سے باہر ہے لیکن اگر تفصیل پر آؤں تو لوگ یقین نہ کریں گے اور سب جھوٹا ٹھہرائیں گے اور محبت ویک دلی کے لغو دعوے کریں گے۔ آخر میں نے خدائے دانا کے اسرار کے سپرد کیا اور نہ اپنے خیال میں بلکہ حقیقتاً برابر والوں سے گھر کے سبقت لے گیا۔ ہر روز جداگانہ خط اس لئے نہیں لکھتا کہ آپ کی عدیم الفرصتی سے آگاہ ہوں۔ اگر جواب سے مسرت نہ ہوں گا تو غیرت وحمیت کو ٹھیس پہونچے گی کہ آخر انسان ہوں۔

---

(۹۳)

فرزند اقبال مند! عرصہ ہوا کہ تمہاری تحریر روشنی بخش چشم انتظار نہیں ہوتی۔ شاید میری دلی تشویش پر تمہاری نظر نہیں ہے۔ تم نے سنا ہوگا کہ جب تک بوئے پیرہن یوسف حضرت یعقوب کے مشام تک نہ پہونچی ان کی چشم کور روشن نہ ہوئی۔ جب پیغمبرانہ صبر واستقلال کے باوجود یہ حال ہو تو مجھ بے قرار کی بے تابی ظاہر ہے۔ خدا کے لئے جلد صحت مزاج کا حال لکھ کر تسکین دو اور نسخہ اعجاز مسیحائی جس سے مراد تمہاری دستخطی تحریر ہے بھیجو تاکہ میرے دل کو فرحت ہو اور نیز تمہارے ضعیف باپ کی روح کو بھی قوت ہو کہ دو روز سے انھوں نے فکر کے مارے کچھ نہیں کھایا۔ شاید خط لکھنے کا ارادہ تمہارے دل میں گزرا ہوگا کہ طبیعت نے چارہ گری کی اور آج انھوں نے معدہ کی فریاد رسی کی خاطر ایک آدھ لقمہ کھایا۔ فلاں بھی عرض سلام کی برکت سے اپنی سلامتی کی

(۸۶)

سعادت آثار۔ تم نے فلاں کے تغافل اور بے نیازی کی شکایت کے دفتر کے دفتر جو لکھ ڈالے سب درست ہیں اور اس لحاظ سے کہ وہ بدھ کی صبح کو اس طرف روانہ ہوئے ہیں اور جمعرات کو پہونچے ہوں گے، نادرست اور بے جا ہیں۔ مضمون کو قلم بند کرنے کی ضرورت وہاں ہوتی ہے جہاں تقریر کا محل نہ ہو۔ تم نے اپنے مزاج کی صحت مفصل نہیں لکھی، شاید یہ سمجھا ہوگا کہ میں مطمئن اور خاطر جمع ہوں یہ کیسی سمجھ ہے۔ للّٰہ مجھے اپنی طرح نہ سمجھو اور حال لکھو تاکہ دل کو تسکین اور روح کو راحت ہو۔ والدعا

---

(۸۷)

امہات اربعہ[1] کے فرزند اکبر! خدا تمہارا سر آبائے علوی[2] کی بلندیوں تک پہونچائے۔ آقا کی علالت کی شدت اور نیز اس کی کمی خط مرقومہ بنام فلاں سے معلوم ہوئی اور امر اول (علالت) باعث ملال اور امر ثانی (علالت کی کمی) موجب انبساط ہوا۔ حق تعالےٰ مضطرب بیکسوں پر نظر رحمت فرمائے اور کشمکش رنج وغم سے رہائی بخشے۔ آپ کی تدابیر کو اعجاز عیسوی کی تائید عطا کرے۔ ہم

---

[1] امہات اربعہ: چار مائیں یعنی عناصر اربعہ

[2] آبائے علوی: سات آسمان۔

روا رکھ سکتی ہے کہ دست وبازو کی زحمت سے بے تعلقی برتنے اور فرماں برداری سے کنارہ کشی کرے۔ دراصل یہ عذر جو اس کے قلم کی تحریر سے نمایاں ہے۔ ظاہر ہے کہ بے سبب نہیں ہے۔ چند روز اور اس کو اس کے حال پہ چھوڑ دیا جائے آخر ایک زمانہ تک نفع اٹھانا ہوگا۔ اس وقت جیسا باہم مناسب ہوگا آپ کے اشارۂ ابرو پر عمل کیا جائے گا آپ نے تحریر کیا ہے کہ دیباچہ کا مسودہ جو بیشتر آپ کے حکم سے میں نے قلم برداشتہ لکھا تھا اور مکاتیب کی بیاض میں درج ہوا تھا آخر اس کے کیا معنی ہیں۔ اس کے مضامین اس لائق نہیں ہیں کہ نواب کی ذات مبارک کے سوا کسی دوسرے سے منسوب کئے جائیں۔ اس سے قطع نظر میں اپنے مرتبے سے سو درجے نیچے اترا ہوں تاکہ کوئی ان کو میرا نتیجۂ فکر نہ سمجھے یہ زیادتی ہے اتنے عرصے اس معاملہ میں توقف سے کام لیا گیا میں اب بھی امیدوار ہوں کہ کچھ عرصہ تک میرے حال پہ نظر عنایت رہے اور محفل عالی میں پہونچنے تک اس تکلیف سے معاف رکھا جائے اور یہ دو تین سطور جن سے رازِ نہانی کا سراغ ملتا ہے اس میں درج نہ کی جائیں ابھی میں زندہ ہوں اور بہت کچھ لکھوں گا خدا گواہ ہے اور اسی کی گواہی کافی ہے کہ امسال بھی بہت سے مکاتیب سپردِ قلم کئے گئے لیکن چونکہ ان کے مضامین نازک روزمرہ عوام میں بیان کئے گئے اس لئے ان کی نقل کی میں نے پرواہ نہ کی اگر مجھے یقین ہوتا کہ آپ گدھے گھوڑے کے ساتھ یکساں سلوک کریں گے تو سو جزو سے زیادہ بھیج دیتا میں اپنی عدم الفرصتی کا حال ایک عریضہ میں جو اس سے پہلے خدمت عالی میں ارسال کیا ہے مفصل تحریر کر چکا ہوں۔ والسلام

میر محمد تقی نے وعدہ کیا تھا کہ میں کتاب اور اجزا لادوں گا۔ جو نیاز نامہ انھوں نے دیا تھا وہ شاید آپ کی نظر سے گزرے گا۔ بہن نوری کا خط بھی جو گنہ گاروں کے نامۂ اعمال کی طرح سراپا سیاہ ہے۔ فلاں کے ہاتھ پہونچا دینا چاہیئے۔

والسلام

---

(۸۹)

راحت جانِ مادر! خدا کرے تم کامیاب رہو۔ نواب والاشان کی صحت مزاج نے جو تمہارے خط سے معلوم ہوئی سجدہ ریز پیشانی کو فخر سے سطح زمین سقف فلک تک پہونچا دیا۔ الٰہی سجدۂ شکر میں ایسی مصروفیت رہے کہ قیام اور رکوع کی بھی فرصت نہ ملے اور حسب وعدۂ قرآنی "لئِن شکرتم لازیدنکم"[1] مجھے پوری امید ہے کہ ایسا ضرور ہوگا زیادہ کیا لکھوں کہ سجدۂ شکر ترک کرنے کو دل آمادہ نہیں اس لئے مجبور ہوں۔

---

[1] اگر تم شکر کروگے تو تمہیں میں زیادہ دوں گا۔ قرآن

نے کیا کیا دعائیں نہ مانگیں لیکن تدبیر کی نارسائی کا کیا علاج۔ ہاتھ کی طرف سے کوئی کوتاہی اور زبان کی جانب سے کوئی کوتاہی نہیں ہوئی۔ فلاں کو بخار آیا تیرہویں چودھویں روز شدت رہی اب ایسا نہیں ہے۔ اگرچہ بخار ہے وہی دوا جو آپ نے تجویز کی تھی استعمال کرتے ہیں لیکن مسہل اور ملین دواؤں سے مواد کے اخراج ابھی علاج میں شامل نہیں۔ کیوں کہ اس طرف حد سے زیادہ توجہ کی جا رہی ہے جب طبیعت کا مرکز اعتدال سے منحرف ہونا سننے میں آتا ہے تو ظاہر ہے کہ مواد کا ہیجان واقع ہوتا ہے۔ جمادی الآخر کے آغاز میں آپ کی تجویز کے بموجب آنتوں اور معدہ کو صاف کرنے کا انتظام کروں گا۔

والدعاء

---

(۸۸)

جناب من! اس خط سے جو مرزا کا تحریر کردہ تھا معلوم ہوا کہ تین دن ہو گئے ہیں کہ آپ نے رات کا کھانا ترک کر دیا ہے محض ایک وقت چند لقمے کھا لیتے ہیں اس خبر سے نہیں کہہ سکتا کہ کتنا غم ہوا۔ خدانخواستہ معدہ کی کیفیت اچانک اس قدر مرکز اعتدال سے منحرف ہو گئی کہ ایک وقت کی غذا چھوٹ گئی۔ امید ہے کہ اپنی کیفیتِ مزاج اور آقائے نامدار سے گفتگو اور چالاک حریف کا برتاؤ مفصل لکھیں۔ تاکہ خاطر جمع ہوں۔ آپ کو یاد ہوگا کہ مفصل حال لکھنے کے وعدہ پر تاکیدی قسمیں کھائی گئی تھیں چونکہ میں وقت کی تنگی سے واقف ہوں۔ بدعہدی کی شکایت میں زبان نہیں کھولی۔ بارے ایک دفعہ مفصل تحریر کرنا چاہیئے تاکہ اضطراب دل قرار پائے۔

(۹۱)

مہربان من سلامت! جملہ امور مرقومہ کا جواب ارسال کرتا ہوں۔ فلاں کی حالت کے بارے میں کسی نے استفسار نہیں کیا اور حقہ اور نارنج نکان کی وجہ سے یاد نہیں رہیں اس لئے نہیں بھیجی گئیں۔ قلم دان بھی اپنے اور نیز آپ سے اسباب میں نہیں ملا جو روانہ کرتا۔ شاید وہیں ہو۔ امید ہے کہ آپ نواب صاحب کے مزاج کا حال اور اپنا حال تحریر کریں گے۔ تاکہ فکر رفع ہو۔

والسلام

---

(۹۲)

جان خواہر سلامت! آپ کے دل نازک کی تکلیف اور خاطر لطیف کی کاوش نہایت پریشانی کا باعث ہے خدا کرے انجام بخیر ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اب تک میں نے اپنے حال کے اظہار کے لئے لب نہیں کھولے۔ اب علاج نہ ہونے کی وجہ سے تدبیر سوچتی ہوں۔ دوسری جمادی الاولیٰ کو شام کے وقت مجھے درد سر کی تکلیف ہوئی اور حرارت نے بدن میں آگ لگادی دو تین روز تو میں نے فکر نہ کی اس کے بعد میں نے جناب والد ماجد سے شکایت کی موصوف نے نبض دیکھنے اور تپ بلغمی تشخیص کرنے کے بعد مادّہ پکانے کا ارادہ کیا۔ حالت یہ ہے کہ قدرے حرارت ہر وقت رہتی ہے اور آخر دن میں زیادہ ہوجاتی ہے۔ سات دن سے دوا استعمال

(۹۰)

نورِ چشم راحت جاں ! دن رات تمہاری یاد رہتی ہے اور صبح شام تمہارا خیال۔ کیوں کہ جس روز سے کہ بارش اہل زمین کے حال پر روئی اور دیواروں کے کاروبار میں رخنے ڈال دیئے۔ مجھے ڈر ہے کہ دیوار و در کے رخنوں کی آنکھوں سے زہر آب ٹپکنے کے باعث وہاں بھی آرام و آسائش کی بنیاد متزلزل ہو گئی ہو گی۔ یہاں تو ہر گھر کی چھت زنبور کا آشیانہ اور ہر دیوار کا سوراخ "وفار التنور"[1] کا مصداق بن گیا ہے۔ سائبان جو آندھی کی وجہ سے بے کار ہو گیا تھا۔ اب تک اس میں خرابی باقی ہے اور سقف و بام بادلوں کے امنڈ کر آنے کی وجہ سے زیادہ برستے ہیں یہاں تک غرب رویہ دالان بھی سجدہ کرنے کو آمادہ ہے۔ باوجودیکہ خیر الدین نے دھوکے سے کام لیا ابھی تک آب زہر کا وہ (دھوکہ) کا معاملہ ہے جو کاہ گل (بھُس اور مٹی) اس نے فراہم کی تھی وہ عاشقوں کے آب و خاک کی طرح آنسوؤں کے قطروں کی شدت سے منتشر ہو گئی مجبوراً گھر کا اسباب کوٹھری میں رکھ دیا گیا اور دعائے "بسم اللہ مجریہا"[2] وردِ زبان کی گئی۔

---

۱؎ تنور جوش میں آیا۔ قرآن۔ اس میں طوفان نوحؑ کی طرف اشارہ ہے

۲؎ اس کشتی کا چلنا اور رکنا خدا کے نام کی برکت سے ہو۔ قرآن

سواری اور مرزا اس طرف روانہ ہوں گے، پہونچا ہی سمجھو۔ تمہاری تشویش سے دل کو فکر ہے خدا کرے انجام بخیر ہو۔

---

(۹۵)

اقبال توامان! کل دن کے آخر اوقات میں نور چشم فلاں عنایت الٰہی کی رہنمائی کے ساتھ بآرام تمام پہونچا۔ دل اور آنکھوں کو ٹھنڈک پہونچائی بادلوں کے ہجوم اور بارش کے ترشح نے بہادر گڈھ تک ساتھ دیا۔ بہر حال مطمئن رہو۔ کل قلی اور پرسوں مرزا اس سمت روانہ ہوں گے اور شنبہ کی شام تک مشرف ملاقات حاصل کریں گے۔

والدعا

---

(۹۶)

صاحب فطرت سلیم! کل کے مضمون سے زیادہ آں عزیز کی تحریر کا اشتیاق ہے۔ کیوں کہ چشم دل نواب صاحب کی نوید صحت سے قاصد کی منتظر تھی لیکن بہن کی حرارت کی زیادتی کی اطلاع آئی اشتہا کی کمی مواد کی کثرت کی دلیل ہے۔ اور ضعف و ناتوانی فساد مزاج کی گواہ۔ تازہ رنج دہ خبر یہ ہے کہ دار القضا سے بھولانا تھ مدعی کے حسب مرضی رقم پہونچنے کی اطلاع آئی ہے

کر رہی ہوں مگر کوئی فائدہ نہیں۔ آج جناب ممدوح (والد ماجد) نے فرمایا کہ نسخہ کی نقل آپ کو بھیجوں۔ بہر حال جب گھڑی بھر کی مہلت ملے توجہ کر کے جیسی رائے ہو اس سے مطلع کیجئے تا کہ میں اپنا علاج کروں۔

---

(۹۳)

سعادت آثار سلامت! کس زبان سے خدائے پاک کا شکر کروں۔ جس نے تمہاری صحت مزاج کی خبر دی۔ مرزا کل پہونچے۔ وہاں کے حالات جنون کے جوش اور مالیخولیا کی بکواس کے ساتھ سنائے۔ جس سے طبیعت رنجیدہ ہوئی۔ کیونکہ اگر فصل خریف ربیع تک نہ پہونچے تو بھی۔ (کذا)۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تو بھی شاخ گل کی طرح دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے ہوں کہ بار بہاری سے پہلے آفتاب کی طرح تم اپنے وطن آؤ اور چند روز باہم خوش وقتی سے بسر کرو۔

---

(۹۴)

عزیز اقبال مند! آج بھیجا ہوا اسباب خدا بخش نے پہونچایا اور اگرچہ اس نے بہت دوڑ دھوپ کی لیکن پھول والوں کے میلے کے ہجوم کے باعث دوگنی اجرت پر بھی سواری نہیں ملی۔ انشاء اللہ شنبہ کے روز

(۹۸)

راحت دل سلامت ! نواب صاحب کی صحت کا خط باعث راحت ہوا یہ خدا کا شکر ہے کہ بے بسوں کی دعا بے اثر نہ ہوئی۔ آپ کے حکم کے مطابق محفل عیش میں زرگل اور گھر پر اشاک شمع سے بھی کم روپیہ خرچ کرتا ہوں۔ بلکہ نیک نیتی سے عجب نہیں کہ یہ محفل برہم ہو جائے اور یہ ہو کر رہے گا ورنہ جس دن وہ محفل قرار پائی تھی اس سے تجاوز کیوں ہوا اور ابھی تک منعقد نہیں ہوتی۔ کل سے کم دو شنبہ اور روز ماہ سے عمل خوانی شروع ہو گی۔

---

(۹۹)

جان مادر سلامت ! تمہارا خط آیا مفصّل حال معلوم ہوا۔ بہت فکر ہو گئی میں نے اور تمہارے والد نے کیسی کیسی دعائیں نہ کیں۔ خدا نے چاہا تو اثر ہو گا۔ ہمّت نہ ہارنا چاہیئے اور دل کو تسلی دینا چاہیئے تمہارا خط تمہارے بھائی کے سوا کوئی نہیں پڑھتا اور اس سے اظہار کا امکان نہیں دیوانہ کسی سے نہیں ملتا ویسے کسی سے نہیں الجھتا۔ جب وہ اپنا حال نہیں کہہ سکتا تو دوسرے کا حال کیا کہے گا۔ والدعا،

---

کہ وہ دستاویز کے مطابق ایک ہزار چھ سو پینتیس (۱۶۳۵) روپیہ لے گا۔ میں نے حسب دستور عبارات (وصول پایا) مہر کے ساتھ درج کر دی اطلاعًا تحریر کیا جاتا ہے۔ جیسی تمہاری رائے ہو اس سے مطلع کرو تا کہ اس کے مطابق جواب وہی کروں۔

---

(۹۷)

راحت جان من! تمہارے آقا کی طبیعت پر حرارت غریبی کے غلبے اور قویٰ کے اضمحلال اور ضعف کی زیادتی نے میری حرارت غریزی کو پگھلا دیا۔ اور آرزوؤں پر پانی پھیر دیا۔ دعا کی بے اثری کے درد کا کیا علاج ہے۔ بیدردی سے سینکڑوں نالے حضرت عیسیٰؑ کے کان تک پہونچا چکا ہوں۔ مگر قسمت کی نارسائی کی کیا تدبیر۔ خاموشی کا شہد "شفاء النّاس"[1] کی تصدیق کے باوجود پسند نہیں اور گفتگو کا شربت تلخ کامی بڑھنے کا سبب ہے۔

فرد: فریاد کے شور نے تاثیر کی رونق کھو دی
کہ تم گالیاں دیتے ہو اور میں دعا نہیں کرتا۔

---

---

[1] قرآن حکیم میں شہد کے بارے میں آیا ہے کہ یہ لوگوں کے لئے شفا ہے۔

محرومی اس بات کی روادار نہ تھی کہ صرف دوستی لکھا جائے۔

---

(۱۰۲)

فرزند سعادت مند سلامت! خط مشعر بر صحت مزاج (کہ روز افزوں ہو) آیا اور باعث مسرت ہوا۔ ہم نے اللہ کے حضور میں سجدہ اور دعا کی کامیابی پر سجدۂ شکر کیا۔ آرزوئے دیدار کا تقاضا ہے کہ ابھی آقائے نامدار کی کامل صحت اور حاضر باشی دربار سے تمہاری رخصت وقوع میں آئے۔ ہم نے کیا کیا دعائیں آسمان تک پہونچائیں اور کیا کیا عمل اس امید میں نہ کئے۔

والدعا۔

---

(۱۰۳)

سعادت آثار۔ فرزند کے پہونچنے سے مایوسی نے امیدیں قطع کردیں۔ میں نے رنج برداشت کیا۔ اور سکون کے سوا کوئی چارہ نظر نہ آیا۔ ہر چند کہ جدائی کا زمانہ دراز ہے۔ تاہم گزار رہا ہوں۔ اور اگر زندگی اختتام کو نہیں پہونچی تو وصال کے زمانے کو پہونچا سمجھتا ہوں۔ تمہاری جدائی بھی جاں گداز ہے۔ ہر گھڑی دل بے قرار کو کسی نہ کسی خیال سے دھوکہ دیتا ہوں اور پھر بھی صبر نہیں آتا۔ والدعا۔

---

(۱۰۰)

صاحب من! نواب صاحب کی صحت کے نکتہ نے سویدائے دل کو روشن کیا۔ تم نے لکھا ہے کہ لاغری نے سطحِ مستوی اختیار کی۔ اور زکام کی ریزش نے اگرچہ طول نہ پکڑا تاہم شدید ہے۔ جوہرِ روح شمشیرِ بے دار کے جوہر کی طرح ہے۔ جونہی طبیعت اعتدال پر آئے تحریرِ حال سے دریغ نہ کرنا۔ کیوں کہ انتظار کی تکلیف جاں گداز ہے۔

میں کل فلاں کی شادی کی محفل سے گھر آیا اور ناقوس ابر کی دیکھا قلی کے کے یا کسی دوسرے معتبر آدمی کے روانہ ہونے پر مطلوبہ حلوائے قند و بھیجوں گا۔

والسلام

---

(۱۰۱)

لختِ دل، نورِ نظر سلامت! خط آیا۔ دل اور آنکھ کو روشنی بخشی۔ یہ معلوم ہوا کہ نواب صاحب کو زکام کے سوا صحت ہے۔ گویا دعا گویوں کے انفاس کو دمِ مسیح کی خاصیت نصیب ہوئی۔ توقع ہے کہ جلد بلغم کا اخراج پردۂ دماغ کو زاہدوں کے دامن کی طرح خشک کردے گا۔ خدا کی رحمت کا امیدوار رہنا چاہیئے۔ والدعا

خانِ ذی شان کو وحدتِ مضمون کی وجہ سے علاحدہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ فلاں ترکِ واجب کے وہم کے خوف سے (جو طریقت وحدت و یک دلی میں کفر ہے) سلام عرض کرتے ہیں ورنہ سابق خطوط کے جواب سے

(۱۰۶)

جانِ مادر سلمہ! دو تین دن ہوئے جب سے تمہارے خط کے الفاظ چشمِ انتظار کے لئے روشنی بخش نہ ہوئے۔ حلقۂ چشم اور حلقہ در قاصد کے اشتیاق میں ایک ہیں۔ تغافل مناسب نہیں کیونکہ اس زمانہ میں نواب صاحب کی صحت مرکزِ اعتدال سے ہٹ گئی ہے۔ والدعا۔

---

(۱۰۷)

نورِ چشم! تمہارے دستخطی دو خط آئے جنہوں نے میرے دیدۂ منتظر کو رشکِ چرخِ اطلس[1] بنا دیا۔ نواب صاحب کی صحت پر سجدۂ شکر بجالایا۔ تاہم تمہاری تشویش سے دل رنجیدہ ہے۔ رزاقِ مطلق وہ ہے۔ یا رب ہمیں اطمینانِ خاطر عطا کر۔ والدعا۔

---

[1] اطلس، سادہ۔ چرخ نہم کو اطلس اس لئے کہتے ہیں کہ وہ ستاروں سے خالی ہے یہاں مراد یہ ہے کہ میری آنکھیں آنسوؤں سے پاک ہونے کی بنا پر چرخِ اطلس کے لئے باعثِ رشک بن گئی ہیں۔

(۱۰۴)

قرۃ العین سعادت مند! دعاؤں کی تاثیر نے جو ہر روز سو بار درِ اجابت تک پہونچتی تھی میری شفقت یاد دلائی ہوگی اپنا حال کیا لکھوں۔ خان صاحب کی خرابی صحت سے میری جان لبوں پر آگئی ہے۔ کبھی قبض تکلیف دیتا ہو اور کبھی دست کی شکایت ستاتی ہے۔ ضعف پیری زور پر ہے۔ مجبوری کے خیال سے تمہیں مطلع کرنا مناسب نہ معلوم ہوا۔ بے وجہ دل دکھانے سے کیا فائدہ۔ لکھنے والوں کی کم یابی روزانہ تحریر سے مانع ہے مرزا گواہ ہیں اور محبت وعداوت کی بے تعلقی کی وجہ سے ان کی گواہی مقبول ہے قصہ مختصر

مصرع: میرے دل میں ہر گھڑی تمہاری ہی یاد ہے

والدعا۔

---

(۱۰۵)

لختِ جگر! خوش رہو۔ دو تین خط ملاحظہ میں آئے اور دیدۂ اشک بار کے لئے سُرمہ بنے۔ تمہارے باپ کی طبیعت ایک حد تک قرینِ اعتدال ہی خزانچی نے تین روپے ماہ شوال میں اور آٹھ روپے اس مہینے میں لئے۔ حساب دیکھ کر مطلع کرو تاکہ جو کچھ اس مہینہ کا مطالبہ ہو طلب کیا جائے۔ کرایہ دار سے تاکید کی گئی اس نے اقرار کیا کہ جب کبھی کوئی خریدار بہم پہونچے میں مانع نہیں۔ چنانچہ مرزا محمد جان کو دکھایا گیا اس کے بعد جو کچھ ظہور میں آے تحریر کیا جائے گا۔

---

(۱۱۰)

فرزند سعادت مند! تمہارا خط نظر سے گزرا۔ تم نے مکان کے کرایہ داروں کی نسبت جو لکھا ہے میں بھی یک دلی کی وجہ سے پیشتر یہی کر چکا ہوں۔ تمہاری علالت کی خبر سے کہ تم صرف ایک وقت کھانا کھاتے ہو دل کباب ہو گیا ہے۔ میں ہر وقت دعا کرتا ہوں کہ آقائے نام دار سے تمہارے تعلقات اچھے ہوں اور امید وار ہوں کہ دعا جلد قرینِ اجابت ہو گی۔ والدعاء

---

(۱۱۱)

فرزند نیک اختر! تم خدا کی پناہ میں رہو۔ تم نے آقائے نام دار کی صحت کی خبر مکرر کیوں نہیں لکھی تا کہ خوشی دوبالا ہوتی۔ فطری تغافل کو کام میں نہ لانا چاہیئے۔ تمہاری بڑی بہن کو بدستور بخار کی تکلیف ہے علاج تمہاری تدبیر پر موقوف ہے۔ والدعاء

فلاں بعد از سلام یہی مضمون یعنی اس جانب تعلق خاطر اور امید ترقیٔ مدارج لکھاتے ہیں۔

---

(۱۰۸)

صاحب من ! نواب صاحب کے علاج میں تمہاری فکر سے جو تشویش مجھے ہے اس کی بنا پر مجبوراً تحریر کے دردسر کا باعث ہوتا ہوں، ورنہ اس حالت میں قوت باصرہ اور قوت سامعہ کو زحمت دینا کون پسند کرے گا۔ بے حواسی اور بے خودی کا عذر مقبول ہے کیونکہ تمہارا حال یہی ہے۔ بلکہ تا ہنگام صحت ہر روزہ اجازت کا امیدوار ہوں۔ اگرچہ میں غیر (۷) کی اجازت کے بدون اس کی جرأت کروں گا۔ والدعا،

---

(۱۰۹)

ہمایوں فطرت ! جھبو خاں کے خط سے معلوم ہوا کہ تمہارے آقا اسہال اور بخار کی تکلیف میں گرفتار ہیں اور لحظہ بہ لحظہ علالت زیادتی پر ہے۔ اس خبر کاہش اثر کے سننے سے کان کے پردے پھٹ گئے۔ خدا کے لئے جو حال ہو مفصل لکھو تاکہ اطمینان دل حاصل ہو۔ زیادہ تکلیف دہ یہ امر ہے کہ بڑی لڑکی ہر روز نڈھال ہوتی جاتی ہے اور بخار کی آگ کے شعلے ترقی پر ہیں۔

والدعا،

---

(۱۱۴)

اقبال نشان! تمہارے قلم عداقت رقم سے نواب صاحب کی صحت معلوم ہوکر سجدۂ شکرادا کیا اور پیشانی کے نقش کو جلا دی۔ خدا کا شکر ہے کہ دعا میں تاثیر اور دوا میں اثر آیا۔ اب آں عزیز کے ترقیٔ مراتب کا انتظار ہے جس کے لئے راتوں کو نالے اور صبح کو گریہ کیا ہے۔ والدعا،

---

(۱۱۵)

گرامی برادر کریم النفس سلامت! ہنڈی حسب الحکم پہونچے گی۔ آج اس کے پہونچنے کا گیارہوں دن شمار سے ہوتا ہے اگر دو تین روز آپ کے دفتر میں رُکی رہے تو گنجائش ہے۔ والسلام

---

(۱۱۶)

فلک مرتبت مرزا زکریا بیگ جو آپ کے برادر خستہ جاں کی (میری) جان ہیں ہندو راؤ بہادر کی تحریک سے خاں والا شان حسن علی خاں کی ملاقات سے مستفید ہوں۔ آپ کی عنایت سے امید ہے کہ وہ آپ کے ذریعہ

(۱۱۲)

اقبال فطرت! میری زبان پر تمہارے لئے ہر گھڑی وہ دعائیں ہیں جن پر اثر فریفتہ اور اجابت شیفتہ ہے۔ کوئی وقت نہیں گزرتا کہ تمہارا خیال بے چین نہ رکھتا ہو اور کوئی گھڑی نہیں بیتتی کہ تمہاری سعادت مندی کی یاد دل کو خون نہ کرتی ہو۔ دیدۂ منتظر تمہارے دیدار فرحت اثر کا جویا ہے۔ زبان نالہ کش کہتی ہے۔

مصرع: آؤ آؤ کہ میری جان لبوں پر آئی

راقم بعد سلام مدعا نگار ہے کہ قاصد خط لایا۔ نواب صاحب کا ارشاد یک گونہ موجب تسلی ہوا۔ شاید ماہ منیر کے آخر تک وعدہ وفا ہو۔

---

(۱۱۳)

دانش منش! تمہاری تحریر سے آقائے نامدار کے علاج کے لئے عرق ریزی اور کوشش اور موصوف کی صحت کی دعا کی خواہش معلوم ہوئی۔ جس سے طبیعت کو قلق ہے۔ ہر وقت زبان پر دعا ہے اور اثر کی امید میں آنکھیں آسمان پر لگی ہیں۔ لیکن قبول دعا کا علاج میں نہیں جانتا اور تائید کے تدارک کے بارے میں حیران ہوں۔ والدعا۔

---

(۱۱۹)

اقبال نشاں ۔ چوں کہ والدین کی خدمت اور رضا جوئی سعادت و اقبال کی ترقی کا باعث ہے ۔ تمہارا ہر روز عریضہ نہ بھیجنا تمہارے شمائل حمیدہ، فضائل پسندیدہ سے بعید معلوم ہوتا ہے ۔ امید ہے کہ تم میری پریشانی روا نہ رکھو گے اور نامہ بر کی راہ بند نہ کرو گے ۔

---

(۱۲۰)

نورچشم راحت جاں سلمہ! تمہارے عریضہ اور اس کے مضمون جانگداز نے تمناؤں پر پانی پھیر دیا ۔ کہاں خوش بختی کا خیال اور کیسی نیک نامی کی شہرت ۔ اس مرحوم کی جواں موت ایسا غم ہے جو شرح کے قابل نہیں ۔ اس خانہ خراب موت نے سب کے طولِ امل کو مختصر کر دیا ۔

مصرع : آہ کتنی آرزوئیں تھیں جو خاک میں مل گئیں ۔

چونکہ صبر بھی اختیار کی چیز نہیں، میں نہیں جانتا کہ تعزیت میں کیا لکھوں اور اگر صبر نہ کیا جائے تو کیا کیا جائے ۔ اس حالت میں اگر حق تعالےٰ کی مدد سے رضا و تسلیم کا سرمایہ جو ولایت کا اعلیٰ مرتبہ ہے حاصل ہو تو گنج خسرو اور خزانہ قارون سے ہزار درجہ بہتر ہے اور ایسا ہی معلوم بھی ہوتا ہے اس صورت میں صبر و سکون کی دعا کے سوا اور کوئی بات تحریر کے لائق نہیں ۔ دوسرے لوگ جدا تعزیت نامہ لکھنا دل آزاری سمجھ کر وحدت مضمون پر اکتفا کرتے ہیں کہ اگر

خان ممدوح کی محفل میں بار پائیں تاکہ مہاراجہ کا پیغام ادا کریں اور اس میں دیر نہ لگے چونکہ ان کی دم بھر کی دوری بھی مجھ خستہ جاں کو ناگوار ہے۔

والسلام

---

(۱۱۷)

نور چشم من! تعلق خاطر اور خواہش دیدار حد سے گزر گئی۔ جان مضطرب بے قرار ہے اگر اجازت پاؤں ایک دو روز کے لئے وہاں پہونچوں۔ بشرطیکہ ایک گھڑی دیدار فرخندہ آثار نصیب ہو ورنہ بے کار جنبش سے کیا فائدہ۔ یہیں دل کو تسلی دی جا سکتی ہے۔

---

(۱۱۸)

نور چشم من! تمہارا خط والد ماجد کے نام مشعر بہ طلب دعا و اطلاع صحت مبارک نواب صاحب پہونچا۔ جان کو سرور آنکھوں کو نور بخشا۔ الہٰی ہر مراد حسب دل خواہ پوری ہو۔ شوق دیدار حد سے زیادہ ہے۔ پہلے میں اپنا مافی الضمیر مفصل طور پر تحریر کر چکا ہوں اور جواب کا منتظر ہوں۔ والدعا

---

اگرچہ امید محرومی کی حد تک پہونچ گئی تھی مگر جاں فشانیاں ضائع نہ گئیں۔ خوش و خرّم رہو۔ جلد سے جلد نصیب یاوری اور اقبال مددگاری کرے گا۔ صبر و سکون کے لئے رضا لازم ہے اور رضا کے لئے قبول خلق اور قبول خلق سعادت اور نیک نامی کا سرمایہ ہے جو باقی رہتی ہے اور کچھ نہیں رہتا۔ والدعا

---

(۱۲۳)

راحت فزائے جاں سلامت! . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . (کذا) محبت نامے نے دل کو مسرور اور سرور کو زندگی بخشی۔ الٰہی ہر مراد پوری ہو اور تمنّا بر آئے۔ کل غلام نقش بند خاں کے لڑکی پیدا ہوئی۔ پیر کے روز محفل منعقد ہوگی اور اس دن میں کل کی طرح جاؤں گا اور تمہاری بڑی بہن کو بھی لے جاؤں گا۔ فلاں شخص بھی ۲ دن سے وہاں گیا ہوا ہے۔ والدعا

---

(۱۲۴)

مشفق من! خدائے پاک کا شکر ہے کہ رنج جدائی کے سوا ہر طرح آرام ہے۔ اگرچہ یہ بات دنیا والوں کے (جو زر پرست ہیں) خلاف ہو تو ہوا اور افسوس یہ ہے کہ بظاہر جلد تلافی کی صورت نظر نہیں آتی۔ ہماری یگانگی دیکھو کہ اگرچہ جدائی کے ملال اور غم کی تفصیل بے گانگی فطرت منافقوں کی رسم ہوگئی ہے

تفصیل سے بھی کام لیا جائے یہ تعزیت نامہ ان مطالب کے طول کے لئے
جو دل میں جاگزیں ہیں وفا نہیں کر سکتا۔

والدعا والسلام والاکرام

---

(۱۲۱)

. . . . . . . . (کذا) بخیریت اور جلد پہونچنے کی خبر سے دل
کو راحت ہوئی خدا کرے اس سے جلد اس مقام پر جو دل خواہ ہے پہونچو۔
میرا وہم اس حد تک پہونچ گیا ہے کہ اسی کو بخت رسا سمجھتا ہوں اس حالت میں
ہر لحظہ اپنے احوال سے مطلع کرنا واجب ہے۔ والدعا

---

(۱۲۲)

آبائے دانش (عقول عشرہ[۱]) کے فرزند گرامی : تمہارے نامہ ارادت
رقم سے آقائے قدرداں کی عنایات معلوم ہوئیں۔ حق تعالےٰ کا شکر ہے کہ

---

[۱] یونانیوں کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالےٰ نے سب سے پہلے عقل اول کو پیدا کیا اور عقل
اوّل نے عقل ثانی اور فلک اوّل کو پیدا کیا اس طرح دس عقول اور نو افلاک جو ان کے نزدیک
مدبر عالم ہیں وجود میں آئے

(۱۲۶)

وہ سلام جو محفل والا کے لئے موزوں ہو اور وہ اشتیاق جو تہ دل سے جوش مارے قلم کی طاقت سے باہر ہے۔ مجبوراً ضروری مطالب لکھنا اور چشم و گوش نازک کو زحمت دیتا ہوں ورنہ شوق دیدار تمام مقاصد سے اہم ہے اگر دشوار نہ ہوتا تو پہلے اسی کے اظہار کے لئے زبان کھولتا ایک اپنے مہربان کی دعا کا شکریہ واجب ہے۔ کیا کیا جائے قلم کی شکل پڑ گئی اس (شکریہ) کا ادا کرنا بھی دشوار ہے۔ جو مضمون میرے خط میں تحریر تھا اس کے جواب پر اکتفا کی گئی۔ آپ نے لکھا ہے کہ عزیزہ کے فرزند کے نکاح کے سامان کے لئے جلدی کرنا چاہیئے۔ ہمارا مقصد بھی یہی تھا لیکن کیا کیا جائے کہ نواب صاحب کی بیگم کی طبیعت اس زمانے میں مرکز صحت سے ہٹ گئی۔ اور کمزوری اور کسل رونما ہوئی۔ زندگی کی امید نہیں ہے کیونکہ ان لوگوں کو آسیب اور جادو کا خیال تھا اس لئے تدارک کی امید میں اس شہر میں آئے ہیں۔ اس بہانے سے اقبال نشاں فلاں (کہ اس کام اور اُس کام کے سربراہ وہی ہیں) کے دیدار کی دولت میسر ہوئی اور ما فی الضمیر بیان کیا گیا۔ انھوں نے عذر کیا کہ "ایسی حالت میں مہلت مانگنا اور رخصت لینا نمک حرامی ہے یہ بھی برداشت کی جائے بشرطیکہ وہ اجازت پر آمادہ ہوں جب فرصت ملی تو پہونچوں گا۔ اور سامان دوں گا اور جب تک شور و غوغا برطرف نہیں ہوتا مجھے معذور و مجبور سمجھے۔ اور میری بدنامی روا نہ رکھئے"۔ اس بنا پر عرض کیا جاتا ہے کہ عجلت بیجا تقاضے کی گنجائش نہیں رکھتی اور یہ کوئی حیلہ پردازی اور سخن سازی نہیں بلکہ بالکل درست و راست ہے۔ کیونکہ آپ کی گراں باری ہمارے بار کی طرح نہیں ہے لہذا سبک دوشی کی تمنا زیادہ چاہیئے اس حالت میں اہتمام کی زیادتی ظاہر ہے

مگر اس کی پروا نہ کر کے ان امور کو میں نے تحریر کر دیا۔ ایسا کیوں نہ ہوتا میں جناب پر بدگمانی کی تہمت نہیں رکھتا۔ ہر چند آرزوئے ملاقات کا بر آنا دشوار ہے لیکن دعا کی تاثیر کی امید میں دعا لازم ہے۔ شاید کہ "من یجیب المضطر اذا دعاہ[1]" کا اعتقاد اثر پیدا کرے میں چاہتا تھا کہ زرِ مقررہ کی وصول یابی اور بقیہ روپے کی روانگی اور خرچ کے بعد قرض کی ادائگی کے بارے میں میں نے جو امور آپ کے خاطر نشاں کئے تھے ان کو یاد دلاؤں لیکن وفائے وعدہ پر بھی بھروسہ ہے اور آپ کے قوت حافظہ اور نیاز مند کے حال پر توجہ بھی معلوم۔ خلیفہ غلام نبی کی نیاز مندی دل نشیں ہے ان کو میر لطف احمد کی طرف سے بیس روپیہ دینا چاہئیں۔ والسلام

---

## (۱۲۵)

محبت پرور! جو سطور آپ نے سنگی خاں کے والانامے میں تحریر کی تھیں ان سے لذّت ملاقات تو کیا غم جدائی بڑھ گیا۔ اگر میں جوش دل اور اضطراب خاطر کے تقاضے سے قلم کو حرکت دوں تو اس کے لیئے ایک دفتر درکار ہو۔ "المومن مرأة المومن[2]" کا اشارہ کافی ہے۔ میں مضطرب دل کو صرف مدعا لکھنے کا دھوکہ دیتا ہوں خط (یا کتاب) جس کی تحریر کا کام تمہیں سپرد کیا تھا امید ہے کہ جلد تکمیل کو پہونچے۔ حضور غیبت کے فرق کا طعنہ نہیں سُنا جاسکتا بلکہ اتحاد کی شان یہ ہے کہ اس اہتمام سے ایک دوسری کتاب شکریہ میں لکھی جائے۔ والسلام

---

[1] وہ کون ہے جو مضطر کی فریاد کو پہونچے جب کہ وہ اس کو پکارے۔ قرآن
[2] ایک مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے۔

کہ مبادا حالت اس سے بھی بدتر ہو جائے
اس کے علاوہ یہ فکر کہ اہلِ غرض نے معاملہ کو آپ کی خدمت میں کسی اور طرح پیش کیا ہوگا، مجھے زیادہ کھائے جاتی ہے اگرچہ جناب کے اوصاف حمیدہ کی بنا پر دل کو اطمینان تھا کہ انصاف کو کام میں لاکر ان کو زجرو تنبیہہ کریں گے لیکن اس کے باوجود مناسب نہ معلوم ہوا کہ آپ کو اس واقعہ سے آگاہ نہ کروں۔ ایسا نہ ہو کہ خاطر مبارک پر گراں گزرے اور خاطر مبارک کی گرانی مجھے کسی طرح پسند نہیں۔ خاکسار جو سراپا شکر ہے متوقع ہے کہ آخر حیات تک اس سے کوئی ایسا کام نہ ہو کہ آپ کا دل صفا منزل مکدر ہو۔
زیادہ امید انصاف۔

---

(۱۲۸)

میں کس قدر آپ کی مہربانی اور قدردانی کے شکر میں محو ہوں کہ سلام و آداب بھول کر اظہار مطلب کرتا ہوں۔ عنایت نامہ جو گوناگوں دل داری اور دلجوئی سے لبریز تھا جاں فزائی کا باعث ہوا۔ میں یقین سے جانتا تھا کہ یہ ناشائستہ واقعہ جناب کی لاعلمی میں ظہور میں آیا ہوگا۔ اور یہ امر بھی دل نشین تھا کہ اہلِ غرض کی گزارش سے جناب کا دل مکدر نہ ہوگا۔ بایں ہمہ پاس داری اور مرتبہ شناسی نے اجازت نہ دی کہ آپ کو مطلع نہ کروں۔
الحمدللہ! کہ کام ایسے شفیق سے پڑا ہے جو سراپا عنایت ہے ورنہ بھائی صاحب کی سادہ دلی کو نبھانا مشکل تھا یارب آپ کا سایۂ عاطفت اسی طرح ہمشیرہ عزیزہ کے سر پر رہے اور وہ اپنی عمر عزیز آپ کی تربیت

اور جب ایسا ہے تو اگر آپ چند روز خامہ فرسائی کریں اور سب کی خیریت کی اطلاع (کہ دل خیر طلب اس کا مشتاق ہے) دیتے رہیں تو مہربانی سے بعید نہ ہوگا اور نیز اللہ تعالیٰ کے فضل کے امیدوار ہو کر بیگم صاحبہ معظمہ مکرمہ کی دعائے صحت کریں کہ انہی کی بیماری کام میں حارج ہے۔ زیادہ سلام

---

(۱۲۷)

آج جب کہ درد گردہ نے صبر و قرار غارت کر دیا تھا میں ایک کروٹ سے دوسری کروٹ لوٹتا تھا دیکھتا کیا ہوں کہ اچانک بھائی صاحب آئے اور میری تڑپ اور بے قراری دیکھتے اور افسوس کرتے رہے کیوں کہ اس وقت گمان نہ تھا کہ میں شام تک بچوں گا جب تک وہ بیٹھے رہے میں ان کی پیشانی پر شکن اور آنکھوں میں آنسو دیکھتا رہا اور خوش ہوتا رہا کہ میرے بھائی کو مجھ سے کمال محبت ہے۔ ہائے میری نادانی، ایک گھڑی نہیں گزری تھی کہ انھوں نے جانے کی اجازت چاہی اور اجازت دینے میں میرا تامل نہ سمجھ کر چلے گئے اس کے بعد سواری اور چپراسی اور ایک بڑھیا ہمشیرہ عزیز کے بھیجنے کے لئے روانہ کی اور تعجب یہ ہے کہ عذر کرنے پر ان کے آدمیوں نے اکڑ دکھائی اور زبان سے الفاظ ناشائستہ نکالے۔ کیا عرض کروں کہ بیماری اور تپ کی تکلیف میں اس واقعہ سے میرے دل پر کیا گزری اگرچہ میں جانتا ہوں کہ مشارٌالیہ سید ہے اور مسلوب الحواس ہیں ورنہ کیوں کر ممکن تھا کہ مجھ کو اس حال میں چھوڑ کر جانا روا رکھتے۔

فرد: ہر حالت میں شکر کرنا چاہیئے

(۱۳۰)

## خط منظوم

اے باد صبا کیا بے ہودہ دوڑی دوڑی پھرتی ہے
اور باغ کے حسن پر کیا ناز کرتی ہے
تو اپنے آپے سے باہر نہیں ہوتی یہ کیا بات ہے
آخر یہ باغ جنت تو نہیں
یہ باغ خزاں کی دراز دستی سے محفوظ نہیں ہے
اور یہ جوش بہار دائمی نہیں
مان لو کہ ایسا بھی ہے تو کیا ہوا
اور یہ فردوس بریں ہے تو بھی کیا نتیجہ
آخر یہ کسی محبوب کی گلی تو نہیں
اور اس کی طرب افزا آرام گاہ تو نہیں
تو نے کسی کی گلی کا طواف نہیں کیا
اور پھر باغ کے گرد فضول کیوں گھومتی ہے
ان گل و سمن کو آغوش میں نہ لے
اور باغ سے یک لخت قطع تعلق کر
دو روز کی خوشی
اور بہار بے نشاں کو چھوڑ کر
سرور و عیش کے باغ کی راہ سے
اور اپنے حال خراب پر نظر کر
ایک گھڑی کے لئے اپنے مآل پر غور کر

اور خدمت میں گزارے اور ہمیشہ آپ کی رضا جو رہے اور ایسا کام جو طبع عالی کو پسند نہ ہو نہ کرے۔ الطاف والا کی شکر گزاری اسی طرح روز افزوں رہے۔

---

(۱۲۹)

عزیز من! تمہارا خط ال کر باعث مسرت ہوا اور تمہاری سعادت مندی اس سے ظاہر ہوئی۔ وصل اور سایہ میں آرام کرنے کی تمنا دل میں جاگزیں ہے۔ اپنی بے جا حسرتوں کے ذکر سے قلم اور خط کو کیا زحمت دوں۔ جو کچھ گزری ہے تقدیر کی نارسائی کا اثر ہے میں سینکڑوں حسرتیں یقیناً قبر میں لے جاؤں گا میں جانتا ہوں کہ تم حد سے زیادہ میری رضا جوئی کے طالب ہو۔ لیکن قسمت کی پستی کا کیا علاج۔ میں اپنی بے نوائی پر افسوس کرتا ہوں اور کیوں نہ کروں کہ بے زری اظہار محبت میں مانع ہے اور میں نے بعض خوش نصیبوں کے حق میں جو دعا کی اس کی تاثیر میری خوش بختی کی دلیل نہیں ہے لہذا اس گفتگو سے قلم کو روکنا ہی معلوم ہوتا ہے۔ والدعا۔

---

اس وقت میری بے تابی کا دھیان رکھنا
اور میرا پیغام محبت ان تک پہونچا دینا
خدمت عالی میں
یعنی برادر گرامی کے حضور میں عرض کرنا
کہ اے بزم اقبال کے صدر نشین
آپ کی قسمت آپ کی دولت کی طرح جواں سال رہے
مدت ہوئی کہ آپ نے مجھے یاد نہیں فرمایا
اور کوئی کام میرے حسب دل خواہ نہیں کیا
کبھی سلام شوق نہ کہلوایا
اور نہ کوئی پیغام بھجوایا
آپ کے قلم نے کوئی تحریر نہیں لکھی اور
آپ کے ہاتھ نے اپنے کو زحمت نہ دی
میں یہ پوچھتا ہوں کہ خاموشی کس لئے ہے
اور مجھ جیسے شخص کو بھول جانے کی کیا وجہ ہے
وہ یہ ہے [illegible] کیا ہوئی
کہ آپ اپنا [illegible] محبت چھوڑ بیٹھے یا کسی نے آپ کو
بھلا دیا
آپ کبھی میرا حال نہیں پوچھتے
اور مجھ پریشاں گفتار کی پرسش نہیں فرماتے
آپ کو اپنا حال لکھنا چاہیے
کہ آسمان کے برتاؤ پر شکر ہے یا شکایت
آپ کا مرتبہ جو تھا اب کیسا ہے
آپ کے اعزاز میں اضافہ ہوا یا نہیں

اور ایسے باغ کی طرف جلد رخ کر
جس کی خاک پاک سے آرام و راحت پیدا ہوتی ہے
اس کی خاک سے تیرا دل پھول کی طرح شگفتہ ہو جائے گا
وہ عیش و مسرت کی محفل ہے
جس کی نسبت خود طرب کو ناز ہے
وہ ایک بہار آفریں محفل ہے
یا جنّت کی مبارک گل زمیں
جو آسمان کی طرح بلند مرتبہ ہے
اور ایسی بارگاہ ہے جس کو خیال پسند کرتا ہے
اس کی خاکِ در آفتاب کا تاج ہے
اور اس کا ہر ذرہ ناہید کے اجزاء کی ہم سری کرتا ہے
اس کی زمین آسمان کی بلندی رکھتی ہے
جیسا وہ خوب مکان ہے اس کا مکیں بھی خوب ہے
ایسا مکیں جس کا جلال فرشتوں کا ہم پایہ
اور جس کا جمال چاند سورج کا ہم سایہ ہے
عزّت اس کی نسبت پر نازاں
اور شوکت اس کے دبدبہ پر مفتخر
علم کو اس کے ضمیر پر ناز
اور اس کی فکر روشن آئینہ کی دم ساز
جب تو اس کے آستاں کو بوسہ دے گی
اور اس کے باغ کی خوشبو سونگھے گی
تو تیرا دماغ تر و تازہ ہو جائے گا
اور گل و گلشن کو بھول جائے گی۔

اس کے (نامہ بر) دست کرم نے مشکل کی گرہ کھولی
اور فرمان سعادت (یعنی آپ کا مکتوب) میرے ہاتھ
میں دیا۔
میں نے دیکھا کہ آپ کی تحریر ہے
اس کے بغیر کھولے ہوئے میرا دل کھل گیا
میں نے اس کو اپنی اشک بار آنکھوں پر رکھا
اور جب کھولا تو میری مشکل کی سو گرہیں کھل گئیں
چونکہ خوشی کے کلمات اس میں مندرج تھے
میں نے سجدۂ شکر میں پیشانی جھکائی
آپ ماہ و آسمان کے ہم مرتبہ ہیں
لوگ کب تک قدر نہ کرتے

میں کلمات انتظار پر حیران ہوں
اس کے جواب میں کیا لکھوں
اگر دیر ہوئی تو اس میں میرا قصور نہیں
کیونکہ اس کو بے وجہ بھیجنا مناسب نہ تھا
اگر کوئی معتبر قاصد آتا
تو بے طلب پہلے ہی وہ آپ کی خدمت میں پہنچتا
اس ویرانے کے لئے فخر ہوا ہے
کہ نواب صاحب ابھی تشریف فرما ہیں

یہ عقدہ جو چنداں مشکل نہیں ہے، کھولئے
اور جو راز کہ دل میں ہے ظاہر کیجئے
سوائے شوق اور کیا لکھوں
آپ کو معلوم ہے کہ میرا اشتیاق کس حد تک پہنچا ہوا ہے
میں نے اپنی جان اور درد فراق کے حوالے کر دی
اور ملاقات کی آرزو میں مر رہا ہوں
آپ کی دعا پر کلام ختم کرتا ہوں
خدا کرے آپ اپنی مرادیں پائیں
جو آپ کا دل چاہے وہ آپ کو میسر ہو
اور ہر گرہ آپ کے ناخن تدبیر سے وا ہو۔
آپ کو عاجز نوازی کی توفیق ہو
اور یہ بے چارہ آپ کی چارہ سازی سے فیض اٹھائے
صد شکر کہ میں نے مراد دل پائی
یوں کہئے کہ دعا پر کوئی جادو کر دیا تھا
تاثیر نے میری دعا کو پالیا
خدا کا ہزار شکر ہے
دوستی کی بدولت زندہ رہا ہوں
اور بارگاہ الٰہی میں مقبول ہوں
یعنی ابھی میرا قلم مکتوب کو زینت دے رہا تھا
کہ دور سے نامہ بر
بہار کی طرح شگفتہ چہرہ لئے ہوئے نظر آیا
جب وہ میرے سامنے جلوہ گر ہوا
تو مجھے اپنی قسمت پر رشک آیا

اضافہ ہوا ہے۔ کتاب کا عمدہ کاغذ اعلیٰ طباعت۔ ۲۷۴ صفحات۔ اشاعت جون ۱۹۷۶ء
سائز ۲۲×۱۸/۸ قیمت ۲۵ روپے۔

## ۵۔ غالب اور آہنگ غالب۔ ڈاکٹر یوسف حسین خاں۔

غالب پر یہ سب سے زیادہ جامع اور فکر انگیز تصنیف ہے۔ اس میں غالب کی شخصیت پر بالکل انوکھے انداز میں تجزیہ کیا گیا ہے جس سے اردو کے تنقیدی ادب میں قابل قدر اضافہ ہوا ہے۔ نفیس کاغذ و طباعت۔ ۲۴۴ صفحات
سائز ۲۲×۱۸/۸۔ قیمت -/۱۶ روپے۔

## ۶۔ نقش غالب۔ پروفیسر اسلوب احمد انصاری

اس کتاب میں غالب کی اردو اور فارسی شاعری اور اردو خطوط کو فکر اور فن کی میزان پر پرکھنے کی کوشش کی گئی ہے غالب کی افہام و تفہیم کے سلسلے میں یہ ایک نہایت رفیع کوشش ہے۔ جسے انداز بیان کی شیفتگی اور ندرت نے پرکشش بنا دیا ہے۔ طباعت آفسیٹ۔ صفحات ۱۴۲۔ سائز ۲۲×۱۸/۸ قیمت -/۱۲ روپے

## ۷۔ غالب اور ذکا۔ ضیاء الدین احمد شکیب

یہ تالیف مرزا غالب کی زندگی کے آخر دس برسوں کی بعض کھوئی کڑیوں کی بازیافت کرتی ہے۔ ذکا نیلوری کی نظم و نثر پر غالب کی اصلاحوں کے ساتھ یہ کتاب ماحول، تاریخی پس منظر اور روابط کے تجزیہ کی روشنی میں مطالعہ غالب کے نئے مناہج و امکانات کی نشان دہی کرتی ہے عمدہ طباعات۔ صفحات ۱۲۸۔ سائز ۲۲×۱۸/۸
قیمت -/۶ روپے

## ۸۔ تلمیحات غالب۔ محمود نیازی

یہ ان تلمیحات کی تشریح و توضیح کا مجموعہ ہے جنھیں غالب نے اپنے اردو

# ہماری دیگر مطبوعات

**۱۔ غالب اور تنقید** ۔ آخلاق حسین عارف

یہ تالیف، مرزا غالب کے ان خطوط پر مشتمل ہے جو ان کے فن تنقید پر روشنی ڈالتے ہیں۔ قیمت ۲۵ روپے

**۲۔ فیضان غالب** ، عرش ملسیانی

غالب کے شاگردوں کے حالات اور کلام پر مشتمل ایک قابل قدر تالیف۔ قیمت ۲۲ روپے

**۳۔ حافظ اور اقبال** ۔ ڈاکٹر یوسف حسین خان

اس کتاب میں مصنّف نے بڑی خوبی سے تنقید اور تحقیق کو ایک دوسرے میں سمو دیا ہے اور دونوں عارفوں کی مماثلت اور اختلاف کو بڑی جامعیت کے ساتھ نمایاں کیا ہے حافظ اور اقبال کے کلام پر ایسی مدلل بحث نہ اردو میں ملتی ہے اور نہ فارسی میں۔ نفیس کاغذ و طباعت ۔ ۴۲۲ صفحات ۔ اشاعت اوّل جون ۱۹۷۶ء سائز ۲۲×۱۸/۸ قیمت -/۲۵ روپے

**۴۔ روح اقبال (دسویں ایڈیشن)** ڈاکٹر یوسف حسین خان

اس کتاب میں مصنّف نے اقبال کی فکر اور شاعری کا بالکل انوکھے انداز میں تجزیہ کیا ہے۔ اس کتاب سے اردو زبان کے تنقیدی ادب میں قابل قدر

کلام میں نہایت منفرد انداز میں اپنایا ہے اس کتاب میں وہ تلمیحات بھی شامل ہیں جو مرزا نے خود اختراع کی ہیں یہ کتاب غالب فہمی کی کوشش میں ایک اہم اضافہ ہے۔
نفیس کاغذ و طباعت ۱۲۰ صفحات۔ سائز ۸/۱۸×۲۲ قیمت ۶ روپے

## ۹۔ نوائے سروش۔

غالب کے ۱۲۰ منتخب اشعار کا دلکش انگریزی ترجمہ یہ چودہ مشہور و معروف مترجمین کے انگریزی ترجموں کا نادر انتخاب ہے۔ ایک بے نظیر تحفہ۔ ایک نفیس پیش کش۔ نہایت اعلیٰ آرٹ پیپر۔ چار دل آویز پینٹنگز کے ساتھ خوشنما سارنگی دل پذیر طباعت۔ صفحات ۵۴۔ سائز ۲۰× ۱۶/۳۰ قیمت ۶/- روپے

## ۱۰۔ سرل غالب۔ دیوناگری رسم الخط میں ایک عمدہ تالیف

اس کتاب میں غالب کے ۱۲۲ ایسے اشعار جو آسانی سے سب کی سمجھ میں آسکتے ہیں۔ دیوناگری رسم الخط میں پیش کئے گئے ہیں غالب کی ایک عمدہ تصویر کے ساتھ۔ عمدہ چھپائی۔ ۴۸ صفحات۔ سائز ۳۶ × ۱۶/۳۰ قیمت ۲/۵۰ روپے

## ۱۱۔ اقبال کی تیرہ نظمیں۔ پروفیسر اسلوب احمد انصاری

اس کتاب میں اقبال کی تیرہ نظمیں اور ان کا بھرپور تنقیدی تجزیہ شامل ہے
صفحات ۔۲۵۶۔ بہترین طباعت۔ قیمت بیس روپے